تابشِ انوارِ مفتیٔ اعظم
مصنف
خلیفہ حضور مفتی اعظم ہند، حضور اشرف الفقہاء
حضرت علامہ مولانا مفتی محمد مجیب اشرف صاحب قبلہ
حضور مفتی اعظم مہاراشٹر، بانی و مہتمم الجامعۃ الرضویہ دار العلوم امجدیہ ناگپور
ناشر: نبیرۂ حضور اشرف الفقہاء حضرت مولانا توقیر اشرف رضوی صاحب قبلہ نوری میڈیکل اسٹور، شانتی نگر، ناگپور

تابشِ انوارِ مفتیٔ اعظم علیہ الرحمۃ

مصنف

خلیفۂ حضور مفتیٔ اعظم ہند، حضور اشرف الفقہاء

حضرت علامہ مولانا مفتی محمد مجیب اشرف صاحب قبلہ

حضور مفتیٔ اعظم مہاراشٹر، بانی و مہتمم الجامعۃ الرضویہ دار العلوم امجدیہ ناگپور

بحسب فرمائش

خلیفۂ حضور اشرف الفقہاء حضرت العلام عزیز العلماء

الحاج مولانا غلام مصطفیٰ قادری برکاتی

ناشر: نبیرۂ حضور اشرف الفقہاء حضرت مولانا توقیر اشرف رضوی صاحب قبلہ نوری میڈیکل اسٹور، شانتی نگر، ناگپور

کتاب : تابشِ انوارِ مفتیٔ اعظم رحمۃ اللہ علیہ

مصنف : خلیفۂ حضور مفتیٔ اعظم ہند حضرت علامہ مولانا مفتی محمد مجیب اشرف صاحب قبلہ
مفتیٔ اعظم مہاراشٹر بانی و مہتمم الجامعۃ الرضویہ دار العلوم امجدیہ ناگپور

کمپوزنگ: غلام صمدانی رضوی، کریم نگر

تزئین: اشہری ڈیزائن آرٹ، ناگپور

اشاعت: سنہ ۱۴۳۸ھ مطابق ۲۰۱۷ء

تعداد : ۲۰۰۰/ دو ہزار

قیمت : ۱۵۰/ روپے Rs. 150/-

ناشر : نبیرۂ حضور اشرف الفقہاء حضرت مولانا توقیر اشرف رضوی صاحب قبلہ
نوری میڈیکل اسٹور، شانتی نگر، ناگپور

فہرست مضامین

شرف انتساب

میں اپنی اس حقیر کاوش کو اپنے مربی، مشفق استاذ، شارح بخاری--------

----حضرت العلام مفتی محمد شریف الحق صاحب امجدی علیہ الرحمۃ والرضوان----

---------------اور اپنے والد گرامی-----------------

حضرت الحاج محمد حسن صاحب علیہ الرحمہ کی ذوات اعلیٰ صفات کی طرف منسوب کرتا ہوں

-----جنکی صالح اور بافیض تربیت نے--------------

-----------ذرۂ ناچیز کو تابنا کی بخشی-----------------

----رب کریم ان کی قبروں پر رحمتوں کے ساون بھادوں برسائے---------

---------------آمین-----------------

بجاہ النبی الکریم علیہ التحیۃ والثناء۔

فقط

محمد مجیب اشرف رضوی

بانی الجامعۃ الرضویہ دار العلوم امجدیہ ناگپور

تقدیم

تابش انوار مفتئ اعظم

ڈاکٹر محمد امجد رضا امجدؔ

مفتئ اعظم کی بارگاہ کے فیض یافتگان، ان کی نگاہ شفقت پناہ کے پروردہ، ان کی مجلسوں کی جلیس اور سفر وحضر میں ان کی تجلیات سے کاسہ جاں بھرنے والی شخصیات آج بھی ہمارے درمیان ہیں بلکہ مسلمانان ہند کی علمی وروحانی پیشوائی کرنے والے اکثر علماء ومشائخ ان کے ہی گلستان علم وفن سے خوشاں چیں۔ ان کے ہی میخانۂ عشق وعرفان کے بادہ خوار، اوران کے ہی مسند تدریس ارشاد کے تربیت یافتہ ہیں۔ استاذ مکرم حضرت مفتی مجیب اشرف صاحب قبلہ بھی حضور مفتئ اعظم کے دست گرفتہ اور خلیفہ ومجاز ہیں۔ جن کی زندگی کا مقصد ہی دین متین کی خدمت اور مسلک اعلیٰ حضرت کی ترویج واشاعت ہے۔

آپ جید ومتدین عالم دین، بالغ نظر مفتی، کہنہ مشق مدرس، نکتہ رس خطیب، حاضر جواب مناظر اور صوفی صافی پیرو مرشد کی حیثیت سے معروف ومشہور ہیں۔ آپ کا عالم ہونا بھی سرکار مفتئ اعظم ہند کی دعاؤں کا اثر ہے چنانچہ انہیں کی تحریر کی مطابق ۱۱ رسال کی عمر میں گھوسی ضلع مئو میں آپ نے حضور مفتئ اعظم ہند سے پہلی ملاقات کا شرف حاصل کیا اور اسی ملاقات میں حضور مفتئ اعظم ہند نے آپ کو عالم بننے کی دعاء دی، یہ دعاء حصول تعلیم کے لئے بریلی شریف جانے کا سبب بنی، اور آپ حضور مفتئ اعظم کے قائم کردہ ''دارالعلوم مظہر اسلام'' میں داخل ہو گئے، پھر وہ دن بھی آیا کہ سن ۱۹۵۷ میں مظہر اسلام بریلی شریف کے جلسہ دستار بندی میں دارالعلوم کے جبہ ودستار وسند کے

علاوہ حضور مفتئ اعظم ہند نے اپنی طرف سے ایک جبہ، دستار اور اپنی خاص سند حدیث مرحمت فرمائی۔ سچ ہے کاملوں کی نگاہیں از کراں تا کراں دیکھتی ہیں حضور مفتئ اعظم ہند نے بھی ۲۱ رسالہ طالب علم کو مسلک اعلیٰ حضرت کا نقیب اور تعلیمات رضا کا علمی ترجمان دیکھا اور خاص سند عطا فرما کر اس پر اپنی مہر ثبت کردی، یہ اسی شفقت، رحمت، محبت اور نوازشات پیہم کا اثر ہے کہ آپ ملک و بیرون ملک مسلک اہل حق کی ترجمانی کا فریضہ انجام دے رہے ہیں اور جانشین مفتئ اعظم حضور تاج الشریعہ علامہ الشاہ محمد اختر رضا خاں قبلہ کی ''تحریک تحفظ مسلک اعلیٰ حضرت'' میں ان کے شانہ بشانہ قدم بقدم ہیں۔

سن ۱۹۸۴ء میں دار العلوم امجدیہ ناگپور میں میرا داخلہ ہوا، وہیں پہلی بار میں نے حضرت مفتی مجیب اشرف صاحب قبلہ کو دیکھا، اور متاثر ہوا، بارعب وجیہ خوش پوش وخوش گفتار شخصیت سے کون متاثر نہیں ہوسکتا میں تو خیر طالب علم تھا۔ ان کا بارعب ہونا جسمانی قد و قامت سے نہیں بلکہ ان کے اس سراپا سے تھا جس میں ظاہری وجاہت کے ساتھ علم، عمل، خدمت تینوں عناصر شامل تھے۔ امجدیہ کے طلبہ کو پابند ضابطہ رہنے کے لئے یہی خبر کافی تھی کہ بڑے مولانا صاحب ناگپور میں ہیں۔ اگر کبھی اتفاق سے آپ کسی طالب علم کو درس کے اوقات میں کہیں باہر دیکھ لیتے تو اس کو بلانے کے لئے صرف اپنا رومال بھیج دیتے اور بس، طالب علم پر ایک قیامت گذر جاتی۔ میں نے اپنے دور طالب علمی میں کبھی حضرت کو کسی طالب علم کو مارتے پیٹتے نہیں دیکھا مگر اس کے باوجود اتنا رعب و دبدبہ یقینا حیرت انگیز تھا۔

امجدیہ کے ابتدائی دور میں آپ نے باضابطہ تدریسی کام انجام دیا پھر بیرونی دورہ کے سبب یہ سلسلہ منقطع ہوگیا مگر جن لوگوں نے ان سے پڑھا وہ پڑھانے والے لائق وفائق مدرس بنے، اور امجدیہ ہی میں ان کی تقرری ہوئی جیسے

حضرت مولانا مفتی محمد منصور صاحب قبلہ　　حضرت مولانا نسیم صاحب قبلہ

میں جن ایام میں امجدیہ پہنچا، اس وقت ناگپور میں ان کی حاضری کم ہوا کرتی تھی، شاید سال میں تین یا چار ماہ۔ جس کے سبب امجدیہ کا معیار تعلیم متاثر ہوا، مجھے بھی حضرت سے باضابطہ پڑھنے کا موقع نہیں ملا ورنہ میں بھی ''کچھ سے کچھ اور ہو گیا ہوتا''۔ ہاں اصول الشاشی کا ایک سبق ''والمطلقات یتربصن بأنفسهن ثلثة قروء'' آکولہ (مہاراشٹر) کے دوران سفر ضرور پڑھا ہے جو آج تک ذہن میں محفوظ ہے۔ اسی سے اندازہ ہوتا ہے کہ آپ کے جو تلامذہ لائق و فائق مدرس ہیں وہ کیوں ہیں۔ خدائے پاک آپ کا سایۂ عمر و کرم دراز فرمائے۔

تصنیف و تالیف کے اعتبار سے آپ کی شخصیت غیر متعارف نہیں ہے مگر جیسا تعارف ہے وہ شخصیت کے اعتبار سے نہیں ہے اس کی وجہ اس فن کی طرف آپ کا ''عدم التفات'' ہے۔ ورنہ

مسائل سجدۂ سہو، تحسین العیادۃ، خطبات کولمبو، ارشادالمرشد وغیرہ

جیسی کتابیں یہ ثابت کرتی ہیں اگر آپ نے اس طرف توجہ کی ہوتی تو جماعت اہل سنت کے قلمی سرمایہ میں قابل قدر اضافہ ہوتا سجدۂ سہو نامی کتاب اپنے موضوع پہ اہم کتاب ہے اور ۱۲۸ صفحات پر ہے، اس سے فقہ پہ ان کے وسعت مطالعہ کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

اب آپ کی ایک تازہ کتاب ''تابش انوار مفتئ اعظم'' منظر عام پر آرہی ہے جو آپ کی پاکیزہ یادوں کا عطر مجموعہ بھی ہے اور سرکار مفتئ اعظم کے مطاف حیات کا روحانی طواف بھی۔ حضور مفتئ اعظم ہند علیہ الرحمۃ والرضوان کی سیرت و سوانح، کشف و کرامت اور حیات مبارکہ کے مختلف گوشوں پہ بہت سی کتابیں لکھی گئیں، بہت سے مقالے لکھے گئے اور بہت سے مجموعۂ مقالات سامنے آئے، یہ سلسلہ ہنوز جاری ہے اور جاری رہے گا کہ جامع الصفات اور تہہ دار شخصیتوں کی معرفت آسان نہیں ہوتی، حضور مفتئ اعظم ہند کی شخصیت کا عرفان بھی آسان نہیں، کہ آپ تاجدار اہل سنت، شبیہ

غوث اعظم اور فقیہ ابن فقیہ ہیں، پھر کون کما حقہ ''عرفان ذات'' کا دعویٰ کرے، ہاں جن پر ان کا کرم ہو جائے وہ ''انوار مفتیٔ اعظم کی تابشیں'' سمیٹ لیتے ہیں، اور حضرت مفتی مجیب اشرف صاحب قبلہ نے واقعی یہ سعادت حاصل کر لی ہے۔

یہ کتاب حضور مفتیٔ اعظم ہند کے حوالہ سے ان کی یادداشت کا مجموعہ ہے مگر یہ جن حقائق و معارف پر مشتمل ہے اس سے کہنا پڑتا ہے کہ اس موضوع پر لکھی گئی کتابوں میں اہم اور قابل قدر اضافہ ہے۔ اس میں مفتیٔ اعظم کی سیرت کا ذکر، ان کے ملفوظات کا تذکرہ، فتاویٰ اور تقویٰ کی شان، جرأت ایمانی کا رنگ، جذبۂ عشق کی سوزش، کرامات الاولیاء حق کے نمونے اور سیروا فی الارض کی جلوہ سامانی سبھی کچھ موجود ہے اور یہ سارے حقائق شنیدہ نہیں دیدہ ہیں اس لئے یہ کتاب واقعی مستند اور حوالوں کیلئے معتمد ہے۔

اس کتاب سے جہاں حضور مفتیٔ اعظم ہند کی زندگی کے گوشے اجاگر ہوتے ہیں جو تشنہ اظہار تھے تو جامع حالات مفتی مجیب اشرف صاحب قبلہ کی بھی متنوع خوبیاں جیسے قوت حافظہ، استحضار ذہنی معیار تفقہ اور قدرت اظہار ابھر کر سامنے آتی ہیں، ذیل میں اس کتاب میں شامل مباحث و معارف کے چند اشارے ملاحظہ کریں جس سے اندازہ ہوگا کہ کتنا قیمتی خزانہ اب تک پردۂ خفا میں تھا:

سنت نبوی کے پیکر مفتیٔ اعظم	کرم گستری
حضور مفتیٔ اعظم کا علمی و فقہی استحضار	حالت حیض میں درود شریف
زخم کی نہ بہنے والی رطوبت کا حکم	اہل قبلہ کی تکفیر کا مسئلہ
سرکار مفتیٔ اعظم علیہ الرحمہ اور فن خطابت	آندھرا پردیش کا سفر
بھگوان کہنے پر غیر مسلم کو توبہ کرائی	ایمانی جرأت اور فوجی آفیسر کی توبہ
کینسر کا مریض اچھا ہو گیا	نوری تماچے کا کرشمہ
احتساب نفس اور حضور مفتیٔ اعظم علیہ الرحمہ	ایمان لانے کا دوسرا واقعہ

انگلی کا زخم ٹھیک ہو گیا
گلے کی تکلیف دور ہو گئی
زخمی ہاتھ ٹھیک ہو گیا
گائے کا بچہ زندہ ہو گیا
لڑکا کار سے ٹکرایا اور کچھ بھی نہ ہوا
دعائے شیخ سے انگور کا باغ مل گیا
حضور مفتیٔ اعظم بحیثیت جج
تیمُّن کی پاسداری
غیر مسلم کو ٹائی لگانے پر تنبیہ
جامعہ نظامیہ میں شاندار استقبالیہ
حضرت والا کی آواز ریڈیو پر
سالار جنگ میوزیم کا معاینہ
گھومتا ہسپتال
کتے کو وہابی نہ ہو
حضور مفتیٔ اعظم اور تصویر
حضور مفتیٔ اعظم اور برہان ملت کی دلچسپ گفتگو
ٹیلیفون پر بات کرنا پسند نہیں فرماتے تھے
حضور مفتیٔ اعظم اور منصور بابا (ناگپور)
دارالعلوم امجدیہ کے سنگ بنیاد کا روحانی منظر
دعاء پر بے محل آمین کہنے کی اصلاح
حریص پر وقف سے منع
بے محل قال اللہ فی شان حبیبہ پڑھنے والے کی اصلاح

یہ چند اشارے ہیں مگر اسی سے اندازہ لگایئے کیسے حقائق اور واقعات پوشیدہ ہیں اس کتاب میں۔ مفتی صاحب قبلہ نے واقعی اپنی یادداشت کو مرتب کرکے طالبان حق اور وابستگان سلسلۂ رضویہ برکاتیہ پر کرم فرمایا ہے اس تالیف و ترتیب پر وہ ہم سب کی طرف سے شکریہ کے مستحق ہیں کہ انہیں کے توسط اور وسیلہ سے ان کی تحویل کا یہ دفینہ اور ایک چھپا ہوا علمی و روحانی خزینہ ہم تک پہنچ رہا ہے۔ اللہ رب العزت حضرت مفتی صاحب کا سایۂ عمر دراز فرمائے اور اس خدمت کا بہتر اور بھرپور صلہ عطا فرمائے، آمین۔

محمد امجد رضا امجدؔ
خادم مرکزی دار القضا ادارہ شرعیہ بہار
سلطان گنج پٹنہ ۶

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فضائل علماء عظام واولیاءِ کرام

(قرآن وحدیث کی روشنی میں)

علماء عظام واولیاء کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم کی عظمت شان ورفعت مکان کے لئے یہی کافی ہے کہ ان نفوس قدسیہ کی تعریف وتوصیف قرآن وحدیث میں بکثرت موجود ہے، ان میں سے چند آیات واحادیث ہدیۂ ناظرین ہے۔

آیت ۱:۔ اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰہَ مِنْ عِبَادِہِ الْعُلَمٰٓؤُا (سورۂ فاطر، آیت ۲۸) اللہ سے اس کے بندوں میں وہی ڈرتے ہیں جو علم والے ہیں (یعنی علماء) اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جل مجدہ کی ذات وصفات کے تعلق سے جتنا زیادہ علم ہوگا اتنا ہی زیادہ ان کے اندر خوف الٰہی اور خشیت ربانی پایا جائے گا اور جب بندے کو خوف الٰہی اور خشیت ربانی کا اعلیٰ مقام حاصل ہوجاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس سے راضی اور وہ اللہ تعالیٰ سے راضی ہوجاتا ہے اس کو مقام رضا کہتے ہیں اور یہی مومن کی حیات کا مقصود اصلی ہے، اسی کی وضاحت کرتے ہوئے قرآن فرماتا ہے رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمْ وَرَضُوْا عَنْہُ ذٰلِکَ لِمَنْ خَشِیَ رَبَّہٗ (سورۃ البینۃ، آیت ۸، پارہ ۳۰) اللہ ان سے راضی اور وہ اللہ سے راضی اور یہ (مقام رضا) اس کے لئے ہے جو اپنے رب سے ڈرے۔

آیت ۲:۔ یَرْفَعِ اللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْکُمْ وَالَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ (سورۃ المجادلۃ، آیت ۱۱، پارہ ۲۸) ''اللہ تمہارے ایمان والوں کے اور ان کے جن کو علم دیا گیا درجے بلند فرمائے گا، اس لئے کہ علماء ربانی شریعت کی اتباع اور اللہ ورسول

جل و علا و ﷺ کے احکام کی پر خلوص پیروی کرتے ہیں ان کی زندگی، سنت نبوی کی آئینہ دار اور ان کا وجود رحمت الٰہی کا آبشار ہوتا ہے۔

آیت ۳۔ اَلَآ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰہِ لَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَکَانُوْا یَتَّقُوْنَ (سورۂ یونس، آیت ۶۲ و ۶۳، پارہ ۱۱) سن لو اللہ کے ولیوں پر نہ کچھ خوف ہے نہ کچھ غم، (ولی) وہ لوگ ہیں جو ایمان لائے اور پرہیزگاری کرتے ہیں۔

ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ کے ولی کے احوال و اوصاف کو بڑی جامعیت کے ساتھ مختصراً بیان کر دیا گیا ہے۔ شریعت و طریقت کے ماہرین علماء و عارفین فرماتے ہیں کہ ولی وہ ہے جو اعتقاد صحیح رکھے، اعمال صالحہ شریعت کے مطابق بجالائے، فرائض و واجبات و نوافل کے ذریعہ قرب الٰہی حاصل کرے، اطاعت الٰہی میں ہمیشہ مشغول رہے، جب کسی چیز کو دیکھے تو اس میں قدرت خداوندی کا کمال دیکھے، جب سنے تو اللہ تعالیٰ کی آیتیں سنے، جب بولے تو رب کی حمد و ثناء بولے، جب چلے تو اطاعت الٰہی کے دائرے میں چلے، اللہ کے ذکر سے کبھی نہ تھکے، جب کسی سے محبت کرے تو خالص اللہ کے لئے کرے، یونہی جب کسی سے دشمنی کرے تو اللہ تعالیٰ کے واسطے کرے، مخلوق کے لئے سراپا رحمت و برکت ہو، بزرگوں کے لئے مجسم ادب ہو، اور چشم دل سے اللہ کے غیر کو نہ دیکھے، ہمیشہ اللہ کے ساتھ مشغول رہے، جب بندہ اس مقام پر پہنچتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسکا والی و ناصر اور معین و مددگار ہوتا ہے پھر اس کو کسی قسم کا خوف نہیں ہوتا اور نہ ہی کسی چیز کے فوت ہونے کا غم ہوتا ہے، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کرامتاً ان کا کارساز اور کفیل ہوتا ہے، حضرت سیدنا عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا "کہ ولی وہ ہے جس کو دیکھنے سے اللہ یاد آئے" خلاصہ یہ ہے کہ جس نے ایمان و تقویٰ کے ذریعہ درجۂ ولایت کو پالیا ہے اس میں مذکورہ بالا تمام صفات پائے جائیں گے، اور جو ان خوبیوں سے خالی ہو، وہ ولایت کا درجہ نہیں پا سکتا۔

آیت ۴:۔ اِنۡ اَوۡلِیَآؤُهٗۤ اِلَّا الۡمُتَّقُوۡنَ وَلٰکِنَّ اَکۡثَرَهُمۡ لَا یَعۡلَمُوۡنَ

(سورۂ انفال، آیت ۳۴، پارہ ۹) اس کے اولیاء تو پرہیز گار ہی ہیں، مگر ان میں اکثر کو علم نہیں"

قرآن مجید نے ایمان اور اعتقاد صحیح کے بعد ولایت کا مدار صرف تقویٰ و پرہیز گاری پر رکھا ہے، بغیر شریعت کی پاسداری اور حضور اکرم ﷺ کی اطاعت شعاری کے تقویٰ کا حصول ممکن نہیں ہے، یاد رہے لمبے لمبے بال، لال پیلے کپڑے اور چند رسمی ذکر و اذکار رھواسے ولایت نہیں ملتی، اس کے لئے اعتقاد صحیح اور تقویٰ شعاری لازم ہے، مگر اکثر لوگ اس حقیقت کو سمجھتے نہیں، کسی کو بھی ولی مان لیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ محفوظ رکھے۔ آمین،

حدیث ۱:۔ عَنۡ مُعَاوِیَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنۡهُ قَالَ: سَمِعۡتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیۡهِ وَسَلَّمَ ، مَنۡ یُرِدِ اللّٰهُ بِهٖ خَیۡرًا یُّفَقِّهۡهُ فِی الدِّیۡنِ ، وَاِنَّمَا اَنَا قَاسِمٌ واللّٰهُ یُعۡطِیۡ (بخاری شریف جلد اول حدیث ۶۹، مسلم شریف جلد ثانی حدیث ۷۱۸) حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا اللہ تعالیٰ جس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے اس کو دین کی سمجھ بوجھ عطا فرما دیتا ہے، میں ہی تقسیم کرنے والا ہوں اور دینے والا اللہ ہے۔

معلوم ہوا کہ علماء کرام و فقہاء عظام وہ بزرگ ہستیاں ہیں جن کے ساتھ اللہ رب العزت جل مجدہ نے اپنے خاص کرم سے دین و دنیا میں بھلائی کا ارادہ فرمایا ہے اور ان کو علم دین کی دولت اور فقہی بصیرت سے نواز کر رفعت و اعزاز کے بلند مقام پر فائز فرما دیا ہے۔

حدیث ۲:۔ عَنۡ اَبِیۡ اُمَامَةَ الۡبَاهِلِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنۡهُ قَالَ: ذُکِرَ لِرَسُوۡلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیۡهِ وَسَلَّمَ رَجُلَانِ : اَحَدُهُمَا عَالِمٌ وَالۡآخَرُ عَابِدٌ ، فَقَالَ رَسُوۡلُ اللّٰهِ ﷺ. فَضۡلُ الۡعَالِمِ عَلَی الۡعَابِدِ کَفَضۡلِیۡ عَلٰی اَدۡنَاکُمۡ ، ثُمَّ قَالَ رَسُوۡلُ اللّٰهِ ﷺ. اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِکَتَهٗ ، وَاَهۡلَ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرَضِیۡنَ ، حَتّٰی

النَّمْلَةَ فِيْ جُحْرِهَا وَحَتَّى الْحُوْتَ لَيُصَلُّوْنَ عَلٰى مُعَلِّمِ النَّاسِ الْخَيْرَ،

(ترمذی شریف، باب ماجاء فی فضل الفقہ علی العبادۃ، حدیث ۲۶۸۵)

حضرت سیدنا ابوامامہ باہلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ کے سامنے دو آدمیوں کا ذکر کیا گیا جن میں ایک عالم اور دوسرا عابد تھا، سید عالم ﷺ نے فرمایا کہ عابد پر عالم کی فضیلت ایسی ہے جیسے میری فضیلت تم میں سے ادنیٰ (معمولی آدمی) پر ہے۔ پھر آپ نے فرمایا، بیشک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے، اور (تمام) زمین و آسمان والے یہاں تک کہ چیونٹی اپنے بل میں اور مچھلیاں (سمندروں، دریاؤں اور تالابوں میں) اس عالم کے لئے رحمت کی دعائیں مانگتی ہیں جو لوگوں کو بھلائی کی تعلیم دیتا ہے"۔

اللہ اکبر! یہ ہے اللہ تعالیٰ جل مجدہ کے نزدیک عالم ربانی کا اعزاز و شرف، سرکش جن اور انسان کے علاوہ اللہ تعالیٰ کی چھوٹی بڑی تمام مخلوق علماء کی بافیض زندگی کے لئے دعاء رحمت کرتی ہیں۔ یہ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرمالیا ہے۔

وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ ،ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَشَاءُ ،

حدیث ۳:۔ عَنْ اَبِي الدَّرْدَاءِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ : قَالَ النَّبِيُّ ﷺ، فَضْلُ الْعَالِمِ عَلَى الْعَابِدِ كَفَضْلِ الْقَمَرِ عَلٰى سَائِرِ الْكَوَاكِبِ اِنَّ الْعُلَمَاءَ وَرَثَةُ الْاَنْبِيَاءِ ، الحدیث : (ترمذی شریف، حدیث ۲۶۸۲) حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ عابد پر عالم کی فضیلت ایسے ہی ہے جیسے چودھویں رات کے چاند کی فضیلت تمام ستاروں پر ہے، اور بیشک علماء کرام، انبیاء علیہم السلام کے وارث ہیں، اس حدیث میں ترغیب دی گئی ہے کہ جو چاہتا ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام کی پاکیزہ وراثت سے اس کو بھی حصہ ملے تو اس کے لئے ضروری ہے کہ علماء کرام کی بافیض صحبت کو اختیار کرے۔

حدیث ۴:۔ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ، قِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ

اَیُّ جُلَسَائِنَا خَیْرًا ؟ قَالَ مَنْ ذَکَّرَکُمُ اللہَ رُؤْیَتُہٗ ، وَزَادَ فِیْ عِلْمِکُمْ مَنْطِقُہٗ ، وَذَکَّرَکُمْ بِالْآخِرَۃِ عَمَلُہٗ ۔ (ابو یعلیٰ، جلد ٦، حدیث ٢٤٣٧)

سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ آپ سے عرض کیا گیا، یارسول اللہ ہمارے لئے بہترین ہم نشین کون لوگ ہیں (جن کی صحبت میں بیٹھیں) فرمایا ایسا ہم نشین جسکا دیکھنا تمھیں اللہ کی یاد دلائے، اور جس کی گفتگو تمہارے علم میں اضافہ کرے، اور جسکا عمل آخرت کی یاد دلائے۔

حدیث شریف سے ہم کو یہ سبق ملا کہ اللہ تعالیٰ کا مقبول بندہ ایسا ہوتا ہے کہ اس کا نورانی چہرہ دیکھ کر اللہ کی یاد آجاتی ہے اور دیکھنے والا بے ساختہ سبحان اللہ، ماشاء اللہ پکار اٹھتا ہے، اور جب گفتگو کرتا ہے تو علمی گفتگو کرتا ہے، اور دین کی باتیں اور شریعت کے مسائل بتاتا ہے، ہنسی مذاق اور لایعنی باتوں سے پرہیز کرتا ہے، اس مجلس میں اگر عالم بیٹھے تو اس کے علم میں اضافہ ہو اور جاہل حاضر ہو تو اس کی جہالت کا اندھیرا دور ہو، اور بہت سی دینی علمی باتیں سیکھ جائے، اس کے علم میں اخلاص اور خشیت الٰہی کا ایسا رنگ ہو کہ دیکھنے والا یاد آخرت سے سرشار ہو کر اعمال صالحہ کا خوگر بن جائے اللہ کے جس بندہ میں یہ خوبیاں پائی جائیں وہی دراصل عالم ربانی، اللہ کا ولی، اور رب کا مقبول ومحبوب بندہ ہے، ایسے ہی لوگوں کی پاکیزہ صحبت دین ودنیا کی فلاح اور آخرت کی نجات کی ضمانت ہے۔

حدیث ۵:۔عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ:قَالَ رَسُوْلُ اللہِ ﷺ اِنَّ اللہَ قَالَ : مَنْ عَادٰی لِیْ وَلِیًّا فَقَدْ اٰذَنْتُہٗ بِالْحَرْبِ ، وَتَقَرَّبَ اِلَیَّ عَبْدِیْ بِشَیْءٍ اَحَبُّ اِلَیَّ مِمَّا افْتَرَضْتُ عَلَیْہِ ، وَمَا یَزَالُ عَبْدِیْ یَتَقَرَّبُ اِلَیَّ بِالنَّوَافِلِ حَتّٰی اُحِبَّہٗ ، فَاِذَا اَحْبَبْتُہٗ، کُنْتُ سَمْعَہُ الَّذِیْ یَسْمَعُ بِہٖ ، وَبَصَرَہُ الَّذِیْ یُبْصِرُ بِہٖ ، وَیَدَہُ الَّتِیْ یَبْطِشُ بِھَا، وَرِجْلَہُ الَّتِیْ یَمْشِیْ بِھَا ، وَاِنْ سَاَلَنِیْ لَاُعْطِیَنَّہٗ وَلَئِنِ اسْتَعَاذَنِیْ لَاُعِیْذَنَّہٗ ، الحدیث (بخاری شریف، جلد

دوم، حدیث ۱۱۷۵) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، جو میرے کسی ولی سے دشمنی رکھے گا میں اس سے اعلان جنگ کرتا ہوں اور میرا بندہ جن چیزوں کے ذریعہ میرا قرب حاصل کرتا ہے ان میں سب سے زیادہ محبوب میرے نزدیک فرائض ہیں، (اس کے علاوہ) میرا بندہ نفلی عبادتوں کے ذریعہ مسلسل میرا قرب حاصل کرتا رہتا ہے، یہاں تک کہ میں اس کو اپنا محبوب بنالیتا ہوں، اور میں اس سے محبت کرتا ہوں (تو اس کی شان یہ ہوتی ہے کہ میں اس کا کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے، اور اس کی آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے، اور اس کا ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے، اور اس کا پاؤں بن جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے، اگر وہ مجھ سے سوال کرتا ہے (کچھ مانگتا ہے) تو میں اسے ضرور عطا کرتا ہوں (خواہ اپنے لئے مانگے یا دوسرے کے لئے مانگے اللہ تعالیٰ اس کی مانگ کو پورا فرماتا ہے) اگر وہ میری پناہ چاہتا ہے تو میں ضرور اسے پناہ دیتا ہوں، الخ

پتا یہ چلا کہ بندۂ مومن جب فرائض، واجبات اور نوافل کی ادائیگی کر کے اللہ ورسول کا مخلص اطاعت گذار اور شریعت کا مکمل پاسدار ہو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے اس کو مقام محبوبیت پر فائز فرما دیتا ہے، اب اس کا حال عام انسانوں کے احوال سے بالکل مختلف اور حیرت انگیز ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ اس محبوب بندے کے جسمانی اعضاء کو اپنی ذات وصفات کی تجلیات کا پرتو اور مظہر بنا کر اس کو اتنا پاورفل بنا دیتا ہے کہ اس کے کان صرف نزدیک کی آواز ہی نہیں سنتے بلکہ ہزاروں میل سے پکارنے والے کی پکار کو سن لیا کرتے ہیں، اس کی آنکھیں صرف سامنے کی چیزوں کو ہی نہیں دیکھتیں بلکہ دائیں، بائیں، آگے، پیچھے، نیچے، اوپر اور تحت الثری سے لیکر عرش معلیٰ تک دیکھتی ہیں، اسی لئے کہا گیا ہے ع ''لوح محفوظ ست پیش اولیاء۔

اور پیران پیر سیدنا غوث اعظم اپنی دوربینی کی وسعت کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں

نَظَرْتُ اِلٰی بِلاَدِ اللّٰہِ جَمْعًا　　　کَخَرْدَلَۃٍ عَلٰی حُکْمِ اتِّصَالٖ

میں نے اللہ کے تمام شہروں کو اس طرح دیکھا، جیسے ہتھیلی پر رائی کا دانہ اور یہ دیکھنا لگاتار ہے

اس طرح اس کے دست کرامت کی گرفت حد بندیوں سے آزاد ہوتی ہے، سینکڑوں ہزاروں میل کی دوری پر گرنے والوں کو سنبھال لیتا ہے۔ سمندر میں ڈوبتے جہاز کو تیرا دیتا ہے۔ جیسا کہ سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کر کے بتایا، یونہی اللہ کے محبوبوں کو ایسی سرعت رفتار ملتی ہے کہ پلک جھپکتے ہزاروں میل کی طویل دوری پر جا کر واپس آجاتے ہیں جیسا کہ سیدنا سلیمان علیہ السلام کے وزیر حضرت آصف بن برخیا علیہ الرحمہ نے سیدنا سلیمان علیہ السلام کی خواہش پر ہزاروں میل پر واقع ملک سبا سے ملکہء بلقیس کا بھاری بھرکم تخت لا کر دربار سلیمانی میں رکھ دیا۔ قرآن نے اس کی خود تصدیق فرمائی ہے، اللہ تعالیٰ کا کسی محبوب بندے کے کان، آنکھ اور ہاتھ پاؤں ہو جانے کا یہی مطلب ہے۔ اللہ تعالیٰ حقیقت میں کسی کا ہاتھ پاؤں وغیرہ ہونے سے پاک ہے، اس کے لئے جسمانی اعضاء یا اس کے مثل ثابت ماننا کفر ہے۔

حدیث ۶:۔ عَنْ عَمْرِو بْنِ الْحَمِقِ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ لاَ یُحِقُّ الْعَبْدُ حَقِیْقَۃَ الْاِیْمَانِ حَتّٰی یَغْضَبَ لِلّٰہِ وَیَرْضٰی لِلّٰہِ ،فَاِذَا فَعَلَ ذٰلِكَ اسْتَحَقَّ حَقِیْقَۃَ الْاِیْمَانِ وَاِنَّ اَحِبَّائِیْ وَاَوْلِیَائِیْ الَّذِیْنَ یُذْکَرُوْنَ بِذِکْرِیْ، وَاُذْکَرُ بِذِکْرِھِمْ۔ (مسند امام احمد جلد ۳ صفحہ ۴۳۰ طبرانی اوسط جلد ۳ صفحہ ۲۰۳)

حضرت عمرو بن حمق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ بندہ اس وقت تک ایمان کی حقیقت کو نہیں پا سکتا جب تک کہ وہ اللہ تعالیٰ کے لئے ہی کسی سے ناراض ہو، اور اللہ تعالیٰ کے لئے ہی راضی ہو جب اس نے اپنی ایسی عادت بنالی تو اس نے ایمان کی حقیقت کو پالیا، اور بیشک میرے دوست اور اولیاء وہ لوگ ہیں کہ میرے ذکر سے ان کی یاد آتی ہے، اور ان کے ذکر سے میری یاد آتی ہے۔ (گویا میرا

ذکران کاذکر ہے اوران کاذکر میرا ذکر ہے)اس لئے فرمایا گیا ہے" تَنَزَّلُ الرَّحْمَةُ عِنْدَ ذِكْرِ الصَّالِحِيْن "، یعنی جس طرح ذکرالٰہی کے وقت رحمت کا نزول ہوتا ہے اسی طرح اللہ والوں کے ذکر کے وقت رحمت نازل ہوتی ہے، وللہِ الْحَمْدُ۔ دعاء ہے کہ اللہ تعالیٰ ہرسنی مسلمان کو اپنے نیک بندوں کا تذکرہ کرنے سننے اور لکھنے پڑھنے اوراس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

اہل اللہ کے ذکر کے فائدے:۔جس طرح اللہ تعالیٰ کے نیک اور برگزیدہ بندوں کی صحبت دنیا میں خیر وبرکت، آخرت میں سعادت ونجات کا ذریعہ ہے اسی طرح ان کے حالات کا پڑھنا اور سننا دارین میں سعادت مندی کا سبب ہوتا ہے۔اس لئے کہ اللہ کے محبوب بندوں کو من جانب اللہ ایسی تسخیری طاقت حاصل ہوتی ہے کہ جس پروہ توجہ فرمادیتے ہیں اس کی کایا پلٹ جاتی ہے، کافر ہے تو دولت ایمان سے مالامال ہوجاتا ہے، بے راہ رو ہے تو صراط مستقیم پر گامزن ہوجاتا ہے، گنہگار ہے نیکوکار بن جاتا ہے، اور تاریک دلوں کو چشم زدن میں تجلیات ربانی کا مخزن بنادیتے ہیں۔

حضرت شیخ المشائخ سیدنا فریدالدین عطار علیہ الرحمہ کی کتاب تذکرۃ الاولیاء کے صفحہ ۶ پر ہے کہ سیدنا شیخ بوعلی دقاق علیہ الرحمہ سے پوچھا گیا کہ اگر کوئی شخص اولیاء کرام کے حالات سنے اور پھر اس پر عمل نہ کرے، تو کیا صرف سن لینے سے اس کو کوئی فائدہ حاصل ہوسکتا ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں اس میں کئی فائدے ہیں، پہلی بات یہ ہوگی کہ اگر کسی بندہ میں معرفت الٰہی کی سچی طلب ہوگی تو اس کی طلب اور ہمت میں مزید اضافہ ہوگا۔دوسرا فائدہ یہ ہے کہ مغروروں کے غرور میں کمی آجائے گی (یعنی مغرور منکسر المزاج اور تواضع شعار بن جاتا ہے) تیسرا فائدہ یہ ہے کہ اگر بد باطن شخص نہیں ہے تو بذات خود اولیاء کرام کے حالات کا مطالعہ کرنیکا اس میں ذوق وشوق پیدا ہوگا۔

سرخیل اولیاء، سیدالطائفہ سیدنا جنید بغدادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دریافت کیا

گیا، کہ مرید کو پیر کے ذکر سے کیا فائدہ حاصل ہوتا ہے؟ اس کے جواب میں آپ نے فرمایا، کہ محبوبان خدا کا ذکر اللہ تعالیٰ کے لشکروں میں سے ایسا لشکر ہے جس کے ذریعہ مرید کو اعانت اور ٹوٹے ہوئے دل کو ڈھارس حاصل ہوتی ہے۔ (تذکرۃ الاولیاء صفحہ ۵٦۵) یعنی اللہ والوں کا ذکر خدائی فوج ہے جو مرید کو شیطانی وسوسوں سے بچا کر نیک کاموں میں مدد دیتا ہے، اور مرید جب حالات کی ستم ظریفیوں سے شکستہ دل ہو جاتا ہے تو مایوسی کے عالم میں امید کا سورج طلوع ہوتا ہے جس سے مرید کو اطمینان قلب اور روحانی سکون مل جاتا ہے، جس طرح لشکر ملک اور قوم کی حفاظت کرتا ہے اسی طرح مرید کی حفاظت و اعانت مرشد کا ذکر کرتا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے پاکباز بندوں کے حالات وارشادات میں بڑی اثر انگیزی اور مقناطیسی قوت ہوتی ہے، ان کے حالات دیکھ کر اور ارشادات سن کر انسانی قلوب ان کی طرف کھنچتے چلے جاتے ہیں تذکرۃ الاولیاء کے صفحہ ۵ پر سیدنا فریدالدین عطار علیہ الرحمہ فرماتے ہیں، کہ قرآن وحدیث کے بعد کسی کلام کو فضیلت وعظمت حاصل ہے تو وہ اولیاء کرام کے فرمودات ہیں کیونکہ ان حضرات کا کلام ہر قسم کی ریاکاری اور تصنع (بناوٹ) سے پاک اور عشق الٰہی سے معمور ہوتا ہے۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ ان کو علم لدنی عطا فرما کر وارث انبیاء بنا دیتا ہے۔ ذٰلِكَ فَضۡلُ اللّٰهِ يُؤۡتِيۡهِ مَنۡ يَّشَآءُ.

قرآن وحدیث اور اولیاء کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم کے ارشادات جو اوپر بیان ہوئے ہیں ان کو سامنے رکھ کر شیخ الاسلام والمسلمین، جامع شریعت وطریقت، تاجدار اہل سنت سیدی سرکار مفتی اعظم مولانا مصطفیٰ رضا قادری برکاتی رضوی بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے احوال واقوال کو دیکھا جائے تو پہلی نظر میں ہی یہ حقیقت کھل کر سامنے آجاتی ہے کہ حضور سرکار مفتئ اعظم علیہ الرحمۃ والرضوان کی پہلودار شخصیت ہر جہت سے کامل ومکمل ہے، ان کے دور میں کوئی ان کا ثانی نظر نہ آیا۔ وہ شریعت کے

ایسے جامع تھے کہ اکابر واصاغر تمام علماء نے بالاتفاق فقیہ بے مثال مفتئ اعظم عالم تسلیم کیا۔ اور خانقاہی نظام سے تعلق رکھنے والے مشائخ عظام اور صوفیاء کرام نے انھیں رئیس الاتقیاء، امام الاولیاء، قطب زمانہ اور غوث وقت مانا ہے۔ ماضی قریب میں ہندو پاک ودیگر ممالک میں سلسلۂ عالیہ قادریہ برکاتیہ کا سب سے زیادہ جو فروغ ہوا ہے وہ حضور مرشد کامل سیدی سرکار مفتئ اعظم علیہ الرحمہ کے توسط سے ہوا۔ آج بھی آپ کے خلفاء ومریدین لاکھوں کی تعداد میں دنیا کے مختلف علاقوں میں موجود ہیں۔ آپ کی ہر ہر ادا میں اتباع شریعت وسنت کا رنگ نمایاں تھا۔ اپنے زمانہ میں سب سے بڑے مرجع علماء وفقہا ہوتے ہوئے آپ نے بیعت وارشاد کے ذریعہ طریقت وتصوف کی جو خدمات کی ہیں وہ انہیں کا حصہ تھا۔ اس وقت کے اکابر علماء شریعت اور مشائخ طریقت آپ ہی کے دست حق پرست پر بیعت تھے۔ آپ قادری برکاتی اور رضوی فیضان کے سنگم تھے۔

سنت نبوی کے پیکر مفتئ اعظم: حضور سیدی سرکار مفتئ اعظم علیہ الرحمہ کی باکمال شخصیت کو جس حیثیت سے دیکھیں کامل ومکمل نظر آئے گی، اگر سلوک وعمل صالح کے اعتبار سے دیکھیں تو وہ پکے سچے مسلمان نظر آئیں گے، اگر یقین وعقیدے کی پختگی کے اعتبار سے دیکھیں تو وہ راسخ الایمان مومن دیکھائی دیں گے، اور ان میں۔ "اُولٰٓئِكَ كَتَبَ فِیْ قُلُوْبِهِمُ الْاِیْمَانَ" کا جلوہ نظر آئے گا، اور اگر ایمان کامل اور عمل صالح کے صحت مند امتزاج کی صورت میں دیکھیں گے تو وہ مرتبہ عرفان واحسان کی بلندیوں پر فائز المرام نظر آئیں گے۔ یہ سب کچھ اس لئے ہے کہ اتباع شریعت اور سنت نبوی کی سچی پاسداری آپ کی پاکیزہ زندگی کے لیل ونہار تھے، کھانا، پینا، اٹھنا بیٹھنا، سونا جاگنا، بولنا چالنا، چلنا پھرنا، لینا دینا، شفقت ومحبت، عداوت وشدت، غرض کہ ہر ہر ادا میں سنت نبوی کا گہرا رنگ پایا جاتا تھا۔ سیدنا خواجہ جنید بغدادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

فرماتے ہیں ''تمام مخلوق کے لئے اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کے راستے بند ہیں سوائے ان بزرگوں کے راستے کے جو سید عالم نبی اکرم ﷺ کی سنتوں پر عمل کرتے ہوئے ان کے نقش قدم پر چلے (کتاب خواجہ نظام الدین اولیاء صفحہ ۱۶) اس کتاب میں صفحہ ۱۹ پر سیدنا شیخ ابوعلی جوزانی کا یہ ارشاد منقول ہے ''اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کا سب سے صحیح اور محفوظ راستہ جو تمام شک وشبہ سے پاک ہے وہ سید عالم ﷺ کی سنتوں کی پیروی ہے، ایسی پیروی جو قول وفعل، عزم وارادہ اور نیت میں ہو، اسی طرح سیدنا شیخ ابوالعباس ابن عطاء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد گرامی ہے ''جس نے اپنے اوپر آداب سنت کو لازم کر لیا اللہ تعالیٰ اس کے دل کو نور معرفت سے روشن فرمادیتا ہے'' اور کوئی مقام حضور اکرم ﷺ کے احکام، افعال، اور اخلاق کی متابعت سے زیادہ عظمت والا نہیں ہے۔ اس حقیقت کو سیدی سرکار اعلیحضرت امام احمد رضا علیہ الرحمہ نے ایک شعر میں واضح فرمایا ہے ؎

تیرے غلاموں کا نقش قدم ہے راہ خدا
وہ کیا بہک سکے جو یہ سراغ لے کے چلے

غرض کہ حضور سیدی سرکار مفتئ اعظم ہند علیہ الرحمۃ والرضوان حامل علم شریعت، عامل سنت، واقف رموز معرفت، واصل مقام حقیقت تھے۔ آپ کی نگاہ کرامت مآب سے لاکھوں گم گشتگان راہ کو ہدایت اور بے چین دلوں کو راحت ملی۔ بلاشبہ آپ صراط مستقیم پر چلنے والوں کے لئے خضر راہ تھے۔ میں نے عرض کیا ہے ؎

تیری نگاہ سے ملتا ہے نور قلب ونظر
کہ تو ہے نوری اور نوری میاں کا نور نظر

فقیہ کس کو کہتے ہیں:۔ فقیہ کون ہے اور اس کی صفات کیا ہیں، اس تعلق سے علماء کرام کی مختلف رائیں ہیں، فقیہ کا ایک مفہوم سیدنا امام غزالی علیہ الرحمہ نے اپنی مشہور زمانہ کتاب احیاء العلوم میں بیان فرمایا ہے جو بڑی جامعیت کا حامل ہے، حضرت

علامہ مولانا محمد یامین صاحب مرادآبادی نے امام غزالی علیہ الرحمہ کے ان ارشادات کا خلاصہ رئیس القلم حضرت علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ کے مقدمۂ عجائب الفقہ کے حوالے سے اپنے ایک مضمون میں تحریر فرمایا ہے جو فقیہ ابن فقیہ مرتبہ ڈاکٹر محمد امجد رضا امجدی کے صفحہ ۱۶۹ پر موجود ہے۔

''فقیہ وہ ہے جو دنیا سے دل نہ لگائے، آخرت کی طرف ہمیشہ مائل رہے، دین میں کامل بصیرت رکھتا ہو، طاعات پر مداومت (ہمیشگی) کو اپنی عادت بنالے، کسی حال میں مسلمانوں کی حق تلفی برداشت نہ کرے، مسلمانوں کا اجتماعی مفاد ہر وقت اس کے پیش نظر رہے، مال کی طمع (لالچ) نہ رکھے، آفات نفسانی کی باریکیوں کو پہچانتا ہو، عمل کو فاسد کرنے والی چیزوں سے باخبر ہو، راہ آخرت کی گھائیوں سے واقف ہو، دنیا کو حقیر جانے اور ساتھ ہی اس پر قابو پانے کی قوت بھی رکھتا ہو، سفر و حضر، خلوت و جلوت ہر حال دل میں خوف الٰہی کا غلبہ ہو''

فقیہ کا یہ جامع معنی ہے جس کے آئینہ میں تاجدار اہلسنت کی ذات والا صفات کی نورانی تصویر صاف نظر آتی ہے۔ امام غزالی علیہ الرحمہ نے ایک فقیہ عالم ربانی کے جو اوصاف شمار کرائے ہیں وہ تمام کے تمام قطب عالم سرکار مفتیٔ اعظم علیہ الرحمہ میں بدرجۂ اتم موجود تھے اور آپ اپنے دور میں ان خوبیوں کے لحاظ سے ایک انفرادی شان رکھتے تھے،، میں نے عرض کیا ؎

واہ کیا مرتبہ اے مرشد اعلیٰ تیرا
ہر طرف اہل زمانہ میں ہے چرچا تیرا

غرض کے ہمارے مرشد برحق حضور سیدی سرکار مفتیٔ اعظم علیہ الرحمہ شریعت وطریقت کا مجمع البحرین تھے، حسن صورت وسیرت کا حسین مرقع تھے، شمع شبستان برکات تھے، گلستان رضا کے گل رنگیں ادا تھے، جن کا نقش قدم راہ خدا، جن کی آنکھوں

میں عرفانی ضیاء، جن کی پیشانی سے نورولایت ہویدا، جن کی ہر ہر ادا سنت مصطفیٰ، جن کا ذکر روحانی غذا، جن کی یادیں عرفانی مزا، جن کا تصور ذہنی انتشار کے لئے شفا، جن کا دیدار مریض عشق کی دوا، یہ ہیں نبیرۂ نقی علی اور ابن رضا عرض کیا ہے۔

وہی ہے مفتئ اعظم وہی ہے ابن رضا
حریم شرع میں گزرے ہیں جس کے آٹھوں پہر

ابتدائیہ

اَلْحَمْدُ لِوَلِیِّہٖ، وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی نَبِیِّہٖ وَعَلٰی آلِ مُحَمَّدِنِ الْمُصْطَفٰی وَصَحْبِہٖ أَجْمَعِیْنَ: أَمَّا بَعْدُ!

حضور سیدی، مرشدی، سرکار مفتی اعظم علیہ الرحمۃ والرضوان کے بارے میں آئندہ اوراق میں جو کچھ آپ پڑھیں گے وہ میرے اپنے ذاتی مشاہدات اور تاثرات ہیں جو میری آنکھوں نے دیکھا اور میرے دل نے اس کا اثر قبول کیا۔ بس انھیں باتوں کو میں نے اپنے لفظوں میں پیش کر دیا ہے۔ اِدھر اُدھر کی روایات و حکایات سے حتی الامکان بچنے کی کوشش کی ہے۔ یہ اس لئے کہ آج کل اکثر دیکھا جاتا ہے کہ ''پیراں نمی پرند مریداں می پرانند'' بات کچھ اور ہوتی ہے، مگر یاران خوش فہم اتنا بڑھا چڑھا کر بیان کرتے ہیں کہ حقیقت کا چہرہ مسخ ہو کر رہ جاتا ہے اور حقیقت افسانہ بن جاتی ہے۔ اس لئے میں نے اپنے ہی مشاہدات و تاثرات کو قلم بند کرنے میں خیریت سمجھی ہے۔

تاجدار اہل سنت، آقائے نعمت، مرشدی و مولائی سرکار مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ والرضوان کی خدمت بابرکت میں فقیر کو برسوں رہنے کا موقعہ ملا، اگر اول تا آخر اپنے تمام مشاہدات کو قلم بند کر لیتا تو ایک دفتر عظیم تیار ہو جاتا مگر حضرت والا کی حیات بابرکات میں یہ خیال ہی نہیں تھا کہ حضرت والا مرتبت کی زندگی کے شب و روز صفحۂ قرطاس پر منتقل کر لئے جائیں۔ اس وقت ایسا لگتا تھا کہ حضرت والا ہمارے درمیان اسی طرح موجود رہیں گے۔ ذہن نے آپ کی جدائی کے بارے میں کبھی سوچا ہی نہیں، لیکن جب حضرت والا نے داعی اجل کو لبیک کہا اس وقت آنکھیں کھلیں اور

احساس بیدار ہوا مگر ”اب پچھتاوے کا ہوت ہے، جب چگ گئیں چڑیا سارا کھیت“ میں اپنی اس غفلت وکوتاہی اور بے پرواہی پر آج تک پچھتا رہا ہوں اور اس کو اپنی زندگی کا سب سے بڑا نقصان تصور کرتا ہوں۔ بہرحال جو ہونا تھا ہو گیا ”گیا وقت پھر ہاتھ آتا نہیں“ پھر بھی میں نے کوشش شروع کر دی کہ بھولی بسری یادوں کو جو ذہن کے گوشوں میں قصۂ پارینہ کی طرح محفوظ ہیں انہیں جمع کر دوں، چنانچہ اپنے حافظہ پر زور ڈالتا رہا، کچھ باتیں یاد آتی رہیں اور ان کو موقعہ بموقعہ لکھتا چلا گیا، یہاں تک کہ ایک چھوٹا مگر قیمتی علمی اور روحانی گلدستہ بنام ”تابش انوار مفتی اعظم“ علیہ الرحمہ سج گیا جو آپ کے ہاتھوں کی زینت ہے، امید ہے کہ آپ پسند فرما کر دعاؤں سے نوازیں گے۔

اس رسالہ میں جو باتیں ذکر کی گئیں ہیں وہ بظاہر معمولی اور سیدھی سادی ہیں مگر اہل نظر اور ارباب فکر جب ان پر سنجیدگی سے غور کریں گے، تو ان کو حضور سیدی مفتی اعظم علیہ الرحمۃ والرضوان کی سادہ زندگی کے بانکپن میں اتباع شریعت کی سرمستیاں، روحانی اقدار کی نیرنگیاں اور علم وآگہی کی نکتہ سنجیاں نظر آئیں گی۔ آپ کی ہر ادا سنت نبوی کی آئینہ دار تھی۔ آپ کے جلال وجمال ہر حال سے للہ فی اللہ کا جلوہ آشکار تھا۔ آپ کی رفتار وگفتار میں علمی ادبی وقار تھا غرض ایسا فرد حق آگاہ اور مرد خوش اوقات دیکھنے میں کم آیا ”خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را“

فقط

گدائے قادری

محمد مجیب اشرف رضوی غفرلہ

مورخہ ۲۰ صفر المظفر ۱۴۳۶ھ مطابق ۱۳ دسمبر ۲۰۱۴ء روز شنبہ

حضور مفتئ اعظم سے فقیر کی پہلی ملاقات
سرکار مفتئ اعظم کی حج وزیارت کے لئے روانگی
اور
حضور صدر الشریعہ کا وصال مبارک

میں بچپن ہی سے اسیر حضور مفتی اعظم ہوں، جبکہ میری عمر ۱۱ یا ۱۲ سال کی تھی، میری اسیری اور حضرت والا کے چہرۂ زیبا کی اولین زیارت کے اسباب کی کڑیاں حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان کے وصال شریف سے جڑی ہوئی ہیں۔ اس لئے مختصراً اس کا ذکر کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے۔

ہوا یہ کہ فقیہ اعظم ہند، مصنف بہار شریعت، حضور صدر الشریعہ، علامہ مفتی حکیم ابو العلا محمد امجد علی اعظمی خلیفۂ اعلیٰ حضرت علیہما الرحمۃ والرضوان اور سند الفقہاء، سرکار مفتی اعظم ہند حضرت العلام مولانا محمد مصطفیٰ رضا خاں صاحب بریلی علیہ الرحمۃ والرضوان، ان دونوں بزرگوں نے ۱۳۶۷ھ، ۱۹۴۸ء میں ایک ساتھ حرمین طیبین کے لئے حج وزیارت پر جانے کا پروگرام بنایا، جب دیار محبوب کے لئے روانگی کا مبارک ومسعود وقت آ گیا، تو سرکار سیدی مفتی اعظم علیہ الرحمۃ والرضوان بریلی شریف سے، اور حضور سیدی سرکار صدر الشریعہ مولانا امجد علی صاحب اعظمی مصنف بہار شریعت علیہ الرحمۃ والرضوان اپنے وطن مالوف گھوسی شریف ضلع اعظم گڑھ (موجودہ ضلع مئو) سے بذریعہ ٹرین بمبئی کے لئے روانہ ہوئے۔

روانگی کے روز حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان کو بخار آ گیا تھا، اسی بخار

کی حالت میں آپ نے اپنا سفر شروع فرمایا، بمبئی پہنچ کر بخار نے اتنی شدت اختیار کرلی کہ اکثر اوقات غشی طاری رہنے لگی، کبھی کبھی درمیان میں معمولی افاقہ ہوجاتا تو آپ بات چیت فرمالیتے تھے، معالجین نے بہت کوشش کی مگر کوئی تدبیر کارگر ثابت نہ ہوئی، اور ہوا وہی جو کاتب ازل نے تقدیر میں لکھ دیا تھا "مرضی مولیٰ از ہمہ اولیٰ" جہاز کی روانگی تک حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان کی یہی کیفیت رہی۔

جس روز حجاج کرام کا بحری جہاز اپنے خوش نصیب مسافروں کو لیکر جدہ شریف کے لئے بمبئی گودی سے روانہ ہونے والا تھا، اسی دن صبح کے وقت حضور مرشدی مفتئ اعظم ہند علیہ الرحمۃ والرضوان، اپنے رفیق سفر، حضور صدر الشریعہ سے آخری ملاقات کے لئے تشریف لائے، اس وقت طبیعت میں قدرے افاقہ تھا دونوں بزرگ بادیدہ نم ملے، سلام ومصافحہ کے بعد آپس میں دونوں حضرات نے کچھ گفتگو فرمائی، پھر تھوڑی دیر کے بعد حضور مفتئ اعظم علیہ الرحمۃ والرضوان نے جانے کی اجازت چاہی، حضور صدر الشریعہ نے اپنے معزز رفیق سفر کو بادیدہ نم اس طرح رخصت فرمایا کہ گویا یہ آخری ملاقات ہے، اور ہوا بھی ایسا ہی یہ ملاقات آخری ملاقات ہی ثابت ہوئی۔

دو/ذوقعدہ ۱۳۶۷ھ کو رات میں حجاج کرام کو لیکر جہاز بمبئی سے جدہ کی طرف روانہ ہوا، اسی جہاز میں حضور مفتی اعظم ہند اور حضور صدر الشریعہ علیہما الرحمہ کی سیٹیں بک تھیں علالت کی وجہ سے حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان کی سیٹ کینسل کرنی پڑی، اور پروگرام کے مطابق سرکار مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ والرضوان دیار محبوب کی طرف روانہ ہوگئے، اِدھر بحری جہاز سطح سمندر کو چیرتا ہوا حجاز مقدس کی طرف روانہ ہوا، اُدھر مدینے کے مسافر امجد باوفا کے طائر روح نے جسد عنصری کے "رن وے" سے پرواز کر کے فضائے روحانی کو چیرتا ہوا چشم زدن میں اپنے محبوب شہنشاہ حجاز کے حریم ناز میں باریابی کا شرف حاصل کرلیا، اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ.

رئیس القلم حضرت علامہ ارشد القادری صاحب قبلہ علیہ الرحمۃ والرضوان جو وہاں موجود تھے، آپ نے برجستہ یہ شعر موزوں کیا واہ واہ سبحان اللہ کیا موزوں شعر ہے ؎

مدینے کا مسافر ہند سے پہنچا مدینے میں
قدم رکھنے کی نوبت بھی نہ آئی تھی سفینے میں

سرکار مفتی اعظم علیہ الرحمۃ والرضوان کو مکہ مکرمہ میں خبر مل چکی تھی کہ حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان کا وصال ہو گیا ہے، جب آپ سفر حج وزیارت سے واپس ہندوستان تشریف لائے، تو چند دن بریلی مکان پر رک کر آپ نے گھوسی تشریف لانے کا پروگرام بنالیا، بریلی شریف سے اطلاع آئی کہ فلاں تاریخ کو حضرت گھوسی پہنچ رہے ہیں، چنانچہ صفر المظفر ۱۳۶۸ھ ۱۹۴۸ء کے پہلے ہفتہ میں کسی تاریخ کو حضور والا سرکار صدر الشریعہ کی تعزیت کی غرض سے گھوسی تشریف لائے۔

خبر ملتے ہی کہ حضرت والا گھوسی تشریف لا رہے ہیں، اطراف واکناف کے مسلمانوں میں خوشی کی لہر دوڑ گئی، آپ کی آمد کے دن صبح ہی سے لوگوں کے آنے کا تانتا بندھ گیا تھا، ادری، مئو، مبارک پور، محمد آباد، خیر آباد، جین پور، سکڑی اور اطراف وجوانب کے ہزاروں مسلمان اپنے رہنماء، شہزادۂ اعلیٰ حضرت، تاجدار اہل سنت حضور مفتئ اعظم ہند علیہ الرحمۃ والرضوان کی زیارت اور ان کے استقبال کے لئے گھوسی اسٹیشن پر پہنچ گئے، پورا ریلوے پلیٹ فارم لوگوں سے کھچا کھچ بھرا ہوا تھا، جب ٹرین پلیٹ فارم پر آ کر رُکی اس وقت نعرہائے تکبیر ورسالت سے پوری فضاء گونج اٹھی، میں بھی اپنے والد گرامی حضرت الحاج محمد حسن صاحب علیہ الرحمہ کے ہمراہ وہاں موجود تھا، حضرت والا کو ٹرین کے ڈبے سے نیچے اترتے ہوئے دیکھا، اور دیکھتا ہی رہ گیا، ایسا بارعب، پرنور چہرہ میں نے پہلی بار دیکھا تھا میں نے والد مرحوم سے پوچھا یہ کون ہیں ابا حضور نے فرمایا بیٹا یہ بڑے مولانا صاحب ہیں، بریلی سے آئے ہیں، اس وقت میری عمر ۱۱/۱۲ سال کی تھی۔

اسٹیشن پر علماء کرام کی خاصی تعداد موجود تھی، حضور حافظ ملت، میرے دونوں ماموں حضرت شیخ العلماء مولانا غلام جیلانی صاحب، رئیس الاذکیاء حضرت مولانا حکیم غلام یزدانی صاحب شیخ الحدیث دارالعلوم مظہر اسلام بریلی شریف، شارح بخاری استاذ گرامی حضرت مولانا مفتی شریف الحق صاحب صدر المدرسین دارالعلوم اہل سنت شمس العلوم گھوسی، حضرت مولانا محمد سالم صاحب، حضرت مولانا محمد رمضان صاحب، استاذ محترم حضرت مولانا محمد سعید صاحب فتح پوری، حضرت مولانا ڈاکٹر ابوالبرکات صاحب، حضرت مولانا سید منظور صاحب، حضرت مولانا مفتی مجیب الاسلام صاحب قبلہ مدظلہ العالی وغیرھم علیہم الرحمہ ان کے علاوہ اور بھی بہت سے علماء کرام تھے مگر میں ان کو نہیں پہچانتا تھا، جن حضرات کو جانتا تھا ان کے نام ذکر کردیئے ہیں غرض حضرت والا مرتبت علماء و مشائخ اور اپنے شیدائیوں کے جلوس کے ساتھ نعرہائے تکبیر و رسالت کی گونج میں پیدل قادری منزل کی طرف روانہ ہوئے، راستہ میں آپ نے فرمایا کہ پہلے حضرت صدر الشریعہ کے مزار پر چلیئے فاتحہ پڑھ کر پھر قیام گاہ پر جائیں گے، اس لئے پہلے مزار شریف پر حاضری دی پھر قادری منزل حضور صدر الشریعہ کے دولت کدہ پر تشریف لے گئے اس وقت صدر الشریعہ اپنے پرانے مکان محلہ کریم الدین پور میں رہا کرتے تھے اور حج کیلئے اسی مکان سے روانہ ہوئے تھے، مگر حضرت کی قیام گاہ قادری منزل بڑا گاؤں بازار میں رکھی گئی تھی، غالباً دو روز تک حضرت والا کا قیام گھوسی میں رہا۔

اسٹیشن پر ہجوم کی وجہ سے ہم باپ بیٹے حضرت والا سے ملاقات نہیں کرسکے تھے، اس لئے والد گرامی مجھے لیکر عشاء کی نماز کے بعد قادری منزل پہنچے، اس وقت لوگوں کی بھیڑ بھاڑ بہت کم ہوگئی تھی، ملاقات بہت آسانی کے ساتھ ہوگئی، حضرت والا ایک کمرے میں مسند سے ٹیک لگائے بیٹھے تھے، والد صاحب مرحوم نے حضرت سے سلام اور مصافحہ کیا حضرت نے خیریت دریافت کی اور بیٹھنے کا اشارہ فرمایا، والد

صاحب نے میرا ہاتھ پکڑ کر حضرت والا کی خدمت میں پیش کر دیا اور عرض کی حضور یہ غلام زادہ مجیب اشرف ہے، مولانا غلام یزدانی صاحب کا بھانجہ ہے حضور اس کے لئے علم وعمل اور برکت کی دعاء فرمادیں، میں نے حضرت سے سلام کیا اور مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھایا حضرت نے کرم فرمایا اور میرا ہاتھ اپنے دست کرم میں پکڑ لیا اور فرمایا بیٹھ جاؤ، حکم پا کر بیٹھ گیا، حضرت نے اپنا دست کرم میرے سر پر رکھا اور خوب دعائیں دیں اور فرمایا اللہ تعالیٰ اس بچے کو عالم باعمل بنائے اور رزق واسع عطا فرمائے (آمین) میں اس وقت مدرسہ شمس العلوم گھوسی میں زیر تعلیم تھا اور گلستاں، بوستاں وغیرہ پڑھ رہا تھا۔

دست کرم کا روحانی اثر:۔ ابھی تک میں کسی کا مرید نہیں ہوا تھا، اور نہ ہی کبھی مرید ہونے کا خیال آیا، اور کم عمر ہونے کی وجہ سے یہ بھی نہیں معلوم تھا کہ پیری مریدی کیا ہوتی ہے، مرید ہونے سے کیا فائدہ ہے؟ پیر کیسا ہونا چاہیئے؟ کم عمری میں عام طور پر بچوں کو اس قسم کے خیالات آتے بھی نہیں یہ زمانہ کھیلنے کھانے کا ہوتا ہے، کچھ اپنا حال بھی ایسا ہی تھا، باوجود اس کے جب حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ والرضوان نے اپنا دست کرم میرے سر پر رکھا اور دعائیں دیں، یقین جانیئے میرے دل کی دنیا بدل گئی، اس وقت کیف وسرور سے قلب وجگر معمور ہو گئے، اور دل نے گواہی دی کہ یہ کوئی بہت بڑے عالم اور بزرگ ہیں، ان کے ساتھ رہ کر ان کی خدمت کرنی چاہیئے، پھر میں سوچنے لگا کہ اگر میں ان کے ساتھ رہ کر ان کی خدمت کروں تو کیا میرے گھر والے مجھے اس کی اجازت دیں گے، اگر گھر والے اجازت دے بھی دیں تو یہ بزرگ مجھے اپنی خدمت کے لئے قبول فرمائیں گے؟ اس طرح کے اور بھی خیالات دل میں آتے رہے، اسی وقت یہ خیال بھی پیدا ہوا کہ بریلی چل کر تعلیم حاصل کرنی چاہیئے، اپنی تعلیم بھی مکمل ہو جائے گی اور اسی بہانے حضرت والا کی خدمت کا موقعہ بھی مل جائے گا۔

چنانچہ دوسرے روز ہی میں نے والد گرامی سے اپنے اس خیال کا اظہار بھی

کردیا، جب میں نے بریلی شریف جانے کا ارادہ ظاہر کیا تو والد گرامی نے فرمایا، بیٹا ابھی تمہاری عمر کم ہے اتنی دور جانا مناسب نہیں ہے، یہیں گھوسی میں رہ کر تعلیم کا سلسلہ جاری رکھو، بعد میں دیکھا جائیگا، والد صاحب کا یہ جواب سن کر میں بھی خاموش ہو گیا، لیکن بریلی شریف جانا ہے یہ بات دل میں گھر گئی تھی۔

اسی لئے جب بھی کوئی صاحب پوچھتے کہ تم تعلیم حاصل کرنے کہاں جاؤ گے، تو میں کہتا بریلی شریف، آخر کار ایک روز بریلی شریف پہونچ ہی گیا، اور وہیں رہ کر حضرت والا کے مدرسہ دارالعلوم مظہر اسلام مسجد بی بی جی بریلی شریف میں تعلیم کی تکمیل کی اور ۱۹۵۷ء میں فراغت حاصل کی۔

میں اس وقت جو کچھ بھی ہوں یہ سب صدقہ ہے میرے سرکار حضور سیدی مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ والرضون کی نگاہ کرم اور دعاؤں کا، ۱۱ ر سال کی عمر میں فقیر کے سر پر اپنا دست کرم رکھ کر حضرت بابرکت نے جو دعا فرمائی تھی اس کا روحانی اثر آج تک اپنی زندگی کے ہر شعبے میں محسوس کرتا ہوں، اسی سے متاثر ہو کر میں نے عرض کیا ہے ؎

تیری نگاہ سے ملتا ہے نور قلب ونظر
کہ تو ہے نوری اور نوری میاں کا نور نظر

کرم گستری:۔ ۱۹۵۷ء میں جب میری فراغت ہوئی اس وقت حسب معمول تمام فارغ ہونے والے چالیس طلبہ کو جبہ و دستار اور سند سے نوازا گیا، مگر حضرت سیدی مرشدی سرکار مفتئ اعظم علیہ الرحمۃ والرضوان کی فقیر راقم الحروف محمد مجیب اشرف رضوی پر کرم گستری دیکھئے، کہ درالعلوم کی طرف سے جو جبہ و دستار ملتی ہے اس کے علاوہ ایک جبہ اور دستار مزید براں عطا ہوا، اور کرم بالائے کرم یہ ہوا کہ دارالعلوم کی سند کے علاوہ اپنی خاص سند حدیث مرحمت فرمائی، نیز فقیر کی سند پر حضور محدث اعظم ہند ابوالمحامد سید محمد اشرفی الجیلانی کچھوچھوی علیہ الرحمۃ والرضوان نے اپنا دستخط کرتے ہوئے پہلے یہ

جملہ تحریر فرمایا پھر اپنا دستخط ثبت فرمایا ''الحمد للہ المجید کہ حق بحق دار رسید''
فقیر اپنے بزرگوں کی ان کرم فرمائیوں پر جتنا ناز کرے کم ہے، ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ.

میڈیکل اسٹور میں تشریف فرمائی:۔ فقیر راقم الحروف نے ۱۹۶۸ء میں نیو لائف میڈیکل اسٹور کے نام سے دکان شروع کی، اور حضرت والا ۱۹۶۹ء میں ناگپور تشریف لائے، میری دکان سے متصل مسجد میر عزیز ہے عصر کی نماز کے لئے حضرت والا اسی مسجد میں تشریف لائے آپ کی کار دکان کے سامنے کھڑی تھی، نماز کے بعد حضرت قبلہ گاڑی کے پاس تشریف لائے اور میڈیکل اسٹور کی طرف نگاہ کرم اٹھا کر دکان کو دیکھنے لگے، حضرت العلام مفتی غلام محمد خان صاحب بول اٹھے کہ حضور یہ دکان مولانا مجیب اشرف صاحب کی ہے، یہ سن کر حضرت نے مسکراتے ہوئے فرمایا ''اچھا ہمارے مولانا بیوپاری بھی ہیں'' میں نے عرض کی حضور دعاء فرمادیں، حضرت بلا تأمل دکان میں تشریف لائے اور کیش کاؤنٹر پر رونق افروز ہوئے، اور دیر تک دعائے خیر و برکت سے سرفراز فرمایا اور اٹھتے وقت جیب سے گیارہ روپئے نکال کر پیسوں کے دراز میں اپنے دست مبارک سے رکھدیا اور فرمایا اللہ تعالیٰ برکت عطا فرمائے، پھر تشریف لے گئے، حضور والا کی دعاء کی برکت کا یہ اثر ہوا کہ اس روز سے لیکر آج تک ترقی ہی ترقی ہے۔

دعاؤں میں ان کی یہ تاثیر دیکھی
بدلتی ہزاروں کی تقدیر دیکھی

تاجدار اہل سنت علیہ الرحمہ کے مختصر خاندانی حالات

محمد سعید اللہ خاں صاحب :۔ تاجدار اہل سنت، سیدی سرکار مفتی اعظم ہند، حضرت العلام، مولانا محمد مصطفیٰ رضا خاں صاحب قادری، برکاتی، نوری، بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کے آباء واجداد قندھار افغانستان کے معزز قبیلے "بڑھچ" کے پٹھان تھے، جو مغلیہ حکومت کے زمانہ میں لاہور آئے، اور حکومت کے معزز عہدوں پر فائز ہوئے، شاہان مغل کی حکومت میں "شش ہزاری" کا عہدہ بہت اعلیٰ اور ممتاز ہوا کرتا تھا، حضرت والا مرتبت سرکار مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ والرضوان کے جد اعلیٰ، حضرت محمد سعید اللہ خاں صاحب اسی شش ہزاری کے ممتاز عہدے پر فائز تھے اور حکومت وقت کی طرف سے ان کو "شجاعت جنگ" کا اعلیٰ خطاب عطا کیا گیا تھا۔

سعادت یار خاں صاحب :۔ جناب محمد سعید اللہ خاں صاحب کے صاحبزادے "سعادت یار خاں صاحب" تھے، جن کو حکومت وقت کی طرف سے ایک مہم سر کرنے کے لئے، علاقہ روہیل کھنڈ بھیجا گیا تھا، فتح یابی پر ان کو بریلی کا صوبیدار بنانے کے لئے شاہی فرمان جاری کیا گیا، لیکن وہ فرمان ایسے وقت آیا جب آپ بستر مرگ پر تھے۔

اعظم خاں صاحب اور برادران :۔ جناب سعادت یار خاں صاحب کے تین صاجزادگان تھے، (۱) اعظم خاں (۲) معظم خاں (۳) مکرم خاں، بڑے صاحب زادے حضرت اعظم خاں صاحب نے مستقل طور پر بریلی میں سکونت اختیار کرلی، اور تاریک الدنیا ہوکر گوشہ نشین ہوگئے، رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

حافظ کاظم علی خاں :۔ حضرت اعظم خاں صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے صاجزادے حضرت حافظ کاظم علی خاں صاحب علیہ الرحمہ تھے، جو بڑے وضع دار اور

آن بان کے مالک تھے، دینی اور دنیاوی دونوں اعتبار سے آپ صاحب اثر بزرگ تھے، اپنے وقت میں آپ بدایوں شہر کے تحصیلدار یعنی کلکٹر تھے۔

حضرت شاہ رضا علی صاحب:۔ حضرت حافظ محمد کاظم علی خاں صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے صاجزادے عالی وقار، قطب الدیار، حضرت العلام مفتی شاہ رضا علی خاں صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تھے۔ جو علم القرآن، علم التفسیر، علم الحدیث، اور علم الفقہ میں کامل مہارت رکھتے تھے، علم ظاہری کے ساتھ زہد وتقویٰ، توکل وقناعت، تواضع وانکساری، اور تجرید وتفرید میں آپ یگانہ روزگار تھے، غرض کہ آپ زبردست عالم باعمل اور صاحب کرامت بزرگ تھے، کتابوں میں آپ کے کشف وکرامت کے بہت سے واقعات مذکور ہیں۔

حضرت مولانا نقی علی خانصاحب:۔ قدوۃ السالکین، سید العارفین، حضرت مولانا رضا علی خان صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے صاحب زادے خاتم المحققین، حضرت العلام مولانا مفتی نقی علی خان صاحب، قادری، برکاتی علیہ الرحمہ تھے، جن کے بارے میں، مجدد اعظم، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا علیہ الرحمۃ والرضوان نے آپ کی کتاب ”جواہر البیان فی اسرار الارکان“ کے دیباچہ میں تحریر فرماتے ہیں۔

وہ جناب فضائل مآب، تاج العلمآء، رأس الفضلآء، حامئ سنت ماحئ بدعت، بقیة السلف، حجة الخلف، رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سلخ جمادی الآخریا غرۂ رجب ۱۲۴۶ھ کو رونق افزائے دار دنیا ہوئے، اور اپنے والد ماجد، مولائے اعظم، عارف باللہ، صاحب کمالات باہرہ وکرامات ظاہرہ حضرت مولانا رضا علی خان صاحب ”رَوَّحَ اللّٰهُ رُوْحَهٗ وَنَوَّرَ ضَرِيْحَهٗ“ سے اکتساب علوم فرمایا، بحمد اللہ۔ منصب شریف علم کا پایہ ذروۂ علیا کو پہونچا، جو دقت انظار وجدت افکار، فہم صائب ورائے ثاقب حضرت حق جل مجدہ نے انھیں عطا فرمائی تھی ان دیار وامصار

میں اس کی نظیر نظر نہ آئی فراست صادقہ کی یہ حالت تھی کہ جس معاملہ میں جو کچھ فرمایا وہی ظہور میں آیا۔

علاوہ بریں سخاوت، شجاعت، علوّ ہمت، کرم ومروت، صدقات خفیہ، میراث جلیہ، بلندئی اقبال، دبدبہ واجلال، حکام سے عزلت، رزق موروث پر قناعت وغیرہ فضائل جلیلہ وخصائل جمیلہ کا حال وہی جانتا ہے جس نے اس جناب کی برکت صحبت سے شرف پایا۔

یہ ہیں رئیس الاتقیاء، قدوۃ العلماء حضرت مفتی نقی علی خانصاحب علیہ الرحمہ، جو والد گرامی ہیں امام اہل سنت، مجدد ملت، سیدی سرکار اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان کے، آپ کی شادی اسفند یار صاحب کی بڑی صاحبزادی حسینی خانم سے ہوئی۔ جن سے حسب ذیل اولادیں ہوئیں (۱) امام اہل سنت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں صاحب (۲) استاذ زمن حضرت مولانا حسن رضا خانصاحب (۳) حضرت مولانا محمد رضا خانصاحب رضوان اللہ تعالیٰ علیھم اجمعین (مولانا محمد رضا خانصاحب حضور مفتی اعظم کے خسر ہیں) (۴) حجاب بیگم (۵) احمدی بیگم (۶) محمدی بیگم۔

امام احمد رضا علیہ الرحمہ:۔ رئیس الاتقیاء حضرت مولانا نقی علی خان صاحب علیہ الرحمہ کے تینوں صاحب زادے علم وفضل میں اعلیٰ مقام رکھتے تھے، مگر ان میں بڑے صاحبزادے امام احمد رضا علیہ الرحمہ کو جو عالمگیر شہرت حاصل ہوئی وہ کسی کو حاصل نہیں ہوئی۔ "ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاءُ" یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جسے چاہے اپنے کرم سے عطا فرمائے، سیدنا امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمہ کی ہمہ جہت زندگی کے مختلف پہلوؤں پر آج تک اتنی کتابیں لکھی جاچکی ہیں کہ اگر ان سب کو جمع کیا جائے تو ایک لائبریری ہوجائے۔ دوست ودشمن سبھی آپ کے علم وفضل اور تحقیق وتدقیق کے قائل ہیں۔ اس لیئے یہاں مزید کچھ لکھنے کی ضرورت نہیں "عیاں راچہ بیاں"۔

اعلیٰ حضرت کا عقد نکاح :۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا علیہ الرحمہ کی شادی خانہ آبادی ۱۲۹۱ھ میں جناب افضل حسین صاحب عثمانی کی بڑی صاحبزادی ''ارشاد بیگم'' سے ہوئی۔ جناب افضل حسین صاحب کے والد ماجد کا نام شیخ احمد حسین تھا جو سیدنا عثمان غنی خلیفۂ ثالث رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد سے تھے۔

اولاد :۔ سیدنا امام احمد رضا علیہ الرحمہ کی سات اولادیں ہوئیں (۱) حجۃ الاسلام حضرت العلام مولانا حامد رضا خانصاحب (۲) تاجدار اہل سنت حضور مفتی اعظم ہند مولانا محمد مصطفیٰ رضا خاں صاحب علیہما الرحمۃ والرضوان اور پانچ صاحبزادیاں (۳) مصطفائی بیگم (۴) کنیز حسن (۵) کنیز حسین (۶) کنیز حسنین (۷) مرتضائی بیگم۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا علیہ الرحمہ کے دونوں شہزادے اپنے والد بزرگوار کے سچے وارث اور جانشین تھے اور علم وعمل، فضل وکمال میں بہت بلند مقام پر فائز تھے۔ خالق حسن وادا جل مجدہ نے دونوں شہزادوں کو حسن صوری ومعنوی سے خوب خوب نوازا تھا۔ (ماخوذ از حیات اعلیٰ حضرت، از ملک العلماء فاضل بہاری علیہ الرحمہ)

حضرت حجۃ الاسلام :۔ صاحب الفضیلۃ، حجۃ الاسلام، حضرت العلام، الشاہ مولانا حامد رضا خانصاحب علیہ الرحمہ ربیع النور ۱۲۹۲ھ ۱۸۷۵ء کو بمقام بریلی شریف پیدا ہوئے۔ آپ کی تعلیم وتربیت، اعلیٰ حضرت کی نگرانی میں ہوئی۔ ۱۹ر سال کی عمر میں تمام علوم وفنون متداولہ کی تکمیل فرمائی اور دستار فضیلت سے نوازے گئے۔ آپ کی شخصیت اتنی پرکشش تھی کہ بہت سے غیر مسلم آپ کا چہرہ دیکھ کر مشرف بہ اسلام ہوگئے۔

عربی، فارسی اور اردو زبانوں پر آپ یکساں طور پر مہارت تامہ رکھتے تھے۔ فصاحت وبلاغت اور زبان میں شگفتگی اور سلاست آپ کا طرۂ امتیاز تھا، جب زیارت حرمین شریفین کیلئے تشریف لے گئے تو علماء عرب نے آپ کے علم وفضل کے ساتھ ساتھ عربی زبان پر قادر الکلامی کو خراج تحسین پیش فرمایا۔ آپ کہنہ مشق مفتی، عظیم فقیہ،

بہترین مدرس، باکردار منتظم، خوش کلام خطیب اور بے باک مناظر تھے۔ غرض کہ آپ کی عظیم شخصیت بے شمار خوبیوں کی جامع تھی اپنے چھوٹے بھائی حضور مفتی اعظم ھند سے عمر میں ۱۸ر سال بڑے تھے۔

وصال شریف :۔ حضور حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خانصاحب کا وصال مبارک ۷۰ر سال کی عمر میں ۱۷ر جمادی الاولیٰ ۱۳۶۲ھ مطابق ۲۳ر مئی ۱۹۴۳ء کو نماز پڑھتے ہوئے تشہد کی حالت میں بوقت شب دس بجکر ۴۵ر منٹ پر ہوا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ، آپ کی نماز جنازہ آپ کے محبوب شاگرد و خلیفہ مجاز حضور محدث پاکستا مولانا سردار احمد صاحب علیہ الرحمۃ والرضوان نے مجمع کثیر میں پڑھائی۔ آپ کا مزار مبارک والد ماجد حضور سیدی سرکار اعلیٰ حضرت امام احمد رضا علیہ الرحمہ کے پہلو میں خانقاہ رضویہ محلہ سوداگران، بریلی شریف میں ہے ۔

حضور روضہ ہوا جو حاضر، تو اپنی سج، دھج یہ ہوگی حامد
خمیدہ سر، بند آنکھیں، لب پر میرے درود و سلام ہوگا

اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ اپنے لخت جگر کے بارے میں فرماگئے ہیں ۔

حَامِدٌ مِنِّیْ اَنَا مِنْ حَامِدٍ
حَمْد سی ھَمْد کماتے یہ ہیں

اس شعر کا مطلب یہ ہے کہ حامد رضا مجھ سے ہے یعنی میرا فرزند ہے اور میں حامد سے ہوں، یعنی حامد رضا سے میرا مشن اور میری نسل چلے گی، دوسرے مصرع میں حَمْدُ بڑی "ح" سے اس کا معنی تعریف اور خوبی کے ہے۔ "ھَمْدُ" چھوٹی "ہ" سے اسکا معنی موت، سکتہ اور زبان کا بند ہوجانا ہے۔

دوسرے مصرع کا مطلب یہ ہوا کہ حامد رضا کی تعریف سن کر اور خوبیاں دیکھ کر گمراہوں پر موت اور سکتہ طاری ہوجاتا ہے اور ان کی زبانیں بند ہوجاتی ہیں۔ یہ بھی

اعلیٰ حضرت کی کرامت ہے کہ آپ کے ارشاد کے مطابق "حَامِدٌ مِنِّیْ اَنَا مِنْ حَامِدٍ" کا جلوہ ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں، کہ حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا علیہ الرحمہ سے اعلیٰ حضرت کی نسل چلی۔ حضرت حجۃ الاسلام کے دو صاحبزادے (۱) مفسر اعظم ہند حضرت مولانا ابراہیم رضا خانصاحب عرف جیلانی میاں (حضور مفتی اعظم علیہ الرحمہ کے بڑے داماد اور تاج الشریعہ حضرت علامہ اختر رضا خاں صاحب ازہری دامت برکاتہم العالیہ کے والد گرامی) (۲) حضرت مولانا حماد رضا خان صاحب، عرف نعمانی میاں علیہما الرحمۃ والرضوان)

حضرت مولانا ابراہیم رضا خانصاحب مفسر اعظم ہند کی اولاد نرینہ سے اعلیٰ حضرت کی نسل کا سلسلہ جاری ہے۔

ع احمد رضا کا تازہ گلستاں ہے آج بھی

پیکر رشد وہدایت کی ولادت باکرامت

قطب مارہرہ کی بشارت، شہزادۂ امام اہل سنت سیدی سرکار مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ والرضوان کی ولادت باسعادت ۲۲/ذوالحجہ ۱۳۱۰ھ مطابق ۱۸/جولائی ۱۸۹۲ء دوشنبہ مبارکہ (پیر) کے دن محلہ سوداگران بریلی شریف میں ہوئی، اس وقت آپ کے والد گرامی سیدنا اعلیٰ حضرت عظیم البرکت امام احمد رضا علیہ الرحمہ مارہرہ مقدسہ میں تھے۔

حضور سیدی، آل رسول حسنین میاں نظمی، قادری، برکاتی، مارہروی علیہ الرحمہ نے حضور سیدی سرکار مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ والرضوان کی ولادت باکرامت کا تذکرہ بڑے حسین اور پیارے انداز میں فرمایا ہے۔ تبرکاً حضرت نظمی میاں قبلہ کے رشحات قلم کو ذیل میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں آپ تحریر فرماتے ہیں۔

مارہرہ شریف کی خانقاہ برکاتیہ کی جامع مسجد، جس کی پیشانی پر لکھا ہے "خانۂ

عبادت آل احمد" اسی مسجد کی پختہ سیڑھیوں سے اتر رہے ہیں" قطب مارہرہ سید شاہ ابو الحسین احمد نوری میاں صاحب" قدس سرہ العزیز، ہمراہ ہیں، اپنے وقت کے مدار علم وفضیلت امام اہل سنت، مجدد دین وملت، شاہ احمد رضا خان صاحب، قادری برکاتی قدس سرہ، مرشد اعلیٰ، خاتم الاکابر، سید شاہ آل رسول احمدی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے جانشین کا ساتھ ہے۔ اس لئے امام عشق ومحبت سراپا ادب بنے ہوئے ہیں تبھی سرکار نوری میاں صاحب فرماتے ہیں۔

مولانا صاحب! مبارک ہو آپ کے یہاں فرزند تولد ہوا ہے۔ ہم نے اس کا نام "آل الرحمٰن مصطفیٰ رضا" رکھا ہے۔ ہم اسے سلسلہ عالیہ قادریہ میں اپنی بیعت میں لیتے ہیں اور ساری اجازتیں، خلافتیں عطا کرتے ہیں۔ ان شاء اللہ بریلی آکر بیعت کی خاندانی رسم بھی ادا کریں گے۔

یہ وہی دن، وہی ساعت تھی، جب بریلی کے مشہور ومعروف پٹھان گھرانے میں ایک بچہ پیدا ہوا تھا جس کی پیدائش کی نوید، میلوں دور مارہرہ میں موجود پیر روشن ضمیر نے اس بچے کے باپ کو دی تھی۔

عام دستور یہ ہے کہ جب کسی کے یہاں بچہ کی آمد آمد ہوتی ہے تو آدمی سب کام چھوڑ کر گھر پر رہنے کو ترجیح دیتا ہے۔ مگر یہ کیا معاملہ ہے کہ امام احمد رضا خاں کے گھر نیا مہمان آنے کو ہے اور وہ مارہرہ میں اپنے مرشد زادے کے مہمان بنے ہوئے ہیں۔ بات یہ ہے کہ امام احمد رضا کے سارے معاملات مرشد کے آستانے سے وابستہ تھے۔ آج بھی وہ اپنے مرشد کی خدمت میں اسی لئے حاضر تھے کہ اس در سے ایسے فرزند کی خوشخبری لیکر جائیں جو بڑا ہو کر تاجدار اہل سنت، محافظ شریعت اور صاحب عشق ومحبت بنے۔

چھ ماہ بعد حضرت نوری میاں صاحب بریلی شریف لیجاتے ہیں۔ نومولود کو نہالچہ میں رکھ کر سرکار کی خدمت میں پیش کیا جاتا ہے، نوری میاں صاحب بڑی

شفقت سے گود میں لیتے ہیں، یہ کون ہے؟ یہ چشم و چراغ خاندان برکات کا لخت جگر ہے، جن مبارک ہاتھوں نے ان کے پیدا ہونے کی دعائیں مانگی تھیں، آج وہی ہاتھ اس پر شفقت برسا رہے ہیں، نوری میاں کلمہ کی انگلی بچے کے منہ میں ڈال دیتے ہیں ''سبحان اللہ'' شاید بچے کو بھی معلوم ہے کہ میرے والد گرامی کے قلم سے یہ شعر نکلا ہے ؎

تری نسل پاک میں ہے بچہ بچہ نور کا
تو ہے عین نور تیرا سب گھرانہ نور کا

یہ نوری گھرانے کے نوری فرد نوری میاں کی انگلی ہے۔ بچہ بڑے چاؤ سے انگلی چوس رہا ہے، نوری میاں بڑی شفقت سے مسکراتے ہوئے اپنے خاندان عالی کا نور بچے کے سینہ میں انڈیل رہے ہیں، قطب مارہرہ کی دوررس نگاہوں نے دیکھ لیا ہے، کہ یہ بچہ آگے چل کر ولایت کی منزلیں طے کریگا، سچ ہے، ''ولی را ولی می شناسد''

نوری میاں کی ساری دعائیں اس بچے کے حق میں صحیح ثابت ہوئیں اور وہ بچہ آگے چل کر مفتی اعظم ہند کے نام سے مشہور ہوا۔

(بحوالہ، رسالہ،، پیغام رضا،، مفتی اعظم نمبر ۳۱، ۳۲، شمارہ نمبر ۱، جلد نمبر ۲ ۱۴۱۷ھ م ۱۹۹۷ء)

حضرت صاحب الفضیلۃ سید آل رسول حسنین میاں نظمی قادری برکاتی مارہروی علیہ الرحمہ نے جس ولد باوقار اور فرزند نامدار کی ولادت باسعادت کے تعلق سے جو کچھ تحریر فرمایا ہے۔ وہ ایک مستند دستاویز کی حیثیت رکھتی ہے، جس کی ہر سطر مرشدی و مولائی سیدی سرکار مفتی اعظم علیہ الرحمۃ والرضوان کی کتاب زندگی کی عظمتوں کا اشاریہ ہے ؎

آنکھ والا تیری عظمت کا تماشہ دیکھے
دیدۂ کور کو کیا آئے نظر، کیا دیکھے

اسمیت بمطابق شخصیت:۔ حضور سیدی مفتی اعظم علیہ الرحمۃ والرضوان کا تاریخی نام ''محمد'' ہے آپ کی پیدائش ۱۸۹۲ء میں ہوئی اور ۹۲ محمد کے عدد ہیں، ابوالبرکات

کنیت، محی الدین جیلانی، لقب، ذاتی نام آل الرحمٰن اور عرفیت مصطفیٰ رضا ہے، اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان "الکلمۃ الملھمۃ" کے صفحہ ۶ پر اپنے ولداعز کو یوں یاد فرماتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں۔

"الولدالاعز، ابوالبرکات، محی الدین جیلانی، آل الرحمٰن، معروف بہ مولوی مصطفیٰ رضا سلمہ"

ماں باپ نے بچپن میں اپنے بچوں کا جو نام رکھ دیا، یہ ضروری نہیں کہ وہ نام بچوں کے کام اور شخصیت کے مطابق بھی ہو، اس کا برعکس (الٹا) بھی ہوسکتا ہے، جیسے خورشید عالم، آفتاب عالم، شریف عالم، شمس القمر، وجہ القمر وغیرہ نام،، برعکس نام نہند زنگی کافور، کسی کالے کلوٹے حبشی کا نام رکھ دیا جائے "کافور" جو بالکل سفید ہوتا ہے۔

اگر آپ کو کام اور ذات سے نام کی موزونیت اور مطابقت کا جلوہ دیکھنا ہے تو سرکار سیدی مفتی اعظم علیہ الرحمۃ والرضوان کے نام کی موزونیت آپ کی ذات والاصفات سے دیکھئے کہ آپ کی شخصیت نام اور کام دونوں کا سنگم ہے۔ آپ کے ہر کام میں نام کی معنویت جلوہ گر ہے۔ نام سے کمال نہیں ہوتا، نامور اور نامدار ہونا کمال سے ہوتا ہے اسی لئے امام احمد رضا فرما گئے ہیں ؎

کام وہ لے لیجئے تم کو جو راضی کرے
ٹھیک ہو نام رضا تم پہ کروروں درود

امام احمد رضا علیہ الرحمۃ والرضوان نے اس شعر میں جس خواہش کا اظہار فرمایا ہے وہ بڑی پیاری اور مقدس خواہش ہے، فرماتے ہیں میرے گھر والوں نے میرا نام "احمد رضا" رکھا ہے۔ جس کے معنی احمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا (خوشنودی) کے ہیں اور حضور احمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رضا دراصل اللہ تعالیٰ کی رضا ہے، جس پر فلاح وصلاح اور سعادت ونجاح کا دارومدار ہے، جس نے سید عالم نور مجسم احمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رضا حاصل کرلی اس نے دین ودنیا، برزخ وعقبیٰ کی ہر بھلائی

پالی۔اس لئے میں صرف نام کا احمد رضا رہنا نہیں چاہتا، کام کا احمد رضا بننا چاہتا ہوں، صرف نام سے احمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رضا حاصل نہیں ہوتی، ان کو راضی کرنے والے کام سے حاصل ہوتی ہے، اس لئے یا رسول اللہ، مجھ سے وہ کام لیجئے جس سے آپ راضی ہوجائیں، تاکہ میرا نام میرے کام کے مطابق اور میری ذات کیلئے ٹھیک ہوجائے، اللہ تعالیٰ نے آپ کی اس دعاء کو شرف قبول بخشا، اور آپ کی خواہش کے مطابق آپ سے وہ کام لئے جو خوشنودی مولیٰ اور رضائے مصطفیٰ کے ہی کام تھے، آپ فرماتے ہیں کہ مجھے بارگاہ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے دو کام سپرد ہوئے، بدمذہبوں کا رد اور علم فقہ کی خدمت، اعلیٰ حضرت کو جو ذمہ داری سونپی گئی تھی اس کو مکمل طور پر پوری فرمائی، اور رضائے رسول سے شادکام ہوئے، وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ.

اسی کا یہ اثر ہے کہ پوری دنیا میں امام احمد رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عظمت ورفعت کا پرچم شان وشوکت کے ساتھ لہرا رہا ہے۔کون سا وہ ملک ہے جہاں آپ کا علمی وروحانی فیض نہیں پہنچا، علماء عرب نے آپ کو اپنا شیخ، استاد مانا، آقائی وسیدی کہا، اور آپ کے مجدد ہونے کا اعلان کیا اور علوم دینیہ کی سندیں حاصل کیں۔حدیث کی اجازتیں لیں ؎

سب ان سے جلنے والوں کے گل ہوگئے چراغ
احمد رضا کی شمع فروزاں ہے آج بھی

اسی طرح سیدی سرکار مفتی اعظم علیہ الرحمہ صرف نام کے ''ابو البرکات، محی الدین جیلانی محمد مصطفیٰ رضا'' نہیں تھے، بلکہ آپ کی ہر ادا اور ہر کام ناموں کا آئینہ دار تھا، پھر جبکہ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی قدس سرہ العزیز جیسی خالص کام والی شخصیت نے اپنے ولد باوقار اور فرزند نامدار کے لئے ان ناموں کو پسند فرمایا، تو یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ اپنے لاڈلے بیٹے کو ناموں کے مطابق کام کیلئے تیار نہ فرماتے۔

سیدنا امام احمد رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ”اپنے ولد اعز“ کی ایسی تعلیم وتربیت فرمائی کہ قطب مارہرہ، سیدنا ابو الحسین نوری علیہ الرحمۃ والرضوان نے آپ کی پیدائش کے وقت دعاء خیر و برکت دیتے ہوئے جو جچا تلا نام تجویز فرمایا تھا، جس میں نو مولود کے مستقبل کی تابناکیوں کی نشاندہی تھی وہی بعد میں نو مولود کی کتاب زندگی کا عنوان بن گیا، اور دنیا نے دیکھ لیا کہ مرشد گرامی کا تجویز کردہ نام اور والد گرامی کی تعلیم وتربیت نے حضور مفتی اعظم ہند کو ابو البرکات، محی الدین جیلانی، آل الرحمٰن محمد مصطفیٰ رضا، اسم با مسمیٰ بنا دیا۔

”ابو البرکات“ یعنی برکتوں والا، آپ ایسے صاحب خیر و برکت تھے کہ جہاں تشریف لیجاتے وہاں برکتوں کا نزول ہوتا، لوگوں کے ایمان پختہ اور عمل تازہ ہو جاتے، لوگوں کی بدحالی خوش حالی میں تبدیل ہو جاتی، بگڑے ہوئے سنور جاتے، ہر شخص کی زبان پر ہوتا کہ یہ سب حضرت والا کے قدموں اور دعاؤں کی برکت ہے۔

”محی الدین“ یعنی دین کو زندہ کرنے والا، وہ ایسے محی الدین تھے کہ جس علاقے اور بستی میں قدم میمنت لزوم رکھ دیا ویران دل نور ایمان سے معمور ہو گئے مرجھائی کلیوں پر بہار آ گئی، سنیت مضبوط اور دین زندہ ہو گیا اور گمراہیت کا نام ونشان مٹ گیا۔

”جیلانی“ جیلانی صفت، یعنی حضور محبوب سبحانی، شاہ جیلانی، سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جمال وکمال کے پرتو اور ایسے پرتو کہ اہل نظر ان کو ”ہم شبیہ غوث اعظم“ کہنے لگے۔

”آل الرحمٰن“ اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کرنے والا، رحمٰن کی طرف جانے والا، رب کی طرف رجوع لانے والا، حضور مفتی اعظم علیہ الرحمۃ والرضوان اللہ تعالیٰ کے ایسے فرمانبردار اور اطاعت گزار تھے کہ زندگی کا لمحہ لمحہ پابندئ شریعت کا آئینہ دار

اور آٹھوں پہر یاد الٰہی میں سرشار تھا، میں نے اپنے ایک شعر میں عرض کیا ہے

وہی ہے مفتی اعظم، وہی ہے ابن رضا
خدا کی یاد میں گزرے ہیں جس کے آٹھوں پہر

"مصطفیٰ رضا" ایسے مصطفیٰ رضا کہ پوری زندگی اپنے والد گرامی "امام احمد رضا" کے نقش قدم پر چل کر سرور کائنات حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی رضا و خوشنودی کے کام کرتے رہے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کی ہر ادا سے سنت نبوی کا بانکپن ظاہر ہوتا، کوئی قدم حریم شرع سے باہر نہیں پڑتا، میں نے عرض کیا ہے

جو کم نظر ہے وہ کیا جانے مرتبہ اس کا
حریم شرع میں گذری ہو جس کی شام وسحر

دعائے اعلیٰ حضرت اور تاجدار اہل سنت:۔ اعلیٰ حضرت، عظیم البرکت، سیدنا شاہ امام احمد رضا علیہ الرحمۃ والرضوان نے اپنے "ولد الاعز" حضور مفتی اعظم علیہ الرحمہ کو ان کے ناموں سے یاد کرتے ہوئے جو دعائیں دی ہیں وہ قبول ہو گئیں اور حضور مفتی اعظم علیہ الرحمہ کمالات دین و دنیا میں ترقی کر کے اس ارفع و اعلیٰ مقام پر پہنچ گئے جہاں کم خوش نصیبوں کی رسائی ہوتی ہے، اعلیٰ حضرت اپنی کتاب "اَلْکَلِمَۃُ الْمُلْھِمَۃُ" کے صفحہ ۶ پر تحریر فرماتے ہیں۔

اَلْوَلَدُ الْاَعَزُّ، اَبُو الْبَرَکَاتُ، مُحِیُّ الدِّیْنُ جِیْلَانِیُّ، آلِ رَحْمٰنُ، مَعْرُوْفٌ بِہٖ مُوْلَوِیْ مُصْطَفٰی رَضَا خَانُ، سَلَّمَہُ الْمَلِکُ الْمَنَّانُ وَاَبْقَاہُ اِلٰی مَعَالِیْ کَمَا لَاتِ الدِّیْنِ وَالدُّنْیَا رَقَاہُ۔

یعنی میرا سب سے زیادہ پیارا بچہ، برکتوں والا، دین کو زندہ کرنے والا، پرتو شاہ جیلاں رضی اللہ تعالیٰ عنہ، اللہ کی طرف رجوع لانے والا فرمانبردار، جو مولوی مصطفیٰ رضا خان کے نام سے جانا پہچانا جاتا ہے، سلامت رکھے اس کو اللہ تعالیٰ جو بادشاہ حقیقی

بہت زیادہ احسان فرمانے والا ہے اور اس کو تادیر باقی رکھ کر دین و دنیا کے کمالات کی بلندیوں پر پہنچادے۔آمین۔

امام احمد رضا علیہ الرحمۃ والرضوان کی دعائے سحر گاہی کا اثر ہر دیدہ ور نے چشم سر سے دیکھ لیا اور اللہ رب العزت نے حضور مفتی اعظم علیہ الرحمہ کو وہ عزت و بزرگی عطا فرمائی کہ آپ اپنے تمام معاصرین پر سبقت لے گئے۔ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاءُ.

بیعت وخلافت

ننھا مرید اونچی خلافت :۔ حضور مرشدی، سرکار مفتی اعظم علیہ الرحمۃ والرضوان کی روحانی عظمتوں اور عرفانی قدروں کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ آپ کے پیر و مرشد نے آپ کو عالم شیر خوارگی ہی میں تمام خلافتوں اور روحانی نعمتوں سے نواز دیا تھا۔

چنانچہ جب ۱۳۱۱ھ میں قطب مارہرہ مقدسہ، حضور سرکار سیدنا ابو الحسین احمدی نوری میاں صاحب علیہ الرحمۃ والرضوان بریلی شریف تشریف لائے، اس وقت حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کی عمر شریف صرف چھ ماہ کی تھی، قطب مارہرہ نے خواہش کے مطابق بچے کو دیکھا اور گود میں لے کر دست کرامت سر پر رکھ کر زبان ولایت سے بہت دعائیں دیں اور پیش گوئی کرتے ہوئے اعلیٰ حضرت کی طرف دیکھ کر فرمایا، مولانا! یہ بچہ ولی ہوگا، فیض کے دریا بہائے گا۔ یہ فرماتے ہوئے اپنی نوری انگلی بلند اقبال، مبارک بچے کے منہ میں رکھدی، اور مرید فرما کر اسی وقت تمام سلسلوں کی اجازت بھی مرحمت فرمادی ''اللہ رے تری قدرت، ننھے مرید کو یہ عظیم نعمت'' سبحان اللہ، کیا شان ہے تیرے بچپن کی، میں نے عرض کیا ہے ؎

واہ کیا علم و عمل مرشد اعلیٰ تیرا
مرتبہ اہل زمانہ سے ہے اونچا تیرا

اس کے علاوہ حضور مفتی اعظم علیہ الرحمہ کو آپ کے والد گرامی، سیدنا سرکار امام احمد رضا علیہ الرحمۃ والرضوان سے بھی خلافت واجازت حاصل تھی، مزید براں، جب آپ حرمین طیبین کی زیارت سے مشرف ہوئے تو وہاں کے مشائخ عظام اور علماء کرام نے بھی آپ کو بہت سی خلافتیں، اجازتیں اور علوم دینیہ کی سندیں عطا فرمائیں اور آپ سے بھی وہاں کے بہت سے علماء ومشائخ نے اجازت وخلافت اور سندیں حاصل کیں، فَالْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى ذَالِكَ.

تعلیم وتربیت :۔ حضور مرشدی، سرکار مفتی اعظم علیہ الرحمہ جس گھرانے میں پیدا ہوئے، اس کا پورا ماحول علم ونور کی نکہتوں سے معمور تھا، جس پر پورے طور پر یہ مثل صادق آرہی تھی ''ایں خانہ ہمہ آفتاب'' جیسا ماحول ویسا ہی حال وقول، پھر یہ کیسے ہوسکتا تھا کہ آپ اپنے گردوپیش کے ماحول سے متاثر نہ ہوتے۔

آپ نے ابتدائی تعلیم علامہ رحم الٰہی منگلوری علیہ الرحمہ اور مولانا بشیر احمد صاحب علی گڑھی علیہ الرحمہ سے حاصل کی، باقی علوم وفنون اپنے والد گرامی سیدنا امام احمد رضا علیہ الرحمۃ والرضوان کی درسگاہ علم وتحقیق میں رہ کر حاصل کیا، یہی وجہ ہے کہ علم القرآن، علم الحدیث، علم الفقہ، اصول فقہ، تجوید، صرف، نحو، ادب، منطق، فلسفہ، ہیئت، ریاضی، جفر، علم توقیت اور فن تاریخ گوئی وغیرہ میں آپ کو پوری مہارت حاصل تھی، حقیقت یہ ہے کہ اپنے والد گرامی کے سچے جانشین اور ان کے علوم کے صحیح وارث تھے، مثل مشہور ہے '' اَلْوَلَدُ سِرٌّ لِّاَبِیْهِ '' بیٹا اپنے باپ کا 'سِرّ' ہوتا ہے۔

اہل سنت کے اصاغر واکابر تمام علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ حضور سرکار مفتی اعظم علیہ الرحمہ کی ذات بابرکات اپنے زمانہ میں فقید المثال تھی اور آپ کی ذات ستودہ صفات میں تمام علمی، روحانی ضروری کمالات بدرجہ اتم پائے جاتے تھے خاص طور پر فقہ اور فتویٰ نویسی میں اپنے تمام معاصرین پر آپ کو فوقیت حاصل تھی۔ اسی لئے علماء

اسلام نے آپ کو بالاتفاق ''مفتی اعظم'' تسلیم کیا اور آپ کا یہ علمی اور صفاتی نام آپ کی ذات والاصفات کے لئے ایسا موزوں ثابت ہوا کہ پیدائشی نام کی طرح عَلَمْ کی حیثیت پا گیا۔کوئی ''مفتی اعظم'' کا لفظ بولتا اور سنتا ہے تو اس کے ذہن میں صرف آپ کی ذات بابرکات کا تصور ہوتا ہے، یہ پوچھنے کی ضرورت ہی نہیں ہوتی کہ ''کون مفتی اعظم''، گویا آپ ''مفتی اعظم علی الاطلاق ہیں'' غرض حضور مفتی اعظم علیہ الرحمہ فضل وکمال اور علمی فقہی بصیرت میں بہت اونچا مقام رکھتے تھے۔

ننھے مفتی اعظم کا پہلا فتویٰ:۔ حضور سیدی سرکار مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کے تمام سوانح نگار اس بات پر متفق ہیں کہ آپ نے بہت چھوٹی عمر میں رضاعت (دودھ پلائی) سے متعلق ایک مشکل مسئلہ کو قلم برداشتہ بغیر کتاب دیکھے لکھ دیا، جس کی تصدیق وتوصیف اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز نے فرمائی۔ اس فتویٰ کے لکھنے کا سبب یہ ہوا کہ حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ نوعمری کے زمانے میں ایک روز مرکزی رضوی دارالافتاء میں اتفاقاً پہنچ گئے، ملک العلماء حضرت مولانا ظفرالدین بہاری علیہ الرحمہ اس وقت کچھ لکھنے کیلئے الماری سے کوئی کتاب نکال رہے تھے، حضرت والا نے حضرت ملک العلماء صاحب سے کہا کہ کیا آپ کتاب دیکھ کر فتویٰ لکھتے ہیں؟ ملک العلماء نے فرمایا اچھا تم بغیر دیکھے لکھدو، حضرت نے سوال پڑھا اور بغیر کتاب دیکھے جواب لکھدیا، یہ آپ کی زندگی کا پہلا فتویٰ تھا۔

آپ کا لکھا ہوا جواب جب سرکار اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کی خدمت میں تصدیق کیلئے پیش کیا گیا، تو جواب دیکھ کر امام احمد رضا بہت خوش ہوئے اور ''صَحَّ الْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّاب'' لکھ کر دستخط فرمادیئے اور انعام کے طور پر ''ابوالبرکات محی الدین جیلانی آل الرحمٰن محمد عرف مصطفیٰ رضا'' کی مہر حضرت مولانا یقین الدین صاحب مرحوم کے بھائی سے بنوا کر عطا فرمائی، یہ واقعہ ۱۳۲۸ھ کا ہے

اس وقت آپ کی عمر شریف ۱۸ رسال کی تھی، بعض سوانح نگار حضرات نے لکھا ہے کہ اس وقت آپ کی عمر ۱۳ رسال تھی، یہ صحیح نہیں ہے۔ اس کے بعد مسلسل بارہ سال تک امام احمد رضا علیہ الرحمہ کی زندگی میں آپ کی نگرانی میں فتویٰ نویسی میں مصروف رہے، اور یہ سلسلہ آخری عمر تک جاری رہا، اس طرح آپ کے فتویٰ لکھنے اور دوسرے حضرات کے فتاوے کی تصدیق کرنے کی مدت تقریباً چوہتر سال ہے، ۱۳۲۸ھ تا ۱۴۰۲ھ،

حضرت والا کی پیدائش ۱۳۱۰ھ پہلا فتویٰ ۱۳۲۸ھ، اعلیٰ حضرت کا وصال ۱۳۴۰ھ، حضرت والا کا وصال ۱۴۰۲ھ عمر شریف ۹۲ رسال، فتاویٰ نویسی کا آغاز ۱۸ رسال کی عمر میں، اعلیٰ حضرت کی نگرانی میں فتویٰ نویسی ۱۲ رسال اور مدت فتویٰ نویسی ۷۴ رسال۔

حضور مفتی اعظم کا علمی وفقہی استحضار

سیدی سرکار حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ، اپنے والد گرامی سرکار اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ العزیز کی طرح جب کسی مسئلہ کا تحریری یا زبانی جواب دیتے تو صرف نفس مسئلہ بتا دینے پر اکتفانہ فرماتے، بلکہ اس کی دلیل بھی ارشاد فرماتے، تاکہ سائل کو پورے طور پر اطمینان ہو جائے، میں نے اکثر یہ بھی دیکھا ہے کہ فقہ کی کتابوں کی بعینہ وہ عبارتیں بھی پڑھ دیا کرتے تھے جن کا تعلق اس مسئلہ سے ہوتا، اس سلسلہ میں چند واقعات جو میں نے محفوظ کر لیا تھا ان کو پیش کر دینا ضروری سمجھتا ہوں۔

۱۹۵۳ء سے لیکر ۱۹۵۷ء تک دار العلوم مظہر اسلام مسجد بی بی جی بریلی شریف میں فقیر رضوی نے تعلیم حاصل کی ہے۔ اس وقت مرکزی رضوی دار الافتاء میں، استاذ گرامی، شارح بخاری، فقیہ عصر، حضرت العلام مفتی محمد شریف الحق صاحب امجدی علیہ الرحمہ صدارت افتاء کے منصب پر فائز تھے۔ طالب علمی کے زمانہ میں روزانہ کا میرا معمول تھا کہ حضرت مفتی صاحب قبلہ کے دن بھر کے لکھے ہوئے فتووں کو عصر اور مغرب

کے درمیان سنانے کیلئے حضور مفتی اعظم علیہ الرحمہ کی خدمت میں حاضر ہوتا تھا، حضرت والا کی تصدیق وتصحیح کے بعد رجسٹر میں نقل کر کے فتوؤں کو ڈاک کے حوالے کر دیتا تھا۔

بعد نماز عصر بہت سے لوگ اپنی اپنی ضروریات لیکر حضور والا کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے، کوئی دعاء کی درخواست کرتا، کوئی تعویذ کی فرمائش کرتا، تو کوئی مسئلہ دریافت کرتا، حضرت والا ہر ایک کی خواہش کے مطابق اس کا سوال پورا فرماتے تھے۔

حالت حیض میں درود شریف:۔ ایک دن حسب معمول نماز عصر کے بعد فتاوے سنانے کیلئے حضرت والا کی خدمت میں فقیر حاضر ہوا تھا کہ پرانے شہر بریلی شریف کے رہنے والے ایک صاحب حاضر خدمت ہوئے، انھوں نے حضرت والا سے ایک مسئلہ دریافت کرتے ہوئے سوال کیا۔

سوال:۔ حضور! ہمارے یہاں ایک صاحب نے یہ مسئلہ بیان کیا ہے کہ حیض کی حالت میں عورت درود شریف اور دعائیں وغیرہ پڑھ سکتی ہے، اور ایسی کتابوں کو چھو سکتی ہے جن میں درود شریف اور وظیفے وغیرہ لکھے ہوتے ہیں، کیا انھوں نے مسئلہ جو بیان کیا ہے وہ صحیح ہے یا غلط؟

جواب:۔ حضرت والا قبلہ نے فرمایا، پڑھ بھی سکتی ہے چھو بھی سکتی ہے، درمختار کے باب الحیض میں ہے، لَا بَأْسَ لِحَائِضٍ وَجُنُبٍ بِقِرَأَةِ اَدْعِیَةٍ وَمَسِّهَا وَحَمْلِهَا، حیض والی عورت اور جنب (جس پر غسل واجب ہے) ان دونوں کیلئے دعاؤں کے پڑھنے چھونے اور اٹھانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ پھر فرمایا، اس حالت میں ایسی کتابوں کو ہاتھ نہ لگانا بہتر ہے جن میں درود شریف وغیرہ تحریر ہوں۔

زخم کی نہ بہنے والی رطوبت کا حکم:۔ میں ایک دن خدمت بابرکت میں حاضر تھا۔ ایک صاحب کہیں باہر سے حضرت والا کی زیارت کیلئے بریلی شریف آئے ہوئے تھے، ان کے گھٹنے میں پرانا زخم تھا، زخم میں ہمیشہ نمی رہتی جو کپڑے کو لگ جایا کرتی

تھی، آدمی وضع قطع، شکل وصورت سے دیندار معلوم ہوتے تھے، ان کو اس زخم کیوجہ سے بڑی پریشانی ہوتی تھی۔ اس لئے انھوں نے حضرت والا سے مسئلہ دریافت کیا۔

سوال:۔ حضور میرے گھٹنے میں زخم ہے جو اچھا نہیں ہوتا، دعا فرمائیں کہ اچھا ہو جائے، حضور! مجھے پریشانی یہ ہے کہ زخم کے اندر ہمیشہ نمی رہتی ہے، جب کپڑا اس سے لگتا ہے تو کپڑے پر رطوبت لگ جاتی ہے اور بار بار لگنے سے کپڑا انگل دو انگل داغدار ہو جاتا ہے، تو کیا کپڑا ناپاک ہو جاتا ہے اور وضو اس رطوبت سے ٹوٹ جاتا ہے یا نہیں؟

جواب:۔ حضرت علیہ الرحمہ نے سائل کا سوال سن کر فوراً جواب ارشاد فرمایا، رطوبت اگر صرف نمی کی حد تک ہے، بہہ کر باہر آنے کی اس میں قوت نہیں ہے، کپڑا لگنے سے کپڑے پر اس کا اثر آجاتا ہے، تو نہ ہی اس سے وضو ٹوٹے گا نہ کپڑا ناپاک ہو گا، چاہے کم ہو یا زیادہ، شامی میں ہے "لِأَنَّ الْقَمِيصَ لَوْ تَرَدَّدَ عَلَى الْجَرْحِ فَابْتَلَّ ، فَلاَ يَنْجَسُ مَالَمْ يَكُنْ كَذٰلِكَ ، لِأَنَّهُ لَيْسَ بِحَدَثٍ أَىْ إِنْ فَحُشَ" (اس لئے کہ اگر قمیص زخم پر بار بار لگے اور زخم کی نمی سے کپڑا تر ہو جائے تو ناپاک نہ ہوگا جبکہ وہ رطوبت بہنے والی رطوبت کی طرح نہ ہو اس لئے کہ ایسی نمی حدث (وضو توڑنے والی چیزوں میں شمار) نہیں ہے اگر چہ کپڑے پر بہت زیادہ رطوبت لگ جائے)۔

اگر کسی عالم سے زبانی مسئلہ دریافت کیا جاتا ہے تو نفس مسئلہ بتا کر بات ختم کر دی جاتی ہے، مگر حضور مفتی اعظم علیہ الرحمہ نے صرف سائل کو مسئلہ ہی نہیں بتایا بلکہ اس کتاب کا نام بھی ارشاد فرمایا جس میں یہ جزئیہ موجود تھا اور کتاب کی اصل عبارت بھی پیش فرما دی، یہ تھا آپ کا علمی استحضار جس کا اکثر اظہار ہوتا رہتا تھا۔

اہل قبلہ کی تکفیر کا مسئلہ:۔ ایک دن ایک صاحب حضرت والا کی خدمت میں حاضر ہوئے جو دیکھنے میں بظاہر مولوی لگتے تھے اور انکی بات چیت سے ایسا لگا کہ عقیدے کے اعتبار سے تذبذب کا شکار ہیں، متصلب سنی نہیں ہیں، آنے کے بعد کچھ

دیر تک خاموش بیٹھے رہے، حضرت قبلہ نے حسب عادت ان سے فرمایا کہ آپ نے کیسے تکلیف کی، انھوں نے عرض کی ایک بات پوچھنے کے لئے حاضر ہوا ہوں، اگر آپ اجازت دیں تو عرض کروں، حضرت نے فرمایا پوچھئے کیا پوچھنا ہے۔

سوال: ۔ اجازت پاکران صاحب نے کہا کہ "رسول اللہ ﷺ نے اہل قبلہ کی تکفیر سے سختی کے ساتھ منع کیا ہے اور امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا بھی یہی قول ہے کہ ہم اہل قبلہ کی تکفیر نہیں کرتے" اگر یہ صحیح ہے تو علماء اہل سنت مولانا اشرف علی صاحب اور مولانا قاسم نانوتوی صاحب وغیرہ علماء کی تکفیر کیوں کرتے ہیں، یہ لوگ بھی تو اہل قبلہ ہیں؟

جواب: سوال سن کر حضرت والا کی غیرت ایمانی کو جوش آ گیا، آپ نے پر جلال آواز میں ارشاد فرمایا، کہ جو شخص مطلقاً یہ کہتا ہے کہ اہل قبلہ کی تکفیر جائز نہیں، خواہ وہ کیسا ہی کفر قبیح وصریح بک جائے، وہ جھوٹا، جاہل، بے باک اور شریعت پر افتراء کرنے والا ہے، شامی جلد چہارم کا صفحہ دو سو ستہتر کھول کر دیکھ لو صاف صاف یہ لکھا ہوا ہے، لَا خِلَافَ فِیْ کُفْرِ الْمُخَالِفِ فِیْ ضَرُوْرِیَاتِ الْاِسْلَامِ ،وَاِنْ کَانَ أَھْلَ الْقِبْلَۃِ اَلْمُوَاظِبَ طُوْلَ الْعُمْرِ عَلَی الطَّاعَاتِ کچھ سمجھے کہ علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ کیا فرما رہے ہیں؟ وہ یہ فرما رہے ہیں کہ ضروریات اسلام کے منکر کے کفر میں علماء اسلام میں سے کسی عالم کا اختلاف نہیں ہے اگر چہ وہ منکر اہل قبلہ ہو جس کی پوری عمر شریعت کی پابندی کرتے ہوئے گذری ہو۔

علامہ شامی علیہ الرحمہ اور دنیا کے تمام علماء اسلام کو حضور اقدس ﷺ کا ارشاد مبارک اور سیدنا امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول مقبول معلوم نہیں تھا؟ کہ ان حضرات نے اہل قبلہ منکر ضروریات دین کی تکفیر کو صرف جائز ہی نہیں بلکہ واجب قرار دیا اور فرما گئے، "مَنْ شَکَّ فِیْ کُفْرِہٖ وَعَذَابِہٖ فَقَدْ کَفَرَ" جو منکر ضروریات دین کی تکفیر میں اور اس کے عذاب میں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔ (خواہ اہل قبلہ سے ہو یا غیر سے)

علماء کرام کی کتابیں اٹھا کر دیکھئے تو معلوم ہوگا، کہ ضروریات دین کے منکر کی تکفیر پر تمام علماء اسلام کا اجماع ہے۔ علماء کی تصریحات اور ان کے واضح ارشادات سنو۔ کہیں ارشاد ہوا، اِجْمَاعُ الْاُمَّۃِ عَلٰی تَکْفِیْرِ مَنْ خَالَفَ الدِّیْنَ الْمَعْلُوْمَ بِالضَّرُوْرَۃِ (یعنی جس بات کا ضروریات دین ہونا معلوم ہے اس کے منکر کی تکفیر پر پوری امت کا اجماع اور اتفاق ہے) کہیں یہ فرمایا گیا لَا نِزَاعَ فِیْ اِکْفَارِ مُنْکِرِ شَیْءٍ مِنْ ضَرُوْرِیَاتِ الدِّیْنِ وَاِنْ کَانَ مِنْ اَھْلِ الْقِبْلَۃِ (یعنی جس بات کا ماننا ضروریات دین سے ہے اس کے منکر کے کافر کہنے میں کسی کا اختلاف نہیں وہ منکر اگرچہ اہل قبلہ سے ہو) کہیں علماء نے یوں تصریح فرمائی، خَرْقُ الْاِجْمَاعِ الْقَطْعِیِّ الَّذِیْ صَارَ مِنَ الضَّرُوْرِیَاتِ کُفْرٌ (یعنی ایسا قطعی اجماع جو ضروریات دین سے ہے اس کا نہ ماننا کفر ہے) کیا قرآن وحدیث اور علماء اعلام کی ظاہر و باہر تصریحات سے اندھے ہو کر سب سے الگ اپنی ڈفلی بجا بجا کر اپنا راگ الگ الاپو گے، اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

یہ جو کچھ میں نے ابھی کہا ہے اس سے ظاہر ہو گیا کہ اطلاع شرعی یقینی کے بعد ضروریات دین کے منکر کی تکفیر واجب ہے اگر جان بوجھ کر کوئی تکفیر سے انکار کریگا خود کافر ہو جائیگا، اسی لئے تو فرمایا گیا ہے، "مَنْ شَکَّ فِیْ کُفْرِہٖ وَعَذَابِہٖ فَقَدْ کَفَرَ"، (یعنی ضروریات دین کے منکر کی تکفیر اور عذاب میں شک کرنے والا بھی کافر ہے)۔

مولوی قاسم نانوتوی اور مولوی اشرف علی تھانوی وغیرھما کی جو تکفیر کی گئی ہے وہ ضروریات دین کے انکار کرنے کی وجہ سے کی گئی، مثلا مولوی قاسم نے اپنی کتاب تحذیر الناس میں حضور خاتم النبیین ﷺ کے بعد بھی نبی پیدا ہونے کو جائز مان کر حضور ﷺ کے آخری نبی ہونے کا انکار کیا ہے، وہ لکھتے ہیں "اگر بالفرض حضور ﷺ کے بعد بھی کوئی اور نبی پیدا ہو جائے تو خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہیں آئیگا، چہ جائے کہ اسی

زمین میں آپ کے زمانہ میں یا آپ کے بعد کوئی نبی تجویز کیا جائے یعنی کسی اور نبی کے پیدا ہونے کو جائز مان لیا جائے پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہیں آیگا“

مولوی قاسم نانوتوی نے حضور اکرم ﷺ کے آخری نبی ہونے کا صراحۃً انکار کیا ہے اور حضور ﷺ کو آخری نبی ماننا ضروریات دین میں سے ہے الاشباہ والنظائر میں ہے ” إِذَا لَمْ يَعْرِفْ مُحَمَّداً صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ آخِرَ الأَنْبِيَاءِ فَلَيْسَ بِمُسْلِمٍ لِأَنَّهُ مِنَ الضَّرُوْرِيَاتِ“۔ (یعنی حضور اکرم سید عالم ﷺ کو آخری نبی نہ جانے وہ مسلمان نہیں، اس لئے کہ حضور اقدس ﷺ کا آخری نبی ہونا دین کا ضروری مسئلہ ہے)۔

اسی طرح حضور ﷺ کی تعظیم وتوقیر ضروریات دین سے ہے مولوی رشید احمد گنگوہی، مولوی خلیل احمد انبیٹھوی، اور مولوی اشرف علی تھانوی وغیرہم نے حضور ﷺ کی تعظیم کے صراحۃً مخالف عبارتیں اپنی اپنی کتابوں میں لکھ کر ضروریات دین کے انکار کا ارتکاب کیا ہے، اس لئے تکفیر کا قطعی اور جزمی حکم ہے، ایسی صورت میں ان کا اہل قبلہ ہونا اور پوری زندگی عبادت وریاضت میں گزار دینا ان کو حکم کفر سے نہیں بچا سکے گا، اس مسئلہ کو تفصیل سے سمجھنے کیلئے میری کتاب ”الموت الاحمر“ کا مطالعہ کیجئے ان شاء اللہ تعالی تمام شکوک وشبہات دور ہوجائیں گے۔

حضرت والا جب دیابنہ کی تکفیر کے مسئلہ پر گفتگو فرما رہے تھے تو ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ علم کا دریا ہے جو موجیں مار رہا ہے، ساتھ ہی چہرۂ انور پر جلال کے آثار نمایاں تھے، آواز میں تیزی تھی، گستاخان رسول سے نفرت کے جذبات کا اظہار ہو رہا تھا اور محبت رسول ﷺ کے جذبے سے سرشار نظر آرہے تھے، دوران گفتگو حضرت والا نے اور بھی حوالے ارشاد فرمائے کتابوں کی لمبی لمبی عبارتیں پیش فرمائیں جو مجھے یاد نہ رہ سکیں، حوالہ دیتے وقت جب کتابوں کی عبارتیں پڑھتے تھے تو ایسا لگتا تھا کہ آپ کے

سامنے کتاب کھلی ہوئی ہے اور دیکھ کر پڑھتے جارہے ہیں، کیونکہ پڑھنے میں کوئی تکلف اور روکاوٹ محسوس ہی نہیں ہوئی، پوری روانی کے ساتھ ہر عبارت پیش فرماتے جارہے تھے اس وقت بیٹھک میں میرے علاوہ چار پانچ اور لوگ بھی موجود تھے، سب لوگ اس انداز گفتگو کو دیکھ کر دنگ رہ گئے یہ انداز تکلم پہلی بار میں نے دیکھا، سبحان اللہ حضرت والا کے علمی استحضار کی کیا شان تھی، اس کو بھی آپ کی کرامت سے تعبیر کیا جائے تو بیجانہ ہوگا۔

دوران گفتگو حضرت والا نے مذکورہ بالا حوالوں کے علاوہ اور بھی کئی کتابوں کے نام لیکران کے حوالے دیئے اور اصل عبارتیں بھی پڑھ کر سنائیں مگر وہ سب مجھے یاد نہ رہ سکیں، کاش کہ وہ تمام عبارتیں اسی وقت لکھ لی جاتیں تو ایک قیمتی علمی سرمایہ محفوظ ہوجاتا۔

سرکار مفتی اعظم علیہ الرحمہ اور فن خطابت

مرشد گرامی، سیدی سرکار مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ اگرچہ رسمی اور اسمی خطیب اور مقرر تو نہ تھے مگر خطابت کے اصول وضوابط اور کیل کانٹوں سے اچھی طرح واقف تھے، گاہے بگاہے اس سلسلہ میں کچھ فرمایا بھی کرتے تھے۔

ایک بار آپ کی مجلس خیر میں کچھ علماء اور مقررین حضرات حاضر تھے، کسی جلسے کے بارے میں گفتگو ہورہی تھی، کسی صاحب نے کہا کہ جلسہ ماشاءاللہ بہت کامیاب رہا، مجمع بھی شاندار تھا اور تقریریں بھی شاندار ہوئیں، اس پر حضرت والا نے فرمایا کہ خطیب کا انداز گفتگو عام فہم ہونا چاہئیے، الجھی ہوئی بات سے پرہیز کرنا چاہئیے، اس طرح کی گفتگو سے بسا اوقات لوگ غلط فہمی کے شکار ہوکر گمراہی میں مبتلاء ہوجاتے ہیں، فصاحت وبلاغت یہ نہیں کہ مقفّیٰ، مسجع جملوں کی بھرمار اور عربی فارسی الفاظ کی بے تحاشہ بوچھار ہو، بات مقتضائے حال کے مطابق ہونی چاہیئے، ساتھ ہی عام فہم ہونی

چاہیئے، ایسا نہ ہو کہ آسان معمولی بات کو لوگ مشکل اور چیستاں سمجھ لیں، اسی ضمن میں فرمایا کہ لکھنو کے رہنے والے ایک زمیندار صاحب تھے، ان کی کھیتی باڑی دیہاتوں میں تھی، ایک بار زمیندار صاحب نے کسان کو حال چال معلوم کرنے کی غرض سے بلایا اور فرمایا "او کسانان نا ہنجار، کشت زار گندم پر تقاطر امطار، بفضل ایزدی غفار، ہوا ہے کہ نہیں" ان میں سے ایک کسان نے کہا چلو میاں صاحب اس وقت وظیفہ پڑھ رہے ہیں، بعد میں آکر ملیں گے۔ پھر فرمایا، یہ فصاحت و بلاغت نہیں سفاہت وحماقت ہے۔

ایک بار فرمایا کہ صحت مند خطابت یہ ہے کہ خطیب، اپنے موضوع سے نہ ہٹے، اول تا آخر پوری گفتگو کا محور متعینہ موضوع ہی ہونا چاہیئے، ساتھ ہی ساتھ دلائل و براہین سے اپنے دعوے کو ثابت کرنا چاہیئے دعویٰ بے دلیل نا قابل قبول ہوتا ہے۔ سامعین کے دل ودماغ میں بات کو اتارنے کیلئے روزمرہ کا استعمال عام فہم تمثیلات اور مؤثر واقعات وحکایات کا بیان کر دینا بہت ضروری ہے اس طرح ہر بات سامع کے دل ودماغ میں اچھی طرح اتر جاتی ہے اور یہی تقریر وخطابت کا مقصد اصلی ہے خطیب میں اگر یہ خوبیاں نہیں ہیں تو اس کی خطابت مفلوج خطابت ہوگی، ایسی تقریروں کو شعلہ بار اور دھواں دھار تو کہا جا سکتا ہے، اثر دار نہیں کہا جا سکتا۔

حضرت والا کی دعاء نے مقرر بنا دیا:۔ راقم السطور فقیر رضوی محمد مجیب اشرف غفرلہ عرض کرتا ہے کہ میں نے تقریر کرنا کب اور کیسے سیکھا؟ اس کی مختصر اور دلچسپ روداد یہ ہے کہ ۱۹۵۸ء میں دار العلوم مظہر اسلام بریلی سے فراغت کے بعد حضور مفتی عبد الرشید صاحب علیہ الرحمہ بانی جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور کی طلبی پر حضور سیدی سرکار مفتئ اعظم ہند علیہ الرحمہ نے مجھے ناگپور بھیج دیا۔ بانی جامعہ عربیہ علیہ الرحمہ نے شاخ جامعہ عربیہ قاضی مسجد محلہ بھاجی منڈی کامٹی روانہ فرمادیا۔ میں نے یہاں دو سال رہ کر تعلیمی خدمات انجام دیں ۱۹۶۰ء میں کامٹی کی ملازمت چھوڑ کر ناگپور آ گیا۔ جس روز

میں ناگپور آیا اسی روز سرکار مفتیٔ اعظم ہند علیہ الرحمہ ناگپور تشریف لائے۔آپ کا قیام جامعہ عربیہ میں تھا،عشاء کی نماز کے بعد سرکار والا کی خدمت اقدس میں قدم بوسی کے لئے فقیر حاضر ہوا، حضرت والا نے براہ شفقت مجھے اپنے قریب ہی بیٹھالیا،اس وقت تقریباًرات کے گیارہ بج رہے تھے،کچھی میمن مسجد اتواری ناگپور کے متولی صاحب جناب عبدالستار مولانا صاحب حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے،سلام اور دست بوسی کے بعد وہ بھی حضرت کے پاس بیٹھ گئے اور کہنے لگے کہ حضور! آپ کے مرید جناب قاری مقیم الدین صاحب کانپوری جو ہماری مسجد کے امام تھے،انھوں نے امامت سے استعفیٰ دیدیا ہے۔ہم کو فوراًایک اچھے امام کی ضرورت ہے۔

حضرت والا نے میری طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا''یہ امام اگر آپ کو اچھے لگتے ہیں تو ان کو لیجائیے''متولی صاحب نے کہا، کیا یہ تقریر کرلیں گے،حضرت قبلہ نے استفسارانہ نظروں سے مجھے دیکھا، میں نے عرض کیا کہ حضور! میں تقریر نہیں کر پاؤں گا،حضرت قبلہ نے مسکرا کر فرمایا جمعہ کے روز تھوڑا تھوڑا بیان کرنا شروع کر دیجئے ان شاءاللہ تقریر کرنا آجائے گا،یقین جانیئے کہ حضرت والا کے ان مبارک کلمات نے میرے حوصلوں کو سہارا دیا اور مجھے یقین ہوگیا کہ میں ان شاءاللہ تبارک وتعالیٰ تقریر کرلونگا،حضرت نے متولی صاحب سے فرمایا ان کو لیجائیے ان شاءاللہ اچھے ثابت ہوں گے۔

دوسرے روز فجر کی نماز سے میں امامت کے فرائض انجام دینے لگا،یہ جمعرات کا دن تھا،دوسرے روز جمعہ تھا پوری مسجد نمازیوں سے بھر گئی،کچھی میمن مسجد ناگپور کی بڑی مسجدوں سے ایک ہے،جو کرانہ ہول سیل مارکیٹ کے بیچ میں واقع ہے اس لئے جمعہ کے روز نمازیوں کی بڑی تعداد ہوتی ہے،اتنے بڑے مجمع کو پہلی مرتبہ خطاب کرنا میرے لئے بہت مشکل معلوم ہوا،مگر اللہ کا نام لیکر کھڑا ہوگیا،جب نحمدہ ونصلی

علیٰ رسولہ الکریم پڑھ کر تقریر کا آغاز کیا تو ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ میری پشت پر کسی تسلی دینے والے کا ہاتھ رکھا ہوا ہے، مجھے ایسا انشراح صدر ہوا کہ بولنے میں نہ کوئی تکلف ہوا نہ کوئی جھجک محسوس ہوئی یک لخت تمام رکاوٹیں دور ہوگئیں بحمدہٖ تبارك وتعالیٰ پندرہ منٹ تک پورے اطمینان کے ساتھ تقریر کی جس کو حاضرین مسجد نے بیحد پسند کیا فالحمد للہ علیٰ ذلك یہ میری تقریری زندگی کا آغاز تھا، جو مرشد گرامی کی مقبول دعاء کا نتیجہ تھا ورنہ میں کہاں تقریر کہاں۔

پھر ۱۹۶۱ء میں حضور سیدی سرکار مفتئ اعظم علیہ الرحمہ ناگپور تشریف لائے۔ یہ بھی جمعرات کا دن تھا، دوسرے روز جمعہ تھا، مسجد کچھیان ناگپور کے متولی صاحب نے حضور والا سے جمعہ کی نماز ادا کرنے کیلئے مسجد کچھیان میں تشریف آوری کی خواہش ظاہر کی حضرت نے کرم فرماتے ہوئے متولی صاحب کی خواہش قبول فرمالی، ٹھیک ایک بجے حضرت والا تشریف لائے، مسجد نمازیوں سے کھچا کھچ بھری ہوئی تھی، عقیدت مندوں کی بھیڑ بارہ بجے ہی سے مسجد میں جمع ہو چکی تھی کہیں کھڑے ہونے کی جگہ نہ تھی، فقیر نے خطبہ جمعہ سے قبل آدھا گھنٹہ تقریر کی، عنوان تھا ''اولیاء کرام کی عظمت وفضیلت'' دوران تقریر میں نے یہ کہہ دیا تھا کہ ''ولی بننا آسان نہیں ہے'' اس کے لئے بڑے پاپڑ بیلنے پڑتے ہیں حضرت نے میرے کہے ہوئے جملے کی اصلاح فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ یوں کہئے کہ ولی ہونا آسان نہیں ہے اور نہ ہی کسی کے بس کی بات ہے، منصب ولایت محض عطائے الٰہی اور انتخاب ربانی ہے۔

حقیقت بھی یہی ہے کہ آدمی عبادت، ریاضت، محنت اور مشقت سے نیک، متقی پرہیزگار، دیندار اور جنت کا حقدار تو ہوسکتا ہے، مگر رہا منصب ولایت کا حصول تو ؎

ایں سعادت بزور بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

مجدد اعظم سیدنا اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان فتاویٰ رضویہ شریف میں فرماتے ہیں ''کہ جو کہے نبوت کسبی ہے وہ کافر ہے اور جو ولایت کو کسبی مانے گمراہ ہے'' اسی نازک مسئلہ کے پیش نظر حضرت والا نے مذکورہ اصلاح فرمائی تھی۔ یہ ایسی بات ہے کہ عام طور پر لوگوں کا ذہن ایسی خطا اور دینی لغزش کی طرف نہیں جاتا اور اس قسم کے جملوں کے استعمال میں کوئی حرج نہیں سمجھا جاتا مگر اہل نظر کی نظر وہاں پہنچ جاتی ہے جہاں اہل فہم کے ذہن کی رسائی نہیں ہوتی حضور سیدی مرشدی مفتی اعظم علیہ الرحمہ ان ارباب نظر میں سے تھے، جو علم وعرفان اور تحقیق واحسان کے اعلیٰ مقام پر فائز تھے۔

میں نے اس روز جمعہ کے بیان میں یہ بھی کہا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اولیاء کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو بڑی قدرتیں عطا کی ہیں۔ حضرت مولانا روم علیہ الرحمہ اپنی مثنوی شریف میں فرماتے ہیں ؎

اولیاء راہست قدرت از الٰہ

تیر جستہ باز گرداند ز راہ

یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے اولیاء اللہ کو یہ قدرت حاصل ہے کہ کمان سے نکلے ہوئے تیر کو راستے سے واپس کر لیں جبکہ یہ ممکن نہیں مگر اللہ والوں کو یہ بھی قدرت منجانب اللہ حاصل ہے۔

حسب عادت رات کو فقیر حضرت والا کی خدمت میں حاضر ہوا، جب لوگ چلے گئے حضرت ضروریات سے فارغ ہو کر بستر پر آرام فرمانے کے لئے لیٹے تو میں تیل کی مالش کرنے کی غرض سے خدمت اقدس میں حاضر ہوا، اور سر میں تیل کی مالش شروع کر دی، اس وقت حضرت والا نے فرمایا، کہ اللہ والوں کی طاقت وقدرت جو انھیں اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے عطا ہوئی ہے اس پر قرآن وحدیث سے بھی حجت قائم کیجئے، اس کو یوں بیان کیجئے اللہ تعالیٰ قادر مطلق ہے '' اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ

شَیٍٔ قَدِیْرٌ " بیشک اللہ ہر چاہے پر قادر ہے، جس چیز سے جب چاہے اپنی قدرت کو ظاہر فرمادے، جس کو چاہے صاحب قدرت واختیار بنادے، دی ہوئی طاقت وقدرت کو جب چاہے سلب کرلے، کان کو سماعت، آنکھ کو نور بصارت اور دل ودماغ کو ذکاوت سے نوازا ہے۔ یہ اس کی قدرت کی کرشمہ سازی ہے، اور اگر چاہے تو کان کو بہرا، آنکھ کو اندھا، اور دل ودماغ کو نکما بنادے، قبض وبسط اس کی شان ہے۔

ابابیل جو نہایت کمزور اور چھوٹے پرندے ہیں ان کو ابرہہ بادشاہ کے لشکریوں پر جو ہتھیاروں سے لیس اور ہاتھیوں پر سوار تھے مسلط فرمایا تو ان کمزور پرندوں کو شعور، معرفت اور علم عطا فرما کر ابرہہ کے فوجیوں سے لڑنے اور انہیں چھوٹے چھوٹے پتھروں سے مار کر بھوسا بنادینے کی طاقت عطا فرمائی۔ اللہ تعالیٰ جب کسی کو کسی کام کی انجام دہی کے لئے مقرر فرماتا ہے تو اس کو اسکے دائرعمل کے لئے طاقت وزور اور علم وآگہی جیسے صفات سے متصف فرمادیتا ہے تاکہ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی ذمہ داری کو بحسن وخوبی انجام دے سکے۔ سورۂ فیل اور قرآن کی بہت سی آیات بینات اس پر گواہ ہیں۔

پھر آپ نے فرمایا اسی طرح حضرت سیدنا سلیمان علیہ السلام کے چیونٹی، ہدہد اور آپ کے وزیر حضرت آصف بن برخیا علیہ الرحمہ کے واقعات کا قرآن پاک میں ذکر آیا ہے ان کو بطور استدلال پیش کیا جاسکتا ہے، پھر فرمایا قرآنی آیات کو بطور دلیل پیش کرنا بہت زیادہ اثر انداز ہوتا ہے جو موافق ہوتا ہے قبول کرلیتا ہے اور مخالف سوچنے پر مجبور ہوجاتا ہے اس تاریخ سے لیکر تادم تحریر فقیر حضرت والا کے فکر انگیز فرمودات پر اپنی بساط کے مطابق کاربند ہے پیرومرشد کی اسی تربیت کا یہ اثر ہے کہ میں اپنی تقریروں میں آیات قرآنیہ اور احادیث نبویہ کو زیادہ سے زیادہ پیش کرنے کی سعادت حاصل کرتا رہتا ہوں۔ الحمدللہ سامعین پر اس کے اچھے اثرات مرتب ہوتے ہیں اور مخالفین کو دم زدن کی مجال نہیں ہوتی۔

کبھی کبھی دوران تقریر گاڑھی اردو والے جملے استعمال ہو جاتے تھے، بعد میں بوقت فرصت حضرت والا فرماتے کہ آپ کے مخاطب جو لوگ ہیں وہ سب آپ کی طرح پڑھے لکھے نہیں ہوتے ہیں "کَلِّمُوا النَّاسَ عَلٰی قَدْرِ عُقُوْلِهِمْ " (لوگوں سے ان کی سمجھ کے مطابق بات کیا کرو) پر عمل کیجئے تا کہ تقریر کا مقصد پورا ہو سکے۔ زیادہ گاڑھی اردو بولنے سے پرہیز کیجئے، حضرت والا کی اس نصیحت پر عمل کرنے کی کوشش کرتا رہتا ہوں۔

۱۹۷۲ء میں حیدر آباد کا تاریخی سفر ہوا تھا، ان شاء اللہ تبارک وتعالیٰ اس سفر مبارک کا تفصیل سے تذکرہ آئندہ آئے گا، اس دورہ میں حیدر آباد کی تاریخی مکہ مسجد میں ایک عظیم الشان اجلاس منعقد ہوا تھا جس میں حیدر آباد کے علماء اہل سنت ومشائخ عظام کثیر تعداد میں شریک ہوئے تھے، جلسہ تقریباً دو بجے شب تک پوری کامیابی اور بیداری کے ساتھ چلا۔ اخباری رپورٹ کے مطابق تقریباً ۸۰ ر ہزار کا مجمع تھا، مسجد کے اندر باہر روڈ پر کہیں جگہ باقی نہیں تھی، جہاں لوگ کھڑے نہ ہوں، مقامی اور بیرونی علماء نے تقریریں کیں، فقیر کو بھی، ۳۰ منٹ کا وقت ملا تھا، میں نے خطبۂ مسنونہ کے بعد قُلْ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ تلاوت کی اور اسے اپنی تقریر کا موضوع قرار دیکر ۳۰ رمنٹ تک بیان کیا، بِحَمْدِہٖ تَبَارَكَ وَتَعَالٰی علماء وعوام نے بیان کو پسند فرمایا۔

جلسہ کے بعد جب حضرت کی خدمت میں فقیر حاضر ہوا، اور پائنتیں بیٹھ کر پاؤں دبانے لگا اس وقت حضرت والا نے فرمایا ماشاء اللہ تقریر بہت اچھی کی اور فرمایا لفظ "مِثْلُکُمْ" کی وضاحت کرتے ہوئے حضرت محمود غزنوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور چار چوروں کا واقعہ اگر آپ بیان کر دیتے تو بیان میں اور زور پیدا ہو جاتا ؟ میں نے عرض کی حضور وہ واقعہ کیا ہے مجھے معلوم نہیں، میرے پوچھنے پر حضرت قبلہ نے پوری تفصیل کے ساتھ بیان فرما دیا۔ آپ کے فرمائے ہوئے الفاظ کو من وعن تو بیان نہیں

کیا جا سکتا، ہاں البتہ میں اپنے لفظوں میں اس کا خلاصہ پیش کر دیتا ہوں۔

حضرت محمود غزنوی اور چار چور:۔ حضرت مولانا جلال الدین رومی علیہ الرحمہ نے مثنوی شریف میں فرمایا ہے کہ محمود غزنوی کے دورِ حکومت میں چار مشہور اور بڑے خطرناک چور رہتے تھے۔ ایک رات یہ چاروں چوری کرنے کے لئے نکلے اور ایک گلی میں کھڑے ہو کر مشورہ کر رہے تھے کہ چوری کس کی دکان میں کی جائے حضرت محمود غزنوی عام لباس میں گشت کے لئے نکلے ہوئے تھے، اتفاق سے آپ بھی اسی گلی میں پہنچ گئے، دیکھا کہ کچھ لوگ کھڑے ہوئے آپس میں کانا پھوسی کر رہے ہیں، آپ کو دیکھ کر وہ سب بھاگنے لگے آپ نے فرمایا "لَا تَفِرُّوْا اَنَا مِثْلُکُمْ" (بھاگو مت میں تمہارے مثل ہوں) یہ سن کر وہ لوگ رک گئے، محمود غزنوی نے ان کے قریب پہنچ کر دریافت فرمایا کہ تم لوگ کون ہو، رات میں یہاں کیوں کھڑے ہو؟ انہوں نے صاف صاف بتا دیا کہ ہم لوگ چور ہیں اور چوری کرنے کیلئے نکلے ہیں، محمود غزنوی نے پوچھا کہ اچھا یہ بتاؤ کہ تم میں کیا کیا خوبیاں ہیں۔ ایک نے کہا کہ میں اونچے سے اونچے محل پر کمند ڈال کر چڑھ جاتا ہوں۔ دوسرے نے کہا کہ میں سونگھ کر بتا دیتا ہوں کہ زمین کے اندر خزانہ کہاں ہے۔ تیسرے نے کہا کہ میں جانور کی بولی جانتا ہوں کہ وہ کیا کہتا ہے۔ چوتھے نے کہا کہ میں رات کے اندھیرے میں جس کو ایک بار دیکھ لیتا ہوں دن کے اجالے میں اس کو پہچان لیتا ہوں، محمود نے کہا کہ تم بڑی خوبیوں کے مالک ہو چلو اب اپنا کام کریں، چاروں نے محمود غزنوی سے پوچھا کہ جناب یہ تو بتائیے آپ میں کیا خوبی ہے؟ محمود نے کہا جب مجرم پھانسی پر لٹکایا جائے اور میری داڑھی ہل جائے تو مجرم پھانسی کے پھندے سے آزاد کر دیا جاتا ہے، سب نے کہا کہ اب تو کوئی خوف نہیں اگر پکڑے بھی گئے تو آپ کی داڑھی ہل جائے گی ہم چھوڑ دیئے جائینگے آج محمود کا خزانہ لوٹیں گے۔

اس کے بعد یہ پانچوں محمود کے محل کی طرف روانہ ہو گئے، راستے میں کتے بھونکنے لگے، جو جانوروں کی بولی سمجھتا تھا وہ بولا کتے کہہ رہے ہیں ''پانچوں میں سے ایک بادشاہ'' سب نے مل کر اس کو جھٹلا دیا کہ بادشاہ کہاں اور ہم کہاں، اتنے میں محل کے پاس پہنچ گئے، کمند ڈالنے والے نے کمند ڈالی اور محل میں اتر گیا اور سب کو اندر اتار لیا، سونگھ کر خزانہ معلوم کرنے والے نے بتایا کہ خزانہ یہاں ہے، بڑی ہوشیاری سے خزانہ لوٹ کر وہاں سے فرار ہونے میں کامیاب ہو گئے۔

محمود غزنوی نے کہا کہ اس کو ابھی تقسیم نہیں کرینگے جنگل میں کسی محفوظ مقام پر گڑھا کھود کر اس میں دفن کر دو، اس کے اوپر ایک بڑا پتھر رکھ دو کہ اس کو پانچ آدمی اٹھا سکیں، سب نے اس تجویز کو مان لیا اور ایسا ہی کیا گیا، جب اپنے اپنے گھر جانے لگے تو محمود نے کہا کہ اپنے نام اور پتے لکھوا دو جس روز خزانہ تقسیم کرنا ہوگا ہم سب کو بلوا لیں گے، سب نے اپنے نام اور پتے لکھوا دیئے اور گھر جا کر اطمینان سے سو گئے۔

دوسرے روز صبح کو محمود نے سپاہیوں کو ان چاروں کی گرفتاری کیلئے بھیجا، چاروں چور گرفتار ہو کر آ گئے محمود نے ان کو پھانسی پر لٹکا دینے کا حکم دیدیا جلاد جب ان کو تختہ دار کی طرف لے چلے تو وہ چور جو رات میں جس کو دیکھ لیتا تھا دن کے اجالے میں اس کو پہچان لیتا تھا وہ تختہ دار کی طرف جاتے جاتے پلٹ پلٹ کر محمود غزنوی کو بار بار دیکھتا جاتا، محمود نے اس سے پوچھا کیا دیکھ رہا ہے بولا حضور کی داڑھی کب ہلے گی، سلطان محمود غزنوی ہنس پڑے اور جلادوں کو حکم دیا کہ انھیں واپس لاؤ، جب چاروں چور دوبارہ سلطان کے حضور پیش کئے گئے تو انھوں نے ہمیشہ کے لئے سچے دل سے توبہ کی اور پھر بعد میں سب کے سب نیک اور پارسا بن گئے۔

اگر محمود غزنوی رات کے اندھیرے میں اپنی شاہی حیثیت کو ظاہر کر دیتے تو وہ چور ہر گز ہر گز نہ ٹھہرتے، بھاگ جاتے، اور انھیں توبہ نصیب نہ ہوتی ''اَنَا مِثْلُکُمْ''

کے لفظ نے انھیں تسلی دی اور اپنا سمجھ کر رک گئے جس کی وجہ سے صبح کے اجالے میں جب حقیقت سامنے آئی اور انھیں یقین ہو گیا کہ یہ ہمارے مثل نہیں وہ سلطان عالیجاہ، ہمارا آقا ہمارا بادشاہ ہے، تو انھوں نے توبہ کی اور اللہ کے نیک بندوں میں شامل ہو گئے، یہ ہی مِثْلُکُمْ کہنے کا عظیم فائدہ۔

آندھرا پردیش کا ایک سفر:۔ ۱۹۷۲ء میں سرکار مفتئ اعظم علیہ الرحمۃ والرضوان نے ہندوستان کی جنوبی ریاست آندھرا پردیش کا ۲۲ر روزہ دورہ فرمایا یہ دورہ اشاعت سنیت کیلئے بیحد کامیاب دورہ تھا، ہزاروں کی تعداد میں لوگوں نے آپ کے دست حق پرست پر توبہ کی اور سلسلہ عالیہ قادریہ برکاتیہ رضویہ میں داخل ہو کر اچھے سچے مسلمان بن گئے، مذبذب اور صلح کلی قسم کے لوگ آپ کا چہرہ دیکھ کر اپنے عقیدوں کی خرابی سے تائب ہو گئے، غرض لاکھوں کی تعداد میں لوگ مرید ہو کر آپ کے حلقہ ارادت میں داخل ہونے کی سعادت حاصل کی۔

اس دورے میں ویزیانگرم، ویشاکھاپٹنم، انکاپلی، راجمندری، کاکی ناڑہ، وجے واڑہ، کھمم اور حیدر آباد جیسے اہم شہر شامل تھے، حضرت والا مرتبت کے ہمراہ اس قافلہ میں حضرت علامہ مفتی محمد رضوان الرحمٰن صاحب علیہ الرحمہ مفتی مالوہ، حضرت العلام مفتی غلام محمد صاحب قبلہ، اور فقیر راقم الحروف محمد مجیب اشرف رضوی شامل تھے، ہمارے اس دورے کی پہلی منزل ویزیانگرم تھی۔

ویزیانگرم میں جناب حاجی اسماعیل صاحب میمن کے مکان پر حضرت قبلہ کا قیام تھا، حاجی اسماعیل سیٹھ صاحب حضرت کے خاص مرید تھے، مرحوم کو اپنے پیر ومرشد سے بڑی عقیدت تھی، یہاں پر دو روز قیام رہا، رات کو ایک عظیم الشان جلسہ کا انعقاد کیا گیا تھا جسمیں ہزاروں لوگ شامل ہوئے قرب وجوار سے بھی کافی لوگ آئے ہوئے تھے، علماء کرام کی شاندار تقریریں ہوئیں، جلسہ ختم ہونے کے بعد ہزاروں کی

تعداد میں لوگ داخل سلسلہ ہوئے۔

ولی کی پہچان:۔ صبح ۱۱ ربجے جب حضرت والا ناشتہ سے فارغ ہوکر اپنی نشست گاہ میں تشریف فرما تھے ایک صاحب خدمت عالیہ میں حاضر ہوئے اور دست بوسی کر کے ایک طرف بیٹھ گئے، اس وقت حضرت والا تعویذات تحریر فرمارہے تھے، جب لکھ کر مریض کو تعویذ دے چکے تو آنے والے صاحب نے قریب آ کر دریافت کیا کہ حضور ولی کی پہچان کیا ہے؟

حضرت نے فرمایا ''ولی راولی می شناسد'' ولی کو ولی ہی پہچان سکتا ہے، پھر فرمایا ہم جیسے عام لوگوں کو صرف یہ دیکھنا چاہیئے کہ تصحیح عقائد حقہ کے ساتھ پابند شرع ہے کہ نہیں، اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے،'' اِنْ اَوْلِیَآؤُهٗٓ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ '' صرف متقی لوگ ہی اللہ کے ولی ہوتے ہیں، پھر صحت تقویٰ کی معرفت بڑا مشکل امر ہے، اس لئے کہ صحت تقویٰ کا مدار تصحیح نیت اور اخلاص عمل پر ہے، نیت اور اخلاص فی العمل ان دونوں کا تعلق باطن سے ہے، جس کا علم صرف علیم وخبیر جل مجدہ کو ہے اِنَّهٗ عَلِیْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ، ہاں البتہ اللہ تعالیٰ جل شانہ اپنے محبوبوں میں ایسی روحانی استعداد اور ایمانی فراست پیدا فرمادیتا ہے، جس کے ذریعہ وہ نیتوں کی صحت وفساد اور دل کے خیالات کے حسن وقبح کو جان لیتے ہیں، اس لئے ولی کی صحیح پہچان صرف اللہ والوں کو ہی ہوسکتی ہے، اسی لئے کہا گیا ہے'' ولی راولی می شناسد'' رہاما وشما کا معاملہ تو تقویٰ، پرہیز گاری اور شریعت کی پاسداری کو دیکھ کر کسی کے بارے میں حسن ظن قائم کر سکتے ہیں، اور یہ کہہ سکتے ہیں یہ اللہ کا ولی ہے اور بس۔

پتھری کا درد فوراً غائب ہوگیا:۔ ویزیانگرم دوروز قیام کر کے بذریعہ کار حضرت والا مع تبت ویشاکھا پٹنم تشریف لے گئے، برادر طریقت جناب الحاج نور عالم صاحب رضوی جو حضرت کے خاص مریدوں میں ہیں ان کے مکان پر حضرت کا قیام

تھا، سیکڑوں لوگ یہاں بھی حلقہ ارادت میں داخل ہوئے۔

رات میں ایک صاحب اپنے لڑکے کولیکر حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے لڑکے کی عمر ۱۶ ریا ۱۷ رسال کی تھی جو پتھری کے درد سے اتنا پریشان تھا کہ مچھلی کی طرح تڑپ رہا تھا، ایسا محسوس ہورہا تھا کہ بچے کا دم نکل جائے گا حضرت قبلہ کے سامنے مریض کولٹا دیا گیا، حضرت نے فرمایا کہ اسکے ہاتھ پیر کو پکڑلو چنانچہ ایک آدمی نے پیر اور ایک نے ہاتھ کو مضبوطی کے ساتھ پکڑلیا تا کہ اچھلنے نہ پائے، پھر حضرت نے درد کی جگہ اپنا مبارک ہاتھ رکھا اور تین مرتبہ أَمْ أَبْرَمُوْا أَمْراً فَاِنَّا مُبْرِمُوْنَ پڑھ کر دم فرمایا اور شہادت کی انگلی سے اس طرح تین نشان بنائے ×××۔ جیسے کسی چیز کو کاٹ رہے ہیں پھر تین بار وہی مذکورہ دعا أَمْ أَبْرَمُوْا أَمْراً فَاِنَّا مُبْرِمُوْنَ پڑھ کر دم فرمایا، درد فوراً کافور ہوگیا، مریض ہشاش بشاش ہو کر بیٹھ گیا پھر حضرت نے پتھری کا ایک تعویذ لکھ کر کمر میں باندھنے کیلئے عطا فرمایا اور ایک تعویذ پانی میں ڈال کر پینے کے لئے دیا اور فرمایا جاؤ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰی اب کبھی درد نہیں ہوگا۔ تعویذ یہ ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

بِسْمِ اللّٰهِ الشَّافِىْ بِسْمِ اللّٰهِ الْكَافِىْ بِسْمِ اللّٰهِ الْوَافِىْ بِسْمِ اللّٰهِ الْمُعَافِىْ بِسْمِ اللّٰهِ خَيْرِ الْاَسْمَاءِ بِسْمِ اللّٰهِ رَبِّ الْاَرْضِ وَالسَّمَاءِ بِسْمِ اللّٰهِ الَّذِىْ لَا يَضُرُّ مَعَ اِسْمِهٖ شَيْءٌ فِى الْاَرْضِ وَلَا فِى السَّمَاءِ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ بِرَحْمَتِكَ يَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ بِحَقِّ وَاِذِ اسْتَسْقٰى مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ فَقُلْنَا اضْرِبْ بِعَصَاكَ الْحَجَرَ فَانْفَجَرَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشَرَةَ عَيْناً. وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ سَيِّدِنَا وَمَوْلٰنَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ

یہ تعویذ صبح وشام پینے کے لیے

۷۸۶

یا شافی	۱	یا کافی
۶	۹	۴
یا وافی	۱۰	یا سلام

یہ تعویذ کریں باندھنے کے لئے

ویشا کھاپٹنم کے بعد انکا پلی ہوتے ہوئے کا کی ناڑہ جانے کا پروگرام تھا پروگرام کے مطابق حضرت والا کے ساتھ ہمارا قافلہ انکا پلی ہوتے ہوئے کا کی ناڑہ پہنچا یہاں پر قوم لبابین سے تعلق رکھنے والے سیٹھ صاحب تھے جو اصل باشندے کیرلا کے تھے چمڑوں کے کاروبار کے سلسلے میں کا کی ناڑہ آ کر مقیم ہو گئے، حضور سرکار مفتئ اعظم علیہ الرحمہ کے مرید تھے انہیں کے مکان پر حضرت کا قیام تھا، یہاں بھی بہت سے لوگ مرید ہوئے۔

بھگوان کہنے پر غیر مسلم کو توبہ کرائی:۔ کا کی ناڑہ میں حضور والا کا قیام جن کے مکان پر تھا غالباً ان کا نام عبد الرحیم تھا، ان کے مکان میں ایک غیر مسلم کرایہ دار تھا، اس نے صاحب خانہ سے کہا کہ آپ کے دھرم گرو صاحب آئے ہوئے ہیں میں ان سے ملنا چاہتا ہوں، صاحب خانہ اس کو لیکر حضرت کی خدمت میں حاضر ہو گئے اس نے حضرت سے اپنی تکلیف بیان کرنی شروع کیا، کہ بھگوان نے مجھے سب کچھ دیا ہے مگر اتنا کہنا تھا کہ حضرت والا نے جلال میں فرمایا ''توبہ کر اللہ کو گالی دیتا ہے'' تم کو معلوم بھی ہے کہ بھگوان کا کیا معنی ہے بھگ کا ایک معنی عورت کی شرم گاہ کے ہیں اور وان کا معنی والا کے ہیں، بھگوان کا معنی شرم گاہ والا'' معاذ اللہ، معاذ اللہ'' ''توبہ کر توبہ'' کسی نے حاضرین میں سے کہا کہ حضور یہ ہندو ہے آپ نے فرمایا کہ کیا ہندو دھرم میں اللہ کو گالی دینا جائز ہے؟ وہ غیر مسلم گھبرا کر کہنے لگا پھر میں اس کو کیا کہوں؟ آپ نے فرمایا کہ ''ایشور'' کہا کرو، ایشور کا معنی احکم الحاکمین ہے، اس نے حضرت سے وعدہ

کیا کہ آئندہ ایشور ہی کہونگا بھگوان کبھی نہیں کہونگا۔

واہ، واہ کیا شان تھی حضور مفتیٔ اعظم ہند علیہ الرحمہ کی، غیر مسلم بھی آپ کی پر تاثیر نصیحت سے متاثر ہوکر اپنی مذہبی بولی چھوڑ دینے کا عہد کر لیتا اور کہتا ہے کہ اب کبھی بھگوان کا لفظ نہیں بولونگا، سیدی سرکار مفتیٔ اعظم ہند علیہ الرحمہ کی حیات طیبہ حق گوئی اور حق پسندی کی کھلی ہوئی کتاب ہے، ناحق اور باطل کی کبھی بھی آپ نے نہ حوصلہ افزائی کی نہ ہی اس کو برداشت کیا، اس سلسلہ میں نہ اپنوں کی پرواہ کی نہ غیروں کی رعایت کی نہ ہی کسی منصب دار اور حکومت کے ذمہ دار سے خوف زدہ ہوئے، برملا ہر وقت، ہر ایک کے سامنے اعلان حق فرما کر اپنی دینی ذمہ داری اور منصب کی پاسداری کا حق ادا کیا۔

آئین جوانمرداں حق گوئی و بیبا کی
اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روباہی

ایمانی جرأت اور فوجی آفیسر کی توبہ:۔ حضور سیدی مرشدی سرکار مفتیٔ اعظم علیہ الرحمۃ والرضوان کی ایمانی جرات اور روحانی ہیبت کی اسلامی بہار اس وقت دیکھنے میں آئی جب ۱۹۵۵ء میں لکھنؤ سے بریلی شریف بذریعہ ٹرین تشریف لا رہے تھے۔

حضرت والا اکثر ٹرین چھوٹنے سے پانچ دس منٹ پہلے اسٹیشن پر تشریف لاتے اور کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا کہ ٹریفک کی وجہ سے لیٹ بھی ہو جاتے، مگر باوجود اس کے کبھی ٹرین نہیں چوکی، جب آپ ٹرین میں آرام سے بیٹھ جاتے تب ٹرین روانہ ہوتی، یہ میرا ہمیشہ کا مشاہدہ ہے، حسب عادت حضرت والا قیام گاہ سے روانہ ہوئے تو اس وقت ٹرین چھوٹنے میں صرف پندرہ منٹ رہ گئے تھے جب ہم لوگ اسٹیشن پہنچے تو ٹرین چھوٹ رہی تھی، جلد بازی میں جو ڈبہ سامنے تھا اسی میں حضرت کو جلدی سے سوار کرا دیا گیا اور سامان رکھ کر ہم لوگ بھی سوار ہو گئے، اندر جانے کے بعد معلوم ہوا کہ یہ

فوجی کمپارٹمنٹ ہے، ایک فوجی ہم کو ڈانٹنے لگا اور کہنے لگا کہ تم لوگ اس میں کیسے چڑھ گئے، دیکھتے نہیں کے یہ فوجی ڈبہ ہے، ہم نے کہا کہ ٹرین چھوٹ رہی تھی جلد بازی میں چڑھ گئے ناراض مت ہو اگلے اسٹیشن پر اتر جائینگے، اور دوسرے ڈبہ میں جا کر بیٹھ جائینگے، ہمارے کہنے پر وہ خاموش ہو گیا۔

اس سفر میں حضور استاذ گرامی شارح بخاری مفتی محمد شریف الحق صاحب قبلہ علیہ الرحمہ بھی حضرت والا کے ساتھ تھے، حضرت والا مفتی صاحب قبلہ اور میں، تینوں ایک طرف خاموشی کے ساتھ کھڑے ہو گئے، حضرت والا کا اس طرح کھڑا رہنا ہم لوگوں کے لئے بڑا تکلیف دہ معاملہ تھا، حضرت مفتی صاحب قبلہ نے تھوڑے ضبط سے کام لیا، پھر ایک فوجی سے کہا میاں تھوڑا سرک جاؤ ہمارے یہ بزرگ سیٹ پر بیٹھ جائیں، آپ کے کہنے پر فوجی نے تھوڑی سی جگہ دے دی، حضرت کو سیٹ پر بٹھا دیا گیا۔

اس وقت یہ فوجی حضرت سیدنا عیسیٰ روح اللہ علیہ السلام اور ان کی والدہ ماجدہ طیبہ طاہرہ حضرت مریم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بارے میں گفتگو کرنے لگے، گفتگو کرتے ہوئے فوجیوں کے میجر (آفیسر) نے حضرت سیدنا عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی والدہ کنواری پاک مریم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی شان میں انتہائی ناشائستہ بکواس کی، یہ بکواس سن کر حضرت والا سخت برہم ہو گئے زبان پر کلمہ طیبہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ جاری ہو گیا اور سیٹ سے اٹھ کھڑے ہوئے اور گرجدار آواز میں میجر کو ڈانٹتے ہوئے فرمایا خبیث بکواس بند کر، ڈانٹ سن کر وہ گھبرا گیا اور کہا کہ آپ کے پیغمبر صاحب کو میں نے کچھ نہیں کہا ہے عیسائیوں کے پرافٹ (پیغمبر) کو کہا ہے آپ کیوں ناراض ہو گئے، آپ نے فرمایا حضرت عیسیٰ ہمارے پیغمبر ہیں عیسائی تو انھیں خدا کا بیٹا مانتے ہیں، حضرت والا اپنی چھڑی اس طرح سنبھال کر کھڑے تھے کہ اگر وہ مزید کچھ کہتا تو لکڑی رسید فرما دیتے فرمایا جو تو نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت مریم کی

شان میں گستاخی کی ہے اس سے توبہ کر، اس فرمان کا یہ اثر ہوا کہ وہ سہم گیا اور بڑی معذرت خواہی کے انداز میں حضرت کے سامنے کھڑا ہو گیا اور ہاتھ جوڑ کر معافی مانگی اور کہا کہ بابا جی ہم کو معاف کر دو اب کبھی ایسا نہ بولیں گے۔

حضرت قبلہ جب اس فوجی کو ڈانٹ پلا رہے تھے اس وقت ہماری پریشانی بہت زیادہ بڑھ گئی، اس لئے کہ خدانہ خواستہ کہیں کوئی ناگوار صورت حال نہ پیش آجائے، کیوں کہ فوجی لوگوں کا کچھ بھروسہ نہیں کہ کب کیا کر جائیں، مگر اللہ! اللہ ایک مرد مؤمن کی ایمانی جرأت اور روحانی ہیبت کا یہ اثر ہوا کہ سب فوجی سہم گئے اور معافی مانگنے پر مجبور ہو گئے اگر کوئی اور ہوتا تو شاید دھکا دیکر باہر کر دیتے۔

اس کشمکش کے بعد فوجیوں نے ایک پوری سیٹ حضرت والا کے لئے خالی کر دی، اور ایک فوجی کمبل اس پر بچھا دیا تا کہ آپ آرام سے بیٹھ سکیں، میں نے حضرت سے کہا کہ حضور سیٹ پر تشریف رکھیں، حضرت نے بچھے ہوئے کمبل کو ہٹا دیا اور سیٹ پر بیٹھ گئے، تھوڑی دیر میں اسٹیشن پر گاڑی رکنے والی تھی، ہم لوگ اتر کر دوسرا ڈبہ بدل دینے کے لئے سامان اٹھانا چاہا تو فوجیوں نے کہا کہ اب آپ لوگ آرام سے بیٹھیں دوسرا ڈبہ بدلنے کی ضرورت نہیں، جب بریلی آئے گا تو اتر جائیے گا۔

ہم نے بھی موقعہ کو غنیمت جانا اور اسی ڈبے میں اطمینان سے بیٹھ گئے، تھوڑی دیر کے بعد عصر کی نماز کا وقت آگیا، حضرت نے وضو فرمایا اور گاڑی رکنے کا انتظار فرمانے لگے، کیونکہ چلتی ہوئی ٹرین میں حضرت والا کبھی بھی فرض اور واجب نماز نہ پڑھتے، جب ایک اسٹیشن پر گاڑی رُکی حضرت کے لئے ایک طرف مصلیٰ بچھا دیا گیا، فوجی آفیسر نے پوچھا کیا بات ہے، شاید اس نے سمجھا کہ نیچے بیٹھنے کیلئے کپڑا بچھایا ہے میں نے کہا کہ حضرت نماز پڑھیں گے، اس نے فوراً ایک فوجی کو اشارہ کیا اس نے دو بڑے بکسوں کو ایک ساتھ ملا دیا، تا کہ حضرت اس پر کھڑے ہو کر نماز ادا کریں، میں نے اس

پر مصلیٰ بچھادیا حضرت نے اس پر کھڑے ہوکر اطمینان سے نماز عصر ادا فرمائی، پھر اپنی جگہ آکر تشریف فرما ہوئے، تمام فوجی مؤدب ہوکر آپ کی نماز کو بغور دیکھ رہے تھے، نماز کے بعد سب نے آپ سے دعاء کی درخواست کی، حضرت نے ان کو دعاء دی اور دعاء یہ کی هَدَاكُمُ اللّٰهُ تَعَالٰی ۔ایک فوجی نے پوچھا باباجی نے کیا کہا، میں نے کہا کہ تم لوگوں کو یہ دعاء دی ہے کہ اللہ تعالیٰ تم کو اچھے راستے پر چلائے، یہ سن کر سب کے سب بہت خوش ہو گئے، بریلی آنے تک سب فوجی باادب خاموش بیٹھے رہے اگر بات بھی کرتے تو آہستہ کرتے، جیسے نیاز مند مرید اپنے پیر ومرشد کی بارگاہ میں بیٹھے ہوئے ہوں۔

مغرب کا وقت ہوگیا تھا اس وقت ٹرین بریلی اسٹیشن پر آکر رُکی، ہم اپنا سامان اٹھانے لگے، فوجیوں نے بڑھ کر سامان ہمارے ہاتھوں سے لے لیا اور اسٹیشن کے گیٹ تک لاکر چھوڑ دیا وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ اور حضرت کے آگے ہاتھ جوڑ کر کھڑے ہو گئے اور چلتے چلتے دوبارہ پھر معافی مانگی، یہ ہے ایمانی ہیبت کا اثر، یہ تھی ایک مردمومن کی حق گوئی کہ دشمن عقیدت مند ہوگیا، بے ادب ادب شناس بن گیا، بے راہ روسیدھا ہوگیا، بدخلق خوش خلق نظر آنے لگا، سرکش شرمسار ہوکر معافی مانگنے لگا، مغرور سر نیاز جھکانے پر مجبور ہوگیا، سچ ہے ؎

آج بھی ہو جو براہیم سا ایماں پیدا
آگ کرسکتی ہے انداز گلستاں پیدا

اس سے ہم کو یہ سبق ملا کہ ایمان کی توانائی اور عمل کی پختگی میں وہ زور ہے جو تیغ وسنان میں نہیں، جس کے پاس ایمان کامل کی طاقت اور عمل صالح کی قوت ہے وہ زندگی کے ہر محاذ پر کامیاب ہے، اس کے آگے ہر زور بے زور ہے اور ہر طاقت کمزور ہے، یہ اللہ تعالیٰ کا فضل عظیم ہے جس کو چاہے عطا فرمائے، قرآن مجید کا ارشاد ہے " اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَیَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمٰنُ وُدًّا " بیشک

جولوگ ایمان لائے اچھے کام کیئے عنقریب اللہ ان کے لئے دل سے محبت کرنے والوں کو تیار فرمادے گا، بزرگوں کی پاکیزہ زندگی ہر مسلمان کے لئے نمونہ عمل ہوتی ہے، سعادت منداس سے سبق لیتا ہے اور بدنصیب محروم رہتا ہے۔

کینسر کا مریض اچھا ہو گیا: ۔صوبہ مہاراشٹر کا ایک تجارتی شہر گوندیا ہے ۱۹۷۲ء میں گوندیا والوں کی دعوت پر حضرت والا گوندیا تشریف لائے، آپکا قیام حضرت ہی کے ایک چہیتے مرید جناب سیدزاہد علی صاحب رضوی مالک سورتی تمباکو کمپنی گوندیا کے مکان پر تھا، سیدزاہد علی صاحب گوندیا شہر کے بااثر روساء میں ایک ممتاز شخصیت کے مالک ہیں اور بڑے ہی پختہ سنی اور رضوی ہیں۔قرب وجوار کے ہزاروں عقیدت مند مسلمان گوندیا میں جمع ہو گئے تھے۔

اس روز بعد نماز عشاء مسلم لائبریری گوندیا میدان میں ایک عظیم الشان جلسہ سیرت النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا انتظام مسلم جماعت کی جانب سے کیا گیا تھا، جس میں مقامی لوگوں کے علاوہ اطراف وجوانب سے آئے ہوئے ہزاروں لوگوں نے شرکت کی گوندیا کی تاریخ میں اتنا بڑا جلسہ پہلی بار ہوا تھا جلسہ رات کو ۳؍بجے ختم ہوا، حضرت قبلہ ۲؍بجے اسٹیج پر تشریف لائے۔تقریباً ڈھائی بجے جناب سیدزاہد علی صاحب اور جناب سید نواب صاحب دونوں حضرات نے مجھے بلا بھیجا، میں اسٹیج سے اتر کران کے پاس گیا، سید نواب صاحب نے فقیر سے فرمایا کہ آپ کو ایک کام کرنا ہے، میں نے کہا وہ کام کیا ہے؟ انھوں نے فرمایا کہ معاملہ یہ ہے کہ ایک غیر مسلم مارواڑی کی بیوی کو کینسر کا مرض ہے جو جے۔ جے ہسپتال بمبئی میں بھرتی تھی، ڈاکٹروں نے جواب دیدیا ہے، اب اس کے بچنے کی امید نہیں ہے، اس مریضہ کو آج ہی رات میں اس کے گھر والے بمبئی سے لیکر آگئے ہیں، اس کے گھر والوں کی خواہش ہے کہ حضرت اس مریضہ کو ایک نظر چل کر دیکھ لیں اور دم کر دیں، ہماری ہمت نہیں ہے

کہ ہم حضرت سے یہ بات کہیں اگر آپ حضرت کو اس کام کے لئے راضی کر دیں تو بڑی مہربانی ہوگی۔

میں نے کہا آپ لوگوں کو یہ بات اچھی طرح معلوم ہے کہ مسلمان کے مکان میں جہاں جاندار کی تصویر ہوتی ہے حضرت والا وہاں قدم بھی نہیں رکھتے ہیں، اہل ہنود کے گھروں میں تو دیوی دیوتا کی مورتیاں اور تصویریں بھری ہوتی ہیں وہاں کیسے تشریف لے جاسکتے ہیں، یہ سنتے ہی سید زاہد صاحب نے فرمایا کہ اگر مورتیاں اور تصویریں وہاں سے ہٹادی جائیں تو کیا حضرت وہاں تشریف لے جائیں گے؟ میں نے کہا کوشش کرونگا وعدہ نہیں کرتا، اگر وہ لوگ تمام مورتیوں اور تصویروں کو گھر سے نکال دیں تو مقصد پورا ہو سکتا ہے، یہ سنتے ہی سید زاہد علی صاحب وہاں سے چلے گئے اور تھوڑی دیر بعد واپس آئے اور فرمایا کام ہوگیا، مارواڑی لوگ اس کے لئے تیار ہو گئے ہیں۔

اسٹیج ہی پر میں نے حضرت والا سے صورت حال مختصراً بیان کر دی حضرت نے فرمایا ان کے گھر تو بت خانے بنے رہتے ہیں وہاں کیسے جاؤنگا؟ میں نے عرض کی حضور ان لوگوں نے تمام دیوی، دیوتاؤں کی مورتیاں اور تصویریں گھر سے باہر نکال دی ہیں، حضرت نے مسکراتے ہوئے فرمایا جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ جلسہ ختم ہو جانے دیجئے، میں نے فوراً آکر دونوں سیدوں کو اس کی اطلاع دی اور یہ بھی کہہ دیا کہ گاڑی اسٹیج کے قریب ہی لاکر کھڑی کر دیں تاکہ جلسہ ختم ہوتے ہی حضرت کو گاڑی میں بٹھا کر لے چلیں گے، اختتام جلسہ کے بعد حضرت والا کو مارواڑی کے مکان پر لیکر ہم لوگ پہنچ گئے، حضرت قبلہ کار سے اتر کر گھر کے اندر تشریف لے گئے، مریضہ ایک چارپائی پر لیٹی ہوئی تھی اس کا پیٹ اتنا پھول گیا تھا کہ معلوم ہو رہا تھا کہ پھٹ جائیگا اور سانس میں اتنی تنگی اور شدت تھی کہ جیسے دم نکل رہا ہے، مریضہ کو دیکھتے ہی حضرت قبلہ نے وہ دعاء جو حدیث شریف میں مریض کو دیکھ کر پڑھنے کیلئے ارشاد فرمایا گیا ہے، پڑھی۔ دعاء یہ ہے

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ عَافَانِیْ مِمَّا ابْتَلَاکَ بِہٖ وَفَضَّلَنِیْ عَلٰی کَثِیْرٍ مِمَّنْ خَلَقَ تَفْضِیْلاً

مریضہ کا پورا جسم منہ سمیت چادر سے چھپا ہوا تھا، حضرت والا نے اپنے رومال کے نچلے سرے کو مریضہ کے شکم پر لٹکا دیا اور زیر لب کچھ پڑھنا شروع کیا، پھر مریضہ پر دم فرما دیا، دم کرتے ہی مریضہ کے سانس کی شدت میں کمی آ گئی اسی طرح دو بار پڑھ کر دم فرمایا اور سانس حسب معمول آسانی کے ساتھ چلنے لگی، حضرت کے پاس مارواڑی کا فیملی ڈاکٹر بھی کھڑا تھا، یہ منظر دیکھ کر حضرت والا کے قدموں پر گر پڑا، حضرت پیچھے کی طرف ہٹتے ہوئے فرمایا مَعَاذَ اللہ یہ کیا کر رہے ہو، اس کے بعد وہاں سے ہم لوگ سید صاحب کے مکان پر آ گئے، صبح فجر کے بعد مارواڑی اور اس کا فیملی ڈاکٹر دونوں سید صاحب کے مکان پر آئے اور بتایا کہ مریضہ کی حالت کافی حد تک ٹھیک ہے، شکم اپنی اصلی حالت پر آ گیا ہے، کئی روز کے بعد آج کھانا کھایا ہے اور گھر کے لوگوں سے بات چیت بھی کی ہے، طبیعت بالکل ٹھیک لگ رہی ہے۔ سید صاحب کا دونوں نے شکریہ ادا کیا اور چلے گئے۔ اللہ کی شان کہ حضور والا کی دعاء سے وہ عورت کافی دنوں تک زندہ رہی۔ کب مری مجھے معلوم نہیں دو سال تک میں معلوم کرتا رہا تو زندہ تھی۔ معلوم نہیں مر گئی کہ زندہ ہے۔ وَاللہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ.

نوری تماچے کا کرشمہ:۔ ۱۹۷۲ء میں گوندیا کے اسی دورے کا ایک واقعہ اس طرح پیش آیا، ایک صاحب جو حضرت قبلہ کے خاص مریدوں میں سے ہیں، ان کا نام جناب انور مستری ہے، سویل لائن گوندیا میں ان کا مکان ہے، حضرت والا ناشتے کیلئے انور مستری کے مکان پر تشریف لائے تھے، ناشتے کے بعد لوگوں کو آپ تعویذات عطا فرما رہے تھے، حاجت مندوں کا ایک ہجوم تھا، ہر شخص اپنا اپنا درد دل بیان کرتا اور دعائیں اور تعویذات لیکر بامراد واپس جاتا۔

اسی اثنا دو صاحب ایک نوجوان لڑکے کو رکشے پر لیکر اس حال میں آئے کہ

نوجوان کے ہاتھ پاؤں رسی سے بندھے ہوئے تھے اور وہ زور، زور سے چیخیں مار رہا تھا ساتھ ہی گندی گندی گالیاں بھی بک رہا تھا، اسی حالت میں اس کو حضرت کے سامنے لاکر کچھ فاصلے پر بیٹھا دیا گیا، بیٹھتے ہی اس نے چیخنا بند کر دیا، حضرت قبلہ نے اس کی طرف کوئی التفات نہیں فرمایا، آپ تعویذات لکھنے میں مصروف رہے، اپنی عادت کے مطابق یہ بھی نہیں دریافت فرمایا کہ اس کو کیا ہو گیا ہے، چند منٹوں کے بعد نوجوان حضرت قبلہ کی طرف دیکھ کر مسکرایا اور بولا، بڑے میاں ذرا ادھر بھی تو دیکھو، ہم سے نظریں کیوں نہیں ملاتے، اسی طرح اور بھی بے تکے ڈائیلاگ بولنے لگا، اچانک حضرت والا نے لکھتے لکھتے ہاتھ روک لیا اور آگے بڑھ کر اپنے بائیں ہاتھ سے اس کے بالوں کو پکڑ کر اپنی طرف کھینچا اور ایک دو جھٹکے دیئے، پھر دو تماچے زوردار اس کے سر پر رسید فرمائے اور پر جلال آواز میں فرمایا کہ اس کے ہاتھ پاؤں کھول دو، نوجوان کو لیکر آنے والوں نے کہا کہ حضور! اگر اس کو کھولدیا جائیگا تو لوگوں سے مار پیٹ کرنا شروع کر دیگا، حضرت نے فرمایا کہ میں کہہ رہا ہوں کھول دو ان شاء اللہ اب کچھ نہیں کریگا، اس کے باپ اور بھائی گھبرا رہے تھے کہ اگر اس کی رسیاں کھول دی گئیں تو کہیں حضرت والا پر حملہ نہ کردے، اس لئے وہ خاموش کھڑے رہے اور اس سوچ میں پڑ گئے کہ کیا کیا جائے، جب میں نے ان لوگوں کو کشمکش میں مبتلا دیکھا تو کہا، آپ لوگ ڈریں نہیں رسیاں کھول دیجئے ان شاء اللہ تعالیٰ کوئی غلط حرکت نہیں کرے گا، حضرت نے فرما دیا ہے، اب وہ بالکل ٹھیک ہو گیا ہے، اس کے بعد ان لوگوں نے ڈرتے ڈرتے اس کے ہاتھ پاؤں کھول دیئے، وہ ساکت وصامت تھوڑی دیر تک حضرت والا کے سامنے بیٹھا رہا، پھر آپ نے فرمایا اس کو لیکر جاؤ، حضرت کی اجازت کے بعد اس کے باپ، بھائی نوجوان کو لیکر گھر چلے گئے۔

پھر بعد نماز عصر وہی نوجوان نہا دھو کر صاف ستھرے سلیقے کے کپڑے پہن کر

حضرت قبلہ کی قیام گاہ پر آپ سے ملاقات کیلئے حاضر ہوا، اب بالکل سنجیدہ ہے، اس وقت جب پہلے آیا تھا تو بے ادبی کے بول بول رہا تھا اب بالکل شریفوں کی طرح مؤدب نظر آرہا ہے، مگر حضرت قبلہ نے اس تبدیلی حال کے باوجود اس کو پہچان لیا، اس نے حضرت قبلہ کو سلام کیا اور مصافحہ کے لئے اپنے دونوں ہاتھ بڑھائے، حضرت نے جواب سلام کے بعد اس سے مصافحہ فرمایا اور اس کے ہاتھوں کو مضبوطی کے ساتھ پکڑ لیا اور فرمایا کہ ''میری وجہ سے تم کو ایذا پہنچی ہے معاف کر دو'' یہ سن کر نوجوان گھبرا گیا، زبان سے کچھ نہ بول سکا، حضرت نے فرمایا ''بولو میں نے معاف کیا'' نوجوان بولا، سرکار میں کیا معاف کروں؟ آپ نے تو مجھے کوئی تکلیف نہیں دی ہے، حضرت نے فرمایا کہ صبح کے وقت جب تم آئے تھے تو میں نے تم کو تماچہ مارا تھا، اس لئے تم کہو میں نے معاف کیا، بالآخر جب اس نے کہا کہ میں نے معاف کیا تو حضرت قبلہ نے اس کا ہاتھ چھوڑا۔

ناظرین کرام! غور کیجئے اور اندازہ لگائیے کہ سرکار سیدی مرشدی حضور مفتئ اعظم علیہ الرحمۃ والرضوان شرعی حزم واحتیاط اور تقویٰ شعاری کے اعتبار سے کتنے بلند وبالا اور ارفع واعلیٰ مقام پر فائز تھے، سچ تو یہ ہے کہ اس کا اندازہ وہی حضرات لگا سکتے ہیں جو اہل نظر اور آشنائے رموز شرع ہیں کم نظر اور بے خبر کو اس کی کیا خبر ہو سکتی ہے، میں نے ایک منقبتی نظم میں عرض کیا ہے،

جو کم نظر ہے وہ کیا جانے مرتبہ اس کا
حریم شرع میں گذری ہے جسکی شام وسحر

یہ بات تو اپنی جگہ مسلم ہے کہ مسلمان کو بے وجہ شرعی ایذاء دینا ناجائز وحرام ہے، حدیث شریف میں ہے '' مَنْ اٰذٰی مُسْلِمًا فَقَدْ اٰذَانِیْ وَمَنْ اٰذَانِیْ فَقَدْ اٰذَی اللّٰہَ'' جس نے مسلمان کو ایذاء دی اس نے مجھے ایذاء دی اور جس نے مجھے ایذاء دی بیشک اس نے اللہ تعالیٰ کو ایذاء دی، مگر یہ حکم کب ہے جبکہ کسی کو بلا وجہ ایذا دی

جائے، اگر حاجت، ضرورت اور کسی غرض صحیح کی وجہ سے ہو تو کوئی قباحت نہیں، بلکہ ثواب، ثواب نہیں بعض حالات میں واجب اور فرض ہے جیسے علاج معالجہ کیلئے بدن کے کسی حصہ کو چیرنا، کاٹنا، دانت اکھاڑنا، وغیرہ وغیرہ،

حضرت والا نے نوجوان کو جو تماچے رسید کئے تھے وہ بلا وجہ نہیں تھے بلکہ علاج کی غرض سے تھے، ایذاء پہنچانے کی غرض سے نہیں تھے، یہی وجہ ہے کہ دونوری تماچوں نے نوجوان کی کایا پلٹ دی، دیوانگی فرزانگی میں بدل گئی، تکلیف راحت بن گئی، جس طرح ہو سکے کسی مسلمان کی تکلیف دور کرنا اجر وثواب کا باعث ہے، حدیث شریف میں ہے ''مَنْ فَرَّجَ كُرَبَ أَخِيهِ الْمُسْلِمِ فَرَّجَ اللّٰهُ كُرَبَاتِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ'' جس نے اپنے مسلمان بھائی کی تکلیف کو دور کردی تو اللہ تعالیٰ اس کی بہت سی پریشانیوں کو قیامت کے دن دور فرمادے گا۔

اس فرمان رسول ﷺ کی روشنی میں اگر دیکھا جائے تو حضرت والا کا تماچہ مارنا علاجاً تھا جو یقیناً باعث اجر وثواب اور مرضی الٰہی کے عین مطابق تھا، جس کی بناء پر معافی مانگنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا مگر، اللہ، اللہ باوجود اس کے آپ کی تقویٰ شعاری، ایثار پسندی، تواضع، انکساری، بے نفسی، شریعت کی پاسداری اور امت مسلمہ کی بہی خواہی کے تقدس مآب جذبات کو یہ گوارہ نہ ہوا کہ جو کام حقیقت میں ایذاء مسلم نہیں بلکہ سراسر شفقت ومروت پر مبنی ہے محض ظاہری طور پر ایذاء معلوم ہوتا ہے، اسے یونہی نظر انداز کر دیا جائے، یہ تو مزاج تقویٰ کے خلاف ہے، اس لئے آپ نے نوجوان سے معاف کر دینے کو فرمایا تا کہ دیکھنے والے اس سے سبق حاصل کریں اور یہ جان لیں کہ جو کام جان بوجھ کر بلا وجہ مسلمان کو ایذاء پہنچانے کیلئے کیا جائے اور معافی کی فکر نہ کی جائے وہ کتنا بڑا ظلم اور جرم ہے۔

آج مسلمان حق اللہ اور حق العبد کی ہر وقت پامالی کرتا رہتا ہے، پھر بھی اسے

توبہ واستغفار کی کوئی فکر نہیں ہوتی، نہ ہی اس مسلمان بھائی سے معذرت کرنا پسند کرتا ہے جس کا حق پامال کیا ہے، بلکہ توبہ کرنے اور معافی مانگنے کو اپنی بے عزتی جانتا ہے، نہ دین کے نقصان کا احساس ہے نہ ہی آخرت کی زبوں حالی کا خیال ہے، یہ اس لئے ہے کہ ہم میں احتساب نفس کا جذبہ باقی نہیں رہا، اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ، احتساب نفس سے نفس کشی ہوتی ہے اور نفس کشی ہی اصل تقویٰ ہے، جو سب کو نصیب نہیں ہوتا یہ اسی خوش نصیب کا حصہ ہے جسمیں احتساب نفس کا بھرپور جذبہ ہوتا ہے، چھوٹی بڑی کوئی بھی غلطی ہو اس سے فوراً رجوع کر لینا، توبہ کرنا اور معافی مانگنا یہی شان بندگی، اصل جوانمردی، نشان علوالعزمی اور انسانی شرافت ہے، نہ کہ بے عزتی اور خلاف شان ہے حضور سیدی ومرشدی مفتئ اعظم علیہ الرحمۃ والرضوان میں ''احتساب نفس'' کا مقدس جذبہ کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا، اس سلسلے میں حضرت قبلہ کا ہی ایک دل افروز واقعہ ملاحظہ فرمائیں۔

احتساب نفس اور حضور مفتی اعظم علیہ الرحمہ :۔ ۱۹۷۲ء میں حضور سیدی سرکار مفتئ اعظم علیہ الرحمہ نے جب حیدرآباد، دکن کا سفر فرمایا تھا، اس وقت حضرت سید محمد قادری صاحب مرحوم صدر انجمن قادریہ قاضی پورہ حیدرآباد کے دولت کدہ پر حضرت قبلہ کی دعوت کا انتظام تھا، بعد نماز ظہر تقریباً ڈھائی بجے حضرت قبلہ کی ہمرکابی میں ہم لوگ حضرت سید محمد صاحب قبلہ کے در دولت پر پہنچے، موصوف کا مکان ایک وسیع قطعہ زمین پر پرانے طرز کا بنا ہوا تھا، جو قدیم ہونے کے باوجود بہت شاندار تھا، جس کو دیکھ کر کسی نواب کی حویلی کا گمان ہوتا تھا، اس کے بیرونی حصے میں ایک بہت بڑا ہال تھا، جو خوبصورت فرش سے آراستہ تھا، اس ہال میں پہلے ہی سے پچاس سے زائد علماء ومشائخ تشریف فرما تھے حضرت قبلہ کے لئے ایک مخصوص نشست گاہ بنائی گئی تھی، وہاں پہنچتے ہی آپ کو نشست گاہ پر احترام کے ساتھ بٹھا دیا گیا، ان مشاہیر علماء کرام

اور مشائخ عظام میں حضرت قبلہ کی موجودگی ایسی لگ رہی تھی جیسے کسی شہنشاہ کا دربار عالی وقار سجا ہوا ہے، اور گرداگرد وزراء و مصاحبین سرنیاز جھکائے ادب سے بیٹھے ہوئے ہیں یا پھر ایک چاند تھا جو فلک علم و آگہی پر پوری آب وتاب کے ساتھ چمک رہا تھا اور ستارے اس کے اردگرد دمک رہے تھے، آپ اپنی جگہ سر جھکائے ہوئے تشریف فرما تھے اور حاضرین بزم کی نگاہیں آپ کے چہرۂ پرانوار کی زیارت میں مصروف تھیں، کچھ لوگ حضرت والا کی پرکشش شخصیت اور آپ کی علمی وجاہت پر تبصرہ بھی آہستہ آہستہ کررہے تھے، ایک عجیب سماں تھا جو دیکھنے سے تعلق رکھتا تھا۔

میں حضرت والا کے داہنے جانب بیٹھا ہوا تھا میں نے دیکھا کہ حضرت نے سر اٹھایا اور سامنے والی دیوار پر آپ کی نظر پڑی فوراً چہرہ کا رنگ بدل گیا، اور حسب عادت زبان مبارک سے نکلا، لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ، لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ، لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ (ﷺ) کلمہ طیبہ کی تکرار کے بعد توبہ واستغفار کے کلمات دھرائے اور پرجلال آواز میں فرمایا ''اسے اتارو اور پھینکو'' جب میں نے سامنے کی دیوار کو دیکھا تو اس پر ایک خوبصورت فریم میں طغریٰ لٹکا ہوا تھا جس میں کسی ماہر خطاط نے بڑے ہی خوبصورت انداز میں مندرجہ ذیل شعر کی کتابت کی تھی ۔

زاہد تو بخشے جائیں گنہگار منہ تکیں

اے رحمت خدا تجھے ایسا نہ چاہیئے (العیاذ باللہ)

صاحب خانہ حضرت سید صاحب فوراً اٹھے، طغریٰ کو اتارا اور اپنے صاحبزادے سے فرمایا اسے لے جاؤ، حضرت والا نے صاحب خانہ سے فرمایا کہ آپ نے اسے لگایا ہے، اس لئے توبہ کیجئے، سید صاحب موصوف نے بلاتأمل توبہ کی، اس کے فوراً بعد حضرت قبلہ نے سب کی طرف دیکھ کر فرمایا کہ آپ لوگ گواہ رہو میں بھی توبہ کرتا ہوں، جب حضرت قبلہ نے یہ کہا تو اس فرمانے سے میں یہ سمجھا کہ حضرت نے

سید صاحب پر ناراضگی کا اظہار فرمایا ہے اس لئے توبہ کر رہے ہیں، دل میں یہ خیال گذرا ادھر حضرت نے فوراً فرمایا کہ "چونکہ اس شعر میں اللہ تعالیٰ کا نام نامی ہے جس کا احترام لازم ہے، میں نے غصہ میں کہہ دیا ہے' اسے اتارو اور پھینکو' پھینکنے کا لفظ اس تحریر کے ادب کے خلاف ہے، اس لئے میں اس سے رجوع کرتا ہوں اور توبہ کرتا ہوں، "اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ رَبِّیْ مِنْ کُلِّ ذَنْبٍ وَّاَتُوْبُ اِلَیْهِ" یہ سن کر میری آنکھیں نمناک ہو گئیں، کہ اللہ اکبر یہ صاحبانِ نفوسِ قدسیہ جذبۂ احتسابِ نفس سے کس قدر سرشار رہتے ہیں کہ چھوٹی اور باریک باتوں کی جانب جن کی طرف اہل علم کے ذہن کی رسائی نہیں ہوتی، ان پر من جانب اللہ ان حضرات کو تنبیہ ہو جاتی ہے، اور توبہ واستغفار میں قطعاً کوئی تاخیر نہیں ہونے دیتے، جو لغزش اعلانیہ سرزد ہوتی ہیں اس کی توبہ بھی اعلانیہ کرتے ہیں، اور اس شان سے کرتے ہیں کہ لوگوں کو اس پر گواہ بناتے ہیں،

اب کہاں باقی رہیں وہ ہستیاں
آباد تھیں جن کے قدم سے بستیاں

سبحان اللہ! حضور مفتئ اعظم علیہ الرحمہ کی زندگی کتنی پاکیزہ تھی، ہر سانس خشیت ربانی کی عطر بیزیوں سے مشکبار، ہر ادا تقویٰ شعار، ہر قدم سنت نبوی کا آئینہ دار، ہر عمل قانون شریعت کا پاسدار، گویا آپ کی ذات اسلامی عظمتوں کا بلند مینار تھی، حضرت والا ظاہر و باطن کی یکسانیت، خلوص وللّٰہیت کی موزنیت میں آپ اپنی مثال تھے، ع

خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

چہرہ دیکھا اور ایمان لایا: ۱۹۷۰ء میں حضور سرکار مفتئ اعظم علیہ الرحمۃ والرضوان حضرت قبلہ مفتی غلام محمد صاحب کی دعوت پر ناگپور تشریف لائے، گوندیا شہر کے مریدین حضرات نے مفتی غلام محمد صاحب قبلہ سے درخواست کی کہ ایک روز حضرت والا کو گوندیا تشریف لے چلنے کے لئے راضی کرلیں تو بڑا کرم ہوگا، مفتی صاحب نے

حضرت قبلہ کو گوندیا کے لئے تیار کرلیا، پروگرام کے مطابق حضرت والا بمبئی ہاوڑہ میل سے گوندیا کے لئے روانہ ہو گئے، فقیر رضوی مجیب اشرف بھی ہمرکاب تھا۔

گوندیا ریلوے اسٹیشن پر استقبال کرنے والوں کا جم غفیر تھا، ٹرین جب پلیٹ فارم پر پہنچی فضا نعرہائے تکبیر ورسالت سے گونج اٹھی، پلیٹ فارم پر موجود مسافر اس منظر کو دیکھ کر ششدر رہ گئے، جب حضرت والا ٹرین سے نیچے تشریف لائے تو دیوانے دست بوسی اور زیارت کے لئے پروانہ وار ٹوٹ پڑے ہجوم کو قابو میں کرنا مشکل ہو گیا، چند مضبوط نوجوان بھیڑ کو چیرتے ہوئے آئے اور گھیرا بنا کر حضرت کو بیچ میں لے لیا، پھر آہستہ آہستہ لیکر گیٹ کی طرف چلنے لگے، سامنے آفس کے دروازے پر ایک شخص (اسٹیشن ماسٹر) کھڑا ہوا اس منظر کو دیکھ رہا تھا، جب حضرت کا گذر اس کے قریب سے ہوا تو اس نے بڑے غور سے حضرت کو دیکھنا شروع کیا، میری نظر بھی اس پر تھی، مجھے محسوس ہوا کہ حضرت کی شخصیت سے یہ شخص متاثر ہو گیا ہے، جب میں اس کے پاس سے گذر رہا تھا، مجھے روک کر پوچھا یہ کون ہیں، میں نے جلدی میں کہا کہ مسلمانوں کے سب سے بڑے پیر ہیں، کہاں ٹھہریں گے؟ اس نے دوسرا سوال کیا، میں نے کہا کہ تمبا کو سورتی کمپنی سید صاحب کے یہاں ٹھہریں گے، یہ کہکر میں آگے بڑھ گیا۔

عصر کی نماز کے بعد حضرت قبلہ چائے پی رہے تھے، اس وقت ایک شخص اپنی بیوی اور بچوں کے ساتھ سید صاحب کے مکان پر آیا، میں باہر کرسی پر بیٹھا ہوا تھا، میرے پاس آکر بولا آپ کے گروجی کہاں ہیں، میں ان سے ملنا چاہتا ہوں، میں نے کہا کہ آپ مل سکتے ہیں مگر عورتوں کو ملنے کی اجازت نہیں، میں نے پوچھا کہ آپ کا نام کیا ہے؟ اس نے کہا میرا نام نائیڈو ہے، مسٹر نائیڈو کو میں نے کرسی پر بیٹھا کر اندر جا کر حضرت سے اجازت لی کہ ایک غیر مسلم حضور سے ملنا چاہتا ہے، سرکار اگر اجازت دیں تو بلا لیا جائے، حضرت قبلہ نے بخوشی اجازت دے دی مسٹر نائیڈو اندر آئے، اور

حضرت کے قدموں پر سر رکھنا چاہا، حضرت نے اس کا سر پکڑ کر اٹھا دیا اور فرمایا اِنَّا لِلّٰہِ، مَعَاذَ اللہ یہ کیا کر رہے ہو، وہ گھبرا کر سیدھے بیٹھ گیا، حضرت نے فرمایا اسلام اس طرح ملنے کی اجازت نہیں دیتا۔

حسب عادت حضرت قبلہ نے پوچھا کیسے آئے ہوئے؟ مسٹر نائیڈو نے جواب دیا اسلام دھرم میں آنا چاہتا ہوں، یہ سنکر حضرت والا کا چہرہ خوشی سے چمک اٹھا، فرمایا آگے آجاؤ، مسٹر نائیڈو آگے بڑھے حضرت والا نے کلمہ طیبہ اور کلمہ شہادت کی مع ترجمہ تلقین فرمائی، کفر شرک دیوی دیوتا اور تمام خلاف شرع باتوں سے توبہ کرائی، پھر ایمان مفصل کی اس طرح تلقین فرمائی کہ تمام ضروریات دین کو جمع فرمادیا توحید، رسالت، ملائکہ، جنت، دوزخ، کتب سماویہ، برزخ، حشر ونشر، اچھی بری تقدیر کے منجانب اللہ ہونے پر ایمان اور مَا جَاءَ بِهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کی دل سے تصدیق اور زبان سے اقرار کروانے کے بعد ان کا نام محمد شبیر رکھا، پھر ان کے بال بچوں کو داخل اسلام کیا، اس طرح پوری فیملی صرف آپکے چہرہ زیبا کی زیارت کر کے ایمان کی دولت سے مالا مال ہوگئی، وللہ الحمد.

جناب محمد شبیر صاحب قبول اسلام کے بعد اندر سے باہر تشریف لائے تو وہاں موجود مسلمانوں نے اللہ اکبر کا فلک شگاف نعرہ لگا کر اپنی خوشیوں کا اظہار کیا اور سب نے اپنے اس نئے بھائی کو مبارکبادی پیش کی، بعد میں جناب محمد شبیر صاحب سے میں نے پوچھا، کہ آپ مسلمان کیوں ہوئے؟ اسلام کی کون سی بات آپ کو پسند آئی،؟ انھوں نے کہا کہ مولانا جی کچھ نہیں، میں نے سپنے میں بھی نہیں سوچا تھا کہ میں کبھی اسلام دھرم قبول کرونگا، اسٹیشن پر میں نے پیر صاحب کا چہرہ دیکھا، درشن کیا اور میرے دل کی دنیا بدل گئی، میں بیچین ہوگیا، اپنے اوپر کنٹرول نہ کر سکا، فوراً گھر گیا بیوی بچوں کو سارا ماجرا کہہ سنایا، ہم نے نہایا دھویا کپڑے بدلے اور یہاں پہنچ گئے، یہ

کہتے ہوئے محمد شبیر صاحب کی آنکھوں میں آنسو آ گئے، حاضرین انکی گفتگو سن کر بے اختیار پکار اٹھے سبحان اللہ ، ماشاء اللہ ،کیا شان ہے سرکار سیدی مفتیٔ اعظم علیہ الرحمۃ والرضوان کی،

ترى نگاہ سے ملتا ہے نور قلب ونظر
کہ تو ہے نوری اور نوری میاں کا نور نظر

ایمان لانے کا دوسرا واقعہ: سنہ ۱۹۶۸ء میں حضور سیدی سرکار مفتیٔ اعظم علیہ الرحمہ نا گپور تشریف لائے آپ کا قیام رئیس نا گپور جناب الحاج شیخ عبدالسجان صاحب مرحوم فروٹ مرچنٹ اینڈ کمیشن ایجنٹ کے مکان پر تھا حاجی صاحب کے چاروں صاحبزادگان، جناب الحاج سیٹھ عبدالشکور صاحب جناب سیٹھ عبدالغفار صاحب، جناب الحاج سیٹھ عبدالمجید صاحب اور جناب سیٹھ عبدالرشید صاحب اور تمام افراد خاندان سرکار مفتیٔ اعظم علیہ الرحمہ کے حلقہ ارادت سے وابستہ ہیں، دارالعلوم امجدیہ نا گپور کی پرانی عمارت انھیں حضرات کی وقف شدہ زمین پر بنی ہوئی ہے مولیٰ تعالیٰ ان تمام حضرات کو جزائے خیر عطا فرمائے آمین۔

نا گپور اتواری ریلوے اسٹیشن کے پاس جناب عبدالعزیز خانصاحب اشرفی جو حضرت والا کے بڑے عاشق تھے ان کے مکان پر ایک روز بعد نماز عشاء حضرت قبلہ کی دعوت کا اہتمام تھا، خاں صاحب موصوف بعد نماز مغرب ہی حضرت کو اپنے مکان پر لیکر چلے گئے، جاتے ہی زیارت کرنے والوں کی بھیڑ جمع ہو گئی، اس بھیڑ میں ایک غیر مسلم بھی تھا جو خاں صاحب موصوف کا ملاقاتی تھا، اور ریلوے پلیٹ فارم پر کینٹین چلاتا تھا، اس نے بھی سر پر رومال باندھا اور ادب کے ساتھ حضرت قبلہ سے آ کر ملا اور دست بوسی کر کے ایک طرف بیٹھ کر حضرت کو دیکھتا رہا تھوڑی دیر کے بعد اٹھا اور چلا گیا، تقریباً رات کو ۱۰ ربجے نہا دھو کر پائجامہ کرتا پہن کر خاں صاحب

کے مکان پر آیا، اور خان صاحب سے کہا میں مسلمان ہونا چاہتا ہوں خان صاحب نے فوراً حضرت کی خدمت میں پیش کر دیا، حضرت والا نے پہلے تمام کفریات، شرکیات سے توبہ کرائی پھر ایمان مجمل اور ایمان مفصل کی تلقین کر کے داخل اسلام فرما لیا، اور نام عبدالسلام رکھا، پھر دوسرے روز وہی شخص اپنی ماں، بیوی، ایک لڑکا اور ایک لڑکی کو لیکر الحاج شیخ عبدالسبحان کے مکان پر جس کا نام عبدالسلام رکھا گیا تھا حاضر ہوا، حضرت نے سب کو داخل اسلام فرمایا، اس طرح ایک خاندان کے پانچ افراد حضرت والا کے دست حق پرست پر مشرف بہ اسلام ہوئے، وللہ الحمد علیٰ ذٰلک

انگلی کا زخم ٹھیک ہو گیا:۔ ایشیا کا مشہور بھلائی اسٹیل پلانٹ سے لگا ہوا درگ شہر بمبئی کلکتہ ریلوے لائن پر واقع ہے، اس شہر میں اہل سنت کی کثیر تعداد آباد ہے، شہر کی جامع مسجد بہت خوبصورت اور شاندار ہے، جس کے خطیب و امام حضرت العلام مولانا سید افضل الدین حیدر صاحب اشرفی علیہ الرحمہ تھے مولانا موصوف صدر الشریعہ مولانا امجد علی صاحب علیہ الرحمہ کے تلامذہ میں سے تھے، اور حضور سیدنا علی حسین صاحب عرف اشرفی میاں علیہ الرحمہ کے مرید تھے، نہایت لاغر و نحیف تھے مگر چہرہ بارعب اور نورانی تھا، کسی کو نظر بھر کر دیکھنے کی ہمت نہیں ہوتی تھی، اچھے اچھے آپ سے گفتگو کرنے سے گھبراتے تھے، صائم الدھر تھے، اپنے زمانے میں زہد و اتقاء کے اعتبار سے مثالی شخصیت کے مالک تھے، آخری عمر تک گوشہ نشیں رہے، خاندان اعلیٰ حضرت بالخصوص حضور سیدی سرکار مفتیٔ اعظم علیہ الرحمہ سے بے پناہ عقیدت رکھتے تھے۔ درگ شہر میں سیدی مفتیٔ اعظم علیہ الرحمہ کے مریدین کثیر تعداد میں ہیں، انھیں عقیدتمندوں کی دعوت پر ۱۹۶۸ء میں حضرت والا درگ تشریف لائے تھے، یہاں کے احباب اہل سنت نے بہت بڑی کانفرنس کا انعقاد بھی کیا تھا، جس میں حضرت العلام مفتیٔ مالوہ مفتی رضوان الرحمن صاحب فاروقی، حضرت العلام مولانا مفتی غلام محمد

صاحب ناگپوری، حضرت علامہ مولانا قمر الزماں صاحب اعظمی اور فقیر راقم الحروف محمد مجیب اشرف رضوی کے علاوہ بہت سے علماء کرام تشریف لائے ہوئے تھے۔

حضرت والا کے ہمراہ تمام مہمان علماء کرام کی دعوت ایک سیٹھ صاحب کے مکان پر تھی، عشاء کی نماز کے بعد جب ہم لوگ فارغ ہو گئے تو جناب منشی رضا علی صاحب کی کار سے حضرت کی قیام گاہ پر واپسی ہوئی، حضرت والا کار سے اتر کر اندر تشریف لے گئے، میں اور مولانا قمر الزماں صاحب کار کے پاس کھڑے ہو کر باتیں کرنے لگے، کار کا دروازہ کھلا ہوا تھا، میرا ہاتھ دروازے پر تھا، ڈرائیور آیا اس نے زور سے دروازہ بند کر دیا، میری انگلی دروازے میں بری طرح دب گئی، منہ سے چیخ نکل پڑی اور چکر آ گیا، مولانا قمر الزماں صاحب نے فوراً تھام لیا، ورنہ گر پڑتا، ڈرائیور نے فوراً دروازہ کھولدیا میں زمین پر بیٹھ گیا، اتنے میں اندر سے ایک شخص بھاگتے ہوئے آیا اور کہا مولانا مجیب اشرف صاحب کو حضرت فوراً بلا رہے ہیں، مولانا قمر الزماں صاحب مجھے لیئے ہوئے حضرت قبلہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی حضور! ان کی انگلی کار کے دروازے میں دب گئی ہے یہ سن کر آپ نے اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ پڑھا اور فرمایا ہاتھ بڑھایئے میں نے ہاتھ بڑھا دیا، حضرت نے اپنے انگوٹھے اور شہادت کی انگلی سے میری زخمی انگلی کو پکڑ لیا، اور آیت کریمہ " أَمْ أَبْرَمُوْٓا أَمْراً فَاِنَّا مُبْرِمُوْنَ " پڑھ پڑھ کر دم فرماتے جا رہے تھے اور درد کم ہوتا جا رہا تھا، ایک دو منٹ میں درد اور جلن بالکل ختم ہوگئی، خون بہنا بند ہو گیا مجھے ایسا لگا کہ کچھ ہوا ہی نہیں، رات کو چین سے سویا، صبح اٹھ کر دیکھا تو زخم بھی مندمل ہو گیا تھا، جبکہ انگلی کا آدھا حصہ دبنے کی وجہ سے کٹ گیا تھا باوجود اس کے بغیر کسی مرہم پٹی کے زخم صبح تک ٹھیک ہو گیا تھا جس کا نشان ابھی بھی انگلی پر باقی ہے، جس کو میں ''نشانِ کرامت مرشد'' سے تعبیر کرتا ہوں۔

فائدہ:۔ بدن کے جس حصے میں درد ہو درد کی جگہ داہنا (سیدھا) ہاتھ رکھ کر مذکورہ

آیت کریمہ کو ۱۱/۱۱/ بار اور اول وآخر تین تین بار درود پڑھ کر درد کی جگہ دم کرے اور ہر بار دم کرتے وقت ہاتھ اٹھالیا کرے، خیال رہے غیر مرد عورت کے بدن پر ہاتھ نہ رکھے بلکہ اس سے کہے کہ اپنا ہاتھ درد کی جگہ رکھے اور جب میں دم کروں تو ہاتھ اٹھالیا کرے، اللہ تعالیٰ پیر و مرشد کے صدقے میں ان شاء اللہ شفاء عطا فرمائیگا۔

گلے کی تکلیف دور ہوگئی:۔ میرے گلے میں ہمیشہ تکلیف رہا کرتی تھی، کیلا، ٹھنڈا پانی یا کوئی ٹھنڈی چیز استعمال کرلوں تو ٹانزل بڑھ جایا کرتا تھا جس سے بہت تکلیف ہوتی تھی گلے کے ڈاکٹروں کو بتایا تو انھوں نے آپریشن کا مشورہ دیا، مگر میرے ملنے والے ڈاکٹر جین ہارٹ اسپیشلٹ نے مجھے آپریشن سے منع کردیا ۱۹۷۹ء میں حضرت والا دارالعلوم امجدیہ ناگپور کی نئی بلڈنگ کے افتتاح کے لئے علالت کے باوجود ناگپور تشریف لائے اور حضرت والا کا یہ آخری دورہ تھا اس کے بعد پھر کبھی تشریف نہیں لائے، حضرت کا قیام حاجی عبدالستار صاحب مرحوم مالک جنتا گلاس ورکس کے مکان پر تھا، ظہر کی نماز کے لئے حضرت اٹھے فقیر پکڑ کر آنگن میں لایا، آپ نے اطمینان سے وضو فرمایا، وضو کے بعد جب کھڑے ہوئے تو خلاف توقع فقیر سے مصافحہ اور معانقہ فرمایا، پھر اپنے سیدھے ہاتھ کو میرے گلے کی داہنی طرف اور بائیں طرف پھیرا اور زیر لب کچھ پڑھ کر دم فرمایا، ماشاء اللہ اس روز سے آج تک گلے میں ایسی تکلیف نہیں ہوئی، اب میں سرد و گرم چیز بے تکلف کھا پی لیتا ہوں فقیر پر کرم ہے پیر و مرشد کا رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ عنا جبکہ حضرت والا سے میں نے اپنی تکلیف کے بارے میں کچھ بھی نہیں کہا تھا، یہ بھی آپ کا کشف تھا کہ بے کہے علاج کردیا۔

زخمی ہاتھ ٹھیک ہوگیا:۔ ۱۹۷۲ء میں آندھرا پردیش کا تاریخی سفر، ویزیا نگرم، ویشاکھا پٹنم، کاکی ناڑہ، وجے واڑہ اور کھمم ہوتے ہوئے حیدرآباد تک ہوا، اس مبارک سفر میں بہت سے واقعات ظہور پذیر ہوئے، جن کا ذکر کچھ پہلے ہو چکا ہے اور

کچھ واقعات آئندہ ذکر کیئے جائیں گے ان شاء اللہ تبارک وتعالیٰ۔

وجے واڑہ آندھرا پردیش کا ایک بڑا اور مرکزی تجارتی شہر ہے، اس شہر میں سرکار حضور مرشدی مفتئ اعظم علیہ الرحمہ کے ایک میمن سیٹھ مرید رہتے تھے، انکا نام جناب حاجی احمد سیٹھ تھا، انھیں کے مکان پر ہم لوگوں کا قیام تھا، یہاں بھی رات میں بہت بڑا جلسہ ہوا جس میں ہزاروں سنی مسلمانوں نے شرکت کی اور کثیر تعداد میں لوگ داخل سلسلہ عالیہ قادریہ رضویہ ہوئے۔

دوسرے روز حضرت والا کو حیدرآباد کے لئے روانہ ہونا تھا، جناب حاجی احمد سیٹھ نے گولکنڈہ اکسپریس سے دو ٹکٹ فرسٹ کلاس کے بک کروا لئے تھے، جب حضرت والا قبلہ کو معلوم ہوا کہ حاجی صاحب نے فرسٹ کلاس کا ٹکٹ بک کروالیا ہے تو اپنی ناپسندگی کا اظہار فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ آپ نے خواہ مخواہ پہلے درجہ کا ٹکٹ منگوالیا، دوسرے درجہ کا اتنے میں دو ٹکٹ آجاتے، حضرت والا عام طور پر فرسٹ کلاس سے سفر کو ناپسند فرماتے سکنڈ کلاس سے سفر فرماتے تھے، اس زمانے میں اے۔سی کوچ نہیں ہوتے تھے، فرسٹ کلاس۔ سکنڈ کلاس اور تھرڈ کلاس اور ایک انٹر کلاس ہوتا تھا، بہر حال جب ہم لوگ وقت مقررہ پر ٹرین میں سوار ہوئے اور اس کیبن میں داخل ہوئے جس میں ہماری سیٹیں بک تھیں تو دیکھا کہ دوسری جانب سیٹ پر نو بیہا تا جوڑا میاں بیوی بیٹھے ہوئے ہیں حضرت والا نے فوراً آنکھیں بند کرلیں اور اپنی سیٹ پر ناگواری کے ساتھ بیٹھ گئے، میں حضرت والا کی پریشانی کو سمجھ گیا۔

نوجوان سے میں نے کہا کہ میڈم کو دوسرے کنارے پر بیٹھا دو اور اس سے کہو اپنا سر اور بدن چھپالے، حضرت کو پسند نہیں، نوجوان بولا اگر آپ لوگوں کو پسند نہیں تو کیبین بدل لیجئے ہم تو اسی طرح بیٹھیں گے، میں نے کنڈکٹر سے کہا کہ معاملہ ایسا ایسا ہے، آپ دونوں میاں بیوی کو دوسری جگہ سیٹ الاٹ کردیجئے، اس نے نوجوان سے کہا

کہ (۶) نمبر کیبین خالی ہے آپ لوگ اس میں آجائیں، نوجوان نے انکار کردیا، میں نے کہا کہ ۶ ر نمبر میں ہم لوگ چلے جاتے ہیں اس نے کہا بہت اچھا، پھر ہم لوگ ۶ ر نمبر میں جاکر آرام سے بیٹھ گئے۔

گاڑی اپنی رفتار کے ساتھ منزل کی طرف رواں دواں تھی کہ اچانک ۴ ر نمبر کیبین سے چیخنے چلانے کی آوازیں بلند ہوئیں، آواز سنکر میں فوراً نکلا تو کیا دیکھتا ہوں کہ نوجوان باہر کھڑا چیخ رہا ہے اور رو رہا ہے، جب اندر جھانک کر دیکھا تو اس کی بیوی زمین پر بے ہوش پڑی ہوئی ہے، اور اس کے ہاتھ سے خون نکل رہا ہے میں نے پوچھا یہ کیا ہوا، اس نے بتایا کہ وہ کھڑکی پر ہاتھ رکھی ہوئی تھی اچانک کھڑکی کا شٹر گرا جس سے ہاتھ کی چوڑیاں پھوٹ کر دھنس گئیں اور وہ بے ہوش ہوگئی، اتنے میں کنڈکٹر اور دوسرے پسینجر بھی آگئے، کنڈکٹر نوجوان سے بولا کہ دیکھو تم نے بابا جی کو تکلیف پہنچائی ہے یہ اسی کا نتیجہ ہے جاؤ معافی مانگو، نوجوان حضرت کے سامنے کھڑا ہو کر معافی مانگنے لگا، میں نے حضرت کو سارا ماجرا سنا دیا، حضرت والا نے اس سے گلاس میں پانی منگوایا اس پر دم کر کے فرمایا لیجاؤ اس کے منہ پر چھڑک دو، جب ہوش آجائے یہ پانی پلا دو، اور تھوڑا اس کے زخم پر لگا دو، حضرت والا نے جیسا فرمایا تھا ویسا ہی اس نوجوان نے کیا، عورت کو فوراً ہوش آگیا، خون رسنا بند ہوگیا اور جو اسکو تکلیف تھی وہ دور ہوگئی، کنڈکٹر نے نوجوان کو تنبیہ کرتے ہوئے کہا کہ اب آئندہ کسی بزرگ اور بابا کو تکلیف نہ دینا، ان سے آشرواد لینا، اگر بابا کے ساتھ تم نے یہ حرکت نہ کی ہوتی تو یہ نوبت نہ آتی، پھر کنڈکٹر نے اپنے ہاتھ سے اسکی مرہم پٹی کی۔

ایک دلچسپ واقعہ:۔ حیدرآباد جاتے ہوئے اثناء سفر ایک دل چسپ واقعہ بھی پیش آیا، ہوا یہ کہ جس کمپارٹمنٹ میں ہم لوگ سفر کر رہے تھے اسی میں ایک مدراسی نوجوان بھی سفر کر رہا تھا، جب اس نے حضور سرکار مفتئ اعظم علیہ الرحمہ کو دیکھا تو دیکھتے ہی

دیوانہ ہوگیا، بار بار حضرت کی کیبین میں آکر جھانکتا رہا، مگر اندر آنے کی اسکو ہمت نہیں ہورہی تھی، حضرت کو دیکھتا اور چلا جاتا پھر آتا اور دیکھ کر چلا جاتا کافی دیر تک اس کی یہ حرکت جاری رہی۔

آموں کا موسم تھا وجے واڑہ سے چلتے وقت حاجی سیٹھ احمد بھائی نے آموں سے بھری ہوئی ایک ٹوکری ساتھ کردی تھی، میں نے اسمیں سے دو آم نکالے اور دھوکر اس کے چھلکے اتارے اور چھوٹے چھوٹے پیس کاٹ کر ایک پلیٹ میں رکھ کر حضرت کی خدمت میں پیش کیا، حضرت قبلہ کو آم پسند تھے، آپ نے ما شاء اللہ اور بسم اللہ پڑھکر کھانا شروع فرمایا، اتنے میں وہ مدراسی نوجوان پھر آکر جھانکنے لگا اور مجھے اشارہ کرکے باہر بلایا، میں جب باہر آیا تو کہنے لگا کہ بابا کا تھوڑا سا پرساد ہم کو چاہیئے، کیا بابا ہم کو پرساد دیگا، میں نے کہا کہ تم کھڑے رہو میں آتا ہوں، میں نے حضرت سے عرض کی حضور یہ نوجوان آپکا تبرک مانگ رہا ہے، حضرت نے پلیٹ میں جو آم کے ٹکڑے باقی تھے میری طرف بڑھاتے ہوئے فرمایا دے دیجئے، میں نے لاکر دیدیا وہ بہت خوش ہوا، مجھ سے چھری مانگی اور ان کو مزید چھوٹے چھوٹے پیس کرکے پورے کمپارٹمنٹ میں لوگوں کو تقسیم کردیا اور سب کو بتایا کہ بہت بڑے بابا ٦ نمبر کیبین میں بیٹھے ہوئے ہیں۔

پھر کیا تھا عورتوں اور مردوں کی بھیڑ لگ گئی، عورتیں بے پردہ آکر کھڑی ہوگئیں حضرت اس سے سخت ناراض ہوگئے، فرمایا یہ کیا بلا ہے، ان کو یہاں سے ہٹاؤ۔ معاذ اللہ. معاذ اللہ، جہاں دیکھو یہ مصیبت کھڑی رہتی ہے، میں نے جلدی سے سب کو ہٹادیا، پھر وہی نوجوان اندر آیا اور حضرت قبلہ کے سامنے گھٹنوں کے بل نیچے ہاتھ جوڑ کر بیٹھ گیا اور کہنے لگا بابا جی ہم تم سے ایک ریکویسٹ کرتا ہے ہمارا بات مانے گا؟ حضرت نے مسکرا کر فرمایا پہلے ہی سے بات ماننے کا وعدہ لے رہا ہے یہ تو ریکویسٹ نہیں اگریمنٹ ہوا، بول کیا بولتا ہے؟

نوجوان بولا کہ ہمارا گاؤں میں ہمارا فادر بہت بڑا مندر بنارہا ہے، ہم چاہتا ہے کہ اس کا اودگھاٹن تم سے کرائے گا، مندر بننے کے بعد ہم تم کوانوائٹ کریگا تم آئے گا نہ؟ یہ سنکر حضرت والا نے اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ اور اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ پڑھ کر فرمایا، کہ کیا تمہارے سب پنڈے مر گئے ہیں، کہ ہم کو بلائے گا؟ ہم ایک اللہ کو مانتے ہیں، اسی کی پوجا کرتے ہیں اس کے سوا کوئی پوجا کے لائق نہیں، وہی سب کا ایک خدا ہے، اس کی ذات وصفات میں کوئی شریک نہیں، وہی سب کا حقیقی مالک ہے ہم سب اسی کے بندے ہیں، دعاء کرتا ہوں اللہ تعالیٰ تم کو بھی اسی کی ہدایت دے هَدَاكَ اللّٰهُ تَعَالٰى اِلَى الدِّيْنِ الْقَوِيْمِ، نوجوان بولا بابا تمہاری بات ہم نہیں سمجھا، میں نے اس کو اپنی طرف کھینچتے ہوئے کہا کہ بابا نے تم کو دعاء دی ہے، بولا کیا دعاء دی ہے، میں نے کہا یہ دعاء دی ہے کہ اللہ تم کو اچھے اور سیدھے راستے پر چلائے، یہ سن کر وہ خوش ہو گیا اور کھڑا ہو کر ہاتھ جوڑ کر سلام کیا اور چلا گیا۔

مذکورہ بالا دونوں واقعات سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حضور سیدی سرکار مفتئ اعظم علیہ الرحمہ غیر مسلمانوں کے سامنے اعلاء کلمۃ اللہ کا برملا اظہار فرمانے میں کوئی جھجک محسوس نہیں فرماتے تھے، اَمْرٌ بِالْمَعْرُوْفِ نَهْیٌ عَنِ الْمُنْكَرِ کا فریضہ ہر حال میں ادا فرماتے رہے، اس معاملہ میں آپ کے نزدیک اپنے، غیر، رعایا اور حاکم سب برابر تھے، جب وقت آیا برملا اظہار حق فرمایا، اسی کا نام ہے جوانمردی اور حق پرستی، ایمرجنسی کے زمانے میں ''نس بندی'' کے خلاف حرام ہونے کا فتویٰ صادر فرمانا آپ کے جوانمردانہ، حق پرستانہ اور مجاہدانہ کردار کی کھلی کتاب ہے۔

ہمت مرداں مدد خدا:۔ ۱۹۷۵ء میں ملک میں ایمرجنسی قانون لاگو کیا گیا تھا اس وقت تمام گورنمینٹ ملازمین کیلئے نس بندی کروانا لازم تھا اور نس بندی سے انکار کرنا سخت جرم تھا، اس کے علاوہ عوام پر بھی نس بندی کروانے کیلئے دباؤ ڈالا جاتا تھا، اس

وقت ملک کے تمام مسلمان پریشان اور انتہائی کشمکش کی حالت میں مبتلا تھے، ہر مکتب فکر کے لوگوں نے اپنی اپنی جماعت کے علماء اور مفتیوں سے رجوع کیا، کہ ایسے وقت میں ہم کو کیا کرنا چاہیئے، دیو بندی، غیر مقلد، جماعت اسلامی وغیرہ فرقوں کے ذمہ دار علماء نے گھبرا کر نس بندی کی حمایت میں فتویٰ دیدیے یا پھر گول مول جواب دیکر اپنا دامن چھوڑا لیا۔

مگر تاجدار اہل سنت سیدی سرکار مفتیٔ اعظم ہند نے اس پر آشوب زمانے میں اپنے والد گرامی مجدد اعظم امام احمد رضا علیہ الرحمہ کی سرفروشانہ اور مجددانہ عظمتوں کی یاد تازہ کر دی، جب حضرت والا کی خدمت میں نس بندی کے تعلق سے استفتاء پیش ہوا تو آپ نے قانون شریعت کی حفاظت کرتے ہوئے انجام کی خطرناکی سے بے نیاز ہو کر نس بندی کے حرام اور ناجائز ہونیکا فتویٰ صادر فرمایا، اور فتوے کی سائیکلو اسٹائل کاپیاں کروا کر ملک کے طول و عرض میں پھیلا دیں، ارباب اقتدار کی مشنیری کو ہلا کر رکھ دیا، حکومت کے سامنے صرف ایک ہی صورت رہ گئی تھی وہ یہ تھی کہ آپ کو گرفتار کر کے جیل کی سلاخوں کے پیچھے ڈال دیا جائے، چنانچہ آپ کے لئے وارنٹ گرفتاری جاری کر دیا گیا، پروگرام کے مطابق ایک روز تقریباً ۱۲ ربجے دن میں بریلی پولیس کمشنر پولیس نوجوانوں کو گاڑیوں میں لے کر محلہ سوداگران پہنچ گیا۔

اس دن اتفاق سے میں بھی بریلی شریف میں موجود تھا، حضرت والا کی مزاج پرسی کے لئے خدمت میں فقیر حاضر تھا، اتنے میں دیکھتا ہوں کہ کئی پولیس والے حضرت کے پاس آرہے ہیں اور ایک کے ہاتھ میں کاغذات کی فائل تھی، جب حضرت قبلہ پر ان کی نظر پڑی تو وہ سہم گئے اور آپ نے گرجدار آواز میں ارشاد فرمایا یہ کیوں آئے ہیں ان کو باہر نکالو، اتنے میں پولیس کمشنر نے کہا کہ آپ کے لئے وارنٹ گرفتاری ہے ہم آپ کو گرفتار کرنے کے لئے آئے ہیں، حضرت نے انتہائی جلال میں

فرمایا چل نکل جایہاں سے، دفع ہوجا، اس ڈانٹ کا ایسا اثر ہوا کہ پولیس آفیسر کانپ گیا اور دو قدم پیچھے ہٹ کر اپنے ماتحتوں سے کہا باہر جاؤ، اتنے میں حضرت کے داماد ساجد میاں مرحوم جو دارالعلوم مظہر اسلام کے مہتمم تھے، تشریف لائے اور سب کو لیکر باہر چلے گئے، بعد میں کیا ہوا مجھے اس کی خبر نہ ہوسکی، ہاں اتنا معلوم ہے کہ پھر اس کے بعد گورنمنٹ نے آپ پر دست اندازی کی جرأت نہیں کی، کچھ لوگوں سے میں نے یہ بھی سنا ہے کہ حضور والا سے حکومت کے ذمہ دار لوگ ملے اور درخواست کی کہ آپ اپنے فتوے میں کچھ نرمی فرمادیں یا اسکو بدل دیں، آپ نے فرمایا، فتویٰ نہیں بدلا جائیگا حکومت بدل جائے گی، چنانچہ ایسا ہی ہوا کچھ عرصہ گزرنے کے بعد حکومت ہی بدل گئی، فتویٰ آج تک اپنی جگہ باقی ہے، سچ ہے اللہ والوں کی زبان خالی نہیں جاتی۔

گفتۂ او گفتۂ اللہ بود
گرچہ از حلقوم عبد اللہ بود

طوفان اور مفتیٔ اعظم کی اذان: ۔ ۱۹۵۶ء کی بات ہے جب میں دارالعلوم مظہر اسلام مسجد بی بی جی بریلی شریف حضرت والا کے مدرسہ میں زیر تعلیم تھا، اور میرے استاذ مکرم حضور شارح بخاری مفتی محمد شریف الحق صاحب امجدی علیہ الرحمہ ان دنوں مظہر اسلام میں مدرس تھے اور مرکزی دارالافتاء کے مسند صدرات پر فائز تھے، انھیں دنوں ایک بار تحصیل فرید پور ضلع بریلی کے گاؤں میں (گاؤں کا نام مجھے یاد نہیں رہا) گاؤں والوں کی جانب سے بسلسلہ جشن عید میلاد النبی ﷺ ایک عظیم الشان جلسہ کا اہتمام کیا گیا تھا جس میں حضور سیدی، مرشدی سرکار مفتیٔ اعظم علیہ الرحمہ کی صدارت تھی اور استاذ مکرم حضرت مفتی محمد شریف الحق صاحب قبلہ مقرر خصوصی کی حیثیت سے مدعو تھے، حضرت قبلہ گاہی نے مجھ سے فرمایا کہ تم بھی چلو، اکثر جلسوں میں سرکار فقیر کو نعت پڑھنے کے لئے اپنے ساتھ لے جایا کرتے تھے، یہ میری بڑی خوش بختی تھی، اور

سرکار مجھ فقیر پر ہمیشہ اسی طرح کرم نوازی فرماتے تھے۔

بذریعہ بس ہم لوگ فرید پور پہنچے، بس اسٹانڈ پر ہم لوگوں کو لینے کے لئے دو صاحبان بیل گاڑی لیکر تیار تھے، ہم لوگ بیل گاڑی پر سوار ہو کر گاؤں کی طرف روانہ ہوئے، آبادی سے کچھ دور ایک بہت بڑا میدان تھا، بیل گاڑی جب اس میدان سے گذر رہی تھی اچانک موسم بدل گیا، اور ایسی خطرناک طوفانی آندھی اٹھی کہ ہر طرف رات کی طرح اندھیرا چھا گیا، آندھی کا زور اتنا بڑھ گیا کہ گرد و غبار کے ساتھ چھوٹے چھوٹے کنکر اڑ کر بدن پر آ کر ائرگن کے چھروں کی طرح لگنے لگے، ہر طرف گوں گوں کی خوفناک آوازیں آنے لگیں، معلوم ہوتا تھا کہ بیل گاڑی کو ہوا اڑا لے جائے گی، بیل گاڑی کو ہوا اس طرح ہچکولے دے رہی تھی جیسے پانی میں کشتی، غرض کہ ہم لوگ انتہائی پریشانی اور خوفناکی کی حالت میں مبتلا تھے، بچاؤ کی کوئی صورت نظر نہیں آتی تھی اچانک حضرت والا نے فقیر سے فرمایا اذان دو، اذان کے لئے میں کھڑا ہوا تو ایسا محسوس ہوا کہ ہوا اڑا لے جائیگی میں فوراً بیٹھ گیا، پھر حضرت نے فرمایا اذان دو میں نے عرض کی حضور! اس وقت کھڑا ہونا ممکن نہیں، فرمایا بیٹھ کر اذان دو، میں نے اذان شروع کی تو منہ میں گرد بھر گئی جس کی وجہ سے آواز بند ہو گئی، حضرت قبلہ نے حضرت مفتی شریف الحق صاحب قبلہ سے فرمایا آپ اذان دو، حضرت مفتی صاحب قبلہ نے بھی کوشش کی مگر گرد و غبار کی وجہ سے وہ بھی اذان نہ دے پائے، اللہ اکبر اللہ اکبر کہتے ہی کھانسی آنے لگی، یہ دیکھ کر حضرت والا خود کھڑے ہو گئے جیسے ہی حضرت والا کھڑے ہوئے بیل گاڑی کا ہلنا بند ہو گیا، پورے اطمینان کے ساتھ حضرت قبلہ نے پوری اذان دی، اذان دیتے وقت نہ آواز میں کوئی رکاوٹ محسوس کی گئی نہ ہی کھڑے ہونے میں کوئی دقت معلوم ہوئی، ادھر اذان کے کلمات پورے ہوئے ادھر آندھی کا زور بھی ختم ہو گیا، اندھیرا بھی غائب ہو گیا، ہر طرف حسب سابق اجالا ہی اجالا ہو گیا،

پھر جا کر سب کو اطمینان ہوا۔

یہ ہے ایک مرد مومن کی اذان، یہ ہے اللہ والوں کی شان، جب ان کے غلام اور چاہنے والے پریشانیوں کے طوفان میں گھر جاتے ہیں، اور بچاؤ کی کوئی صورت نہیں ہوتی سب سہارے بے سہارے نظر آنے لگتے ہیں، ایسی حالت میں ان محبوبان الٰہی کی صحبت، رفاقت اور محبت و عقیدت کے صدقے میں اللہ رب العزت جل مجدہ مصائب و آلام کے تمام گرد وغبار چھانٹ دیتا ہے، اور اطمینان و سکون سے ہمکنار فرما دیتا ہے، ان شاء اللہ تعالیٰ اللہ والوں کی برکتوں سے آخرت کی پریشانیاں بھی آسانیوں میں تبدیل ہو جائیں گی۔

میرا مشاہدہ :۔ اس خوفناک طوفان میں گھر جانے کی وجہ سے سوائے حضور سیدی سرکار مفتئ اعظم علیہ الرحمہ کے میں اور مفتی شریف الحق صاحب اور دو آدمی جو ہم کو لینے آئے تھے سب کے سب پریشان اور حواس باختہ ہو گئے تھے، مگر حضرت والا " أَلَا إِنَّ أَوْلِيَاءَ اللهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ " کی عملی تصویر نظر آرہے تھے، چہرہ پر طمانیت اور بشاشت کے آثار نمایاں تھے، نہ کوئی خوف نہ کوئی گھبراہٹ، جیسے ہی آپ اذان کے لئے کھڑے ہوئے بیل گاڑی کی جنبش ختم ہو گئی، آپ اس طور پر کھڑے ہو گئے جیسے زمین پر کھڑے ہیں، اور ایسا لگ رہا تھا جیسے ہوا کے جھونکے کترا کر دائیں اور بائیں نکلے جا رہے ہوں، اور گرد وغبار سے آپ کو قطعاً پریشانی نہیں ہو رہی ہے، طوفان ختم ہونے کے بعد ہم لوگ گرد وغبار میں اس طرح اٹے ہوئے تھے کہ اگر کوئی شناسا ہمیں دیکھتا تو پہچان نہیں سکتا تھا، مگر حضرت والا کا چہرہ مبارک اور لباس گرد وغبار، اور دھول مٹی کی آلائش سے محفوظ تھا، جیسے مکان سے چلے تھے ویسے ہی نظر آرہے تھے یہ اس بات کا اشارہ ہے کہ جس کے وجود ظاہر کو گرد وغبار گندا نہ کر سکے اس کا باطن کتنا صاف وشفاف ہوگا۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے جب اپنے

مقبول بندے کے جسم ولباس کی حفاظت فرمائی اور گرد وغبار سے بچالیا تو اسکے باطن کی حفاظت کا کس قدر اہتمام فرمایا ہوگا، اس کو اہل نظر ہی اچھی طرح جان سکتے ہیں۔

کشف نوری: سنہ ۱۹۶۴ء کی بات ہے کہ حضرت العلام مفتی غلام محمد صاحب قبلہ نے پندرہ روزہ تبلیغی دورہ کا پروگرام بنایا، اس دورے میں مہاراشٹر اور مدھیہ پردیش کے کئی علاقے شامل تھے، بالخصوص ناگپور، تمسر، بھنڈارہ، بالاگھاٹ اور بیتول، مفتی صاحب قبلہ نے اس کیلئے حضور سیدی سرکار مفتئ اعظم علیہ الرحمہ کو مدعو فرمایا تھا۔

ڈھیر گاؤں ضلع بیتول کے رہنے والے جناب اختر پٹیل مرحوم رضوی حضرت والا کے خاص مرید تھے، انھوں نے ایک جلسے کا پروگرام بیتول شہر میں رکھا تھا، مفتی اندور حضرت العلام مفتی رضوان الرحمٰن صاحب فاروقی قبلہ بھی اس جلسہ میں مدعو تھے، حسب پروگرام جب حضرت والا علیہ الرحمہ کی ہمرکابی میں علماء کا قافلہ بیتول ریلوے اسٹیشن پر پہنچا اس وقت مغرب کا وقت ہو رہا تھا، ٹرین سے اتر کر ہم لوگ قیامگاہ پر پہنچے، پٹیل صاحب نے حضرت والا سے عرض کی حضور قیام گاہ آ گئی تشریف لے چلیں، حضرت نے ناراضگی کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا ''میں یہاں نہیں ٹھہرونگا'' یہ سن کر اختر پٹیل بہت پریشان ہو گئے، کہ اب کیا کیا جائے، اتنی جلدی فوراً حضرت والا کی شایان شان دوسرا انتظام مشکل تھا، پٹیل صاحب نے جہاں حضرت کے قیام کا انتظام کیا تھا، وہاں پر ہر قسم کی سہولت تھی مکان بھی شاندار اور وسیع وعریض تھا، پچاس، ساٹھ آدمی آرام سے رہ سکتے تھے، مگر حضرت قبلہ نے اس کو ناپسند فرمایا اور یہاں قیام کرنے پر کسی قیمت پر راضی نہ ہوئے، ادھر مغرب کی نماز کا وقت بھی ہو گیا تھا، حضرت نے پھر فرمایا یہاں سے جلدی چلو، اختر پٹیل صاحب کو کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کیا کریں بالآخر اختر پٹیل صاحب نے ڈرائیور سے اپنے گاؤں چلنے کا اشارہ کیا، جیپ ڈھیر گاؤں کی طرف روانہ ہو گئی، آبادی کے آخر میں ایک جھوپڑے نما کچا مکان سرراہ

نظر آیا، جس کے صحن میں ایک باریش بوڑھے آدمی ٹوٹی ہوئی چارپائی پر بیٹھے ہوئے تھے، مکان کے اندر لالٹین جل رہی تھی، حضرت نے فرمایا گاڑی روک دو مغرب کی نماز پڑھنی ہے، حسب ارشاد گاڑی روک دی گئی، جب حضرت کے ساتھ علماء کرام گاڑی سے نیچے تشریف لائے تو صاحب خانہ بڑے میاں سب کو دیکھ کر حیران رہ گئے کہ آخر ماجرا کیا ہے، ایک غریب کے مکان پر یہ نورانی صورت والے لوگ کیسے آگئے، حضرت نے بوڑھے کے قریب آکر سلام کیا اور فرمایا کہ ہم لوگ نماز پڑھنا چاہتے ہیں اجازت ہے؟ بوڑھے میاں نے خوش ہو کر عرض کی بالکل اجازت ہے، یہ تو میرے لئے بڑی خوش نصیبی کی بات ہے۔

قریب میں کنواں تھا لوگوں نے کنوئیں پر جا کر وضو کیا حضرت قبلہ نے بھی وضو فرمایا، مکان کے سامنے صحن میں بڑے میاں نے دو تین دھلی ہوئی چادریں بچھادیں، حضرت مفتی رضوان الرحمٰن صاحب کی اقتداء میں نماز مغرب ادا کی گئی، پھر حضرت قبلہ وہیں بیٹھ گئے، اور پٹیل صاحب کو جیب سے کچھ روپے نکال کر دیتے ہوئے فرمایا کہ بازار سے آٹا اور سبزی وغیرہ خرید کر لائیں کھانا یہیں بنا کر کھایا جائیگا، پٹیل صاحب حیران تھے، کہ آخر یہ کیا ہو رہا ہے حضرت اتنے ناراض کیوں ہو گئے، ہم لوگ بھی اسکو سمجھنے سے قاصر تھے، پٹیل صاحب جیپ لیکر بیتول گئے اور فوراً آٹا سبزی مرچ مسالہ اور تیل وغیرہ لیکر آگئے، حضرت نے بڑے میاں سے فرمایا یہ سامان لیجا کر گھر میں دے دو اور کہد و ہم لوگوں کے لئے کھانا تیار کریں، ہم کھانا کھا کر پھر جلسے میں جائیں گے۔ چنانچہ گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹے میں روٹی، سبزی، بیگن کا بھرتا، ہری مرچی کی چٹنی تیار ہو کر سامنے دستر خوان پر لگا دی گئی، حضرت والا نے اس غریب کی جھوپڑی میں بیٹھ کر موٹی موٹی روٹی سے چٹنی اور بیگن کا بھرتا اس طرح تناول فرمایا جیسے کوئی بریانی، اور مرغ مُسلّم کھا رہا ہو، حضرت نے دوران طعام کئی مرتبہ ماشاء اللہ، ماشاء اللہ فرما کر

اپنی خوشی کا اظہار فرمایا، کھانے سے فارغ ہو کر عشاء کی نماز ادا کی گئی، پھر تھوڑی دیر ٹھہر کر تقریباً ۱۱ ربجے رات میں جلسہ گاہ کے لئے ہم لوگ روانہ ہوئے، راستہ میں پٹیل صاحب سے میں نے پوچھا کہ آخر بات کیا ہے کہ حضرت قبلہ نے اس مکان میں قیام فرمانا گوارہ نہیں کیا؟ وہ مکان کس کا تھا؟ پٹیل صاحب بولے مولانا کیا بتاؤں میری بہت بڑی بھول ہوگئی، میرے وہم وگمان میں بھی یہ بات نہ آئی کہ ایسا ہوگا، دراصل یہ مکان ایک غیر مقلد کا ہے، میں نے ایک روز کے لئے اس سے اجازت لیکر حضرت کے قیام کا انتظام کیا تھا، اب حضرت کی ناگواری اور ناراضی کا راز معلوم ہوا، جبکہ حضرت والا کو یہ بات کسی نے نہیں بتائی، یہ صرف اور صرف حضور سیدی سرکار مفتئ اعظم علیہ الرحمہ کا کشف اور آپکی فراست ایمانی تھی،، پیر روشن ضمیر ایسے ہی نفوس قدسیہ کو کہتے ہیں، انھیں ہر بات بتانے کی ضرورت نہیں ہوتی وہ فراست ایمانی کے نور سے جان لیتے ہیں، اس طرح حافظ وحفیظ مولیٰ اپنے محبوب بندوں کو تہمت کی جگہوں سے بچانے کا انتظام فرماتا ہے۔

آج اگر حضرت والا مرتبت غیر مقلد وہابی کے بنگلے میں قیام فرما ہوجاتے، تو کل صبح کا سویرا ہوتے ہی فتنہ پرداز اہل سنت کے سر پر سوار ہوجاتے، اور پورے شہر میں کہتے پھرتے کہ دیکھو۔ سنیوں کی سب سے بڑی ہستی جن کو مفتئ اعظم کہتے ہیں جو وہابیوں، اور غیر مقلدوں کو کافر، گمراہ اور بے دین کہتے نہیں تھکتے ہیں وہ خود اور دوسرے علماء اسی بے دین کافر کے مکان میں آئے، ٹھہرے اور مزے سے آرام کیا، کہاں گیا انکا فتویٰ اور تقویٰ، مگر اللہ، اللہ فتنہ پرداز سوچتے ہی رہ گئے اور رب العلمین نے اپنے کرمِ خاص سے اپنے بندۂ خاص کو اور جملہ اہل سنت کو تہمت اور شرمساری سے محفوظ رکھا " وَاللّٰہُ یَفْعَلُ مَا یُرِیْدُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ "

گائے کا بچہ زندہ ہو گیا:۔ غالباً ۱۹۶۵ء یا ۱۹۶۶ء میں حضور سیدی ومرشدی سرکار

مفتئ اعظم ہند علیہ الرحمہ اہل گجرات کی دعوت پر گجرات کے کئی مقامات پر تشریف لے گئے تھے، راج کوٹ سوراسٹ کاٹھیاواڑ گجرات کا ایک مرکزی، صنعتی اور تجارتی شہر ہے، یہاں سے حضرت والا کو بھانوڑ (گاؤں کا نام ہے) جانا تھا، امبیسڈر کار میں حضرت والا کے ساتھ حضرت مولانا محمد ابراہیم صاحب ترکی علیہ الرحمہ اور حضرت کے چہیتے مرید حضرت الحاج سید عبدالقادر رضوی مالک نیشنل رسٹورنٹ راجکوٹ بھی تھے، بھانوڑ جاتے ہوئے راستے میں ایک عجیب واقعہ پیش آیا۔

مغرب کا وقت تھا، آہستہ آہستہ اندھیرا بڑھتا جارہا تھا، حضرت قبلہ نے فرمایا جلدی کرو مغرب کی نماز پڑھنی ہے، یہ سن کر ڈرائیور نے گاڑی کی رفتار بڑھادی کار تیزی کے ساتھ جارہی تھی، اس وقت چرواہے، اپنی اپنی گائیوں اور بکریوں کو لیئے ہوئے گھر لوٹ رہے تھے، اچانک ایک گائے کا چھوٹا بچہ دم اٹھائے تیزی کے ساتھ بھاگتے ہوئے سڑک پر آیا اور حضرت والا کی کار کے نیچے دب گیا، ڈرائیور نے بریک لگائی گاڑی زوردار جھٹکے کے ساتھ کچھ فاصلے پر جاکر رکی، لوگوں نے دیکھا بچھڑا سڑک پر بے حس وحرکت پڑا ہوا ہے اور منہ سے خون نکل رہا ہے، چرواہے دوڑ پڑے اور ہر طرف سے کار کو گھیر لیا، اور زور، زور سے چلانے لگے، حضرت والا نے دریافت فرمایا کہ یہ سب کیا کہہ رہے ہیں اور کیوں اتنا شور مچار ہے ہیں؟ سید عبدالقادر باپو نے عرض کی حضور ایک بچھڑا گاڑی سے دب کر مر گیا ہے، اس کی قیمت مانگ رہے ہیں، حضرت نے جلال میں فرمایا کون کہتا ہے مر گیا؟ ان سے پوچھیئے کل کتنے بچھڑے ان کے ریوڑ میں تھے، سید صاحب قبلہ نے جب ان سے پوچھا تو معلوم ہوا کہ ۱۶/ تھے، حضرت نے فرمایا ان سے کہو کہ شمار کریں کتنے ہیں؟ جب گنے گئے تو پورے سولہ نکلے، پھر پیچھے مڑ کر سڑک پر دیکھا گیا جہاں بچھڑا پڑا ہوا تھا وہاں کچھ بھی نہیں تھا، یہاں تک کہ خون کا نشان بھی باقی نہ تھا، حضرت قبلہ نے جلال میں فرمایا، خواہ مخواہ پریشان کرتے ہیں،

کوا کان لے گیا تو پہلے کوے کے پیچھے دوڑتے ہیں یہ نہیں دیکھتے کان ہے کہ نہیں، معاذ اللہ، معاذ اللہ کیا مصیبت ہے، نماز کا وقت ہو گیا ہے اور کم بختوں نے گاڑی روک دی لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ، فرمایا چلو، راستے میں ایک گاؤں تھا، گاؤں کے اندر مسجد تھی وہاں جا کر وضو وغیرہ کیا گیا، پھر با جماعت نماز ادا کی گئی، جب گاؤں والوں کو معلوم ہوا کہ بریلی والے اعلیٰ حضرت آئے ہوئے ہیں، تو دیکھتے ہی دیکھتے بہت سے لوگ مسجد میں جمع ہو گئے، ان میں سے کچھ لوگ داخل سلسلہ ہو کر دامن سے وابستہ ہو گئے۔

لڑکا کار سے ٹکرایا اور کچھ بھی نہ ہوا:۔ ۱۹۷۶ء میں سرکار سیدی و مرشدی حضور مفتئ اعظم علیہ الرحمۃ والرضوان نے گجرات کا دورہ فرمایا، گجرات کا یہ آخری دورہ تھا، اس کے بعد پھر کبھی گجرات تشریف نہیں لے گئے، یہ دورہ بہت طویل تھا، آپ نے اس وقت احمد آباد، راج کوٹ، گونڈل، اپلیٹہ، جونا گڑھ، دھوراجی، جیت پور، جام نگر، ویراول، جسدن، دھرول، وغیرہ کو خاص طور پر اپنے قدوم میمنت لزوم سے نوازا تھا، اور خدامان بارگاہ کے ساتھ فقیر بے توقیر کو بھی ہمرکابی کا شرف حاصل رہا۔

ہم لوگوں کو جام نگر سے ''راناواو'' جانا تھا، جس کے لئے تین امپیسڈر کاروں کا انتظام کیا گیا تھا، ایک گاڑی جناب مرحوم اللہ رکھا بھائی راج کوٹ والے کی تھی، گاڑی کا ڈرائیور پوپٹ نامی ایک ہندو تھا، اسی کار میں حضور والا کے ساتھ حضرت مولانا مفتی غلام محمد صاحب قبلہ ناگپوری اور راقم الحروف فقیر محمد مجیب اشرف رضوی غفرلہ سفر کر رہے تھے، آگے پیچھے دو گاڑیاں اور بیچ میں ہماری گاڑی چل رہی تھی، غالباً وبراڈ نامی گاؤں کے قریب سے جب ہم گزر رہے تھے، اس وقت روڈ کے کنارے ایک پرائمری اسکول کی چھٹی ہوئی تھی، لڑکے بے تحاشہ یک بیک شور مچاتے ہوئے اسکول سے نکلے، ان میں سے ایک لڑکا سڑک پار کرتے ہوئے ہماری گاڑی سے ٹکرایا، اور فٹ بال کی طرح اچھل

کر سڑک کے کنارے جا گرا، ڈرائیور نے بریک ماری گاڑی کچھ دور جا کر رکی دیکھنے والوں کے منہ سے چیخ نکل گئی، مری گیو، مری گیو، یعنی مر گیا، مر گیا گاؤں والے بھاگتے ہوئے آئے کچھ لوگوں نے ہماری گاڑی کو گھیر لیا اور کچھ لوگ اس بچے کی طرف بھاگے، ہم لوگ بھی گاڑی سے اتر پڑے، حضرت والا کو میں نے دیکھا آنکھیں بند کیئے اپنی سیٹ پر اطمینان سے بیٹھے ہوئے ہیں جیسے کچھ ہوا ہی نہیں ہے،

خدا کی شان دیکھئے کہ بچہ خود بخود کھڑا ہو گیا، اور اپنے کپڑوں سے گرد و غبار جھٹکنے لگا، لوگ اس سے اپنی گجراتی زبان میں پوچھنے لگے کہ کیا ہوا چوٹ کہاں لگی ہے، اسکا شرٹ اٹھا کر دیکھ رہے ہیں، مگر خدا گواہ ہے کہ بچے کے بدن پر معمولی خراش تک نہیں آئی تھی، نہ ہی بچہ گھبرایا ہوا نظر آ رہا تھا بلکہ ہنس کر لوگوں سے کہہ رہا تھا، کائی نتھی تھیوں (કઇ નથી થયુ) یعنی کچھ نہیں ہوا، کچھ نہیں ہوا، اتنا کچھ ہونے کے باوجود حضرت والا نے کچھ نہیں دریافت فرمایا، حضرت والا کی یہ اطمینان والی کیفیت دیکھ کر حضرت العلام مفتی غلام محمد صاحب قبلہ ناگپوری سے میں نے عرض کیا کہ دیکھئے حضرت والا کس اطمینان کے ساتھ سیٹ پر تشریف فرما ہیں " سچ ہے أَلَا إِنَّ أَوْلِيَاءَ اللهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ "

وہاں کے ہندو جنھوں نے ایکسیڈنٹ ہوتے ہوئے دیکھا تھا وہ حیران رہ گئے اور کہہ رہے تھے یہ بابا کا چمتکار ہے جو کار میں بیٹھے ہوئے ہیں اس وقت جائے حادثہ پر مسلمانوں اور ہندوؤں کی بہت بڑی بھیڑ جمع ہو گئی تھی، سب لوگوں نے یکے بعد دیگرے حضرت کی زیارت کی، حضرت والا نے فرمایا کہ عصر کی نماز پڑھنی ہے، سامنے گاؤں میں مسجد تھی ہم لوگ وہاں گئے اور عصر کی نماز ادا کی گاؤں کے بہت سے مسلمان مرید بھی ہوئے۔ جس سے وہاں کی سنیت بیدار ہو گئی۔ یہ حادثہ سنیت کی اشاعت و استحکام کا ذریعہ بن گیا و للہ الحمد۔

بتکدۂ ہند میں آذان مفتئ اعظم:۔ حضور سیدی سرکار مفتئ اعظم علامہ مصطفیٰ رضا علیہ الرحمۃ والرضوان نے جب ۱۹۷۴ء میں گجرات کادورہ فرمایا تھاجسکا تذکرہ پہلے گذر چکا ہے،اس دورے میں آپ نے ویراول شہر کو بھی اپنی تشریف آوری سے سرفراز فرمایا تھا۔

ویراول شہر بحر عرب کے ساحل پرواقع ہے یہاں کے لوگ عام طور پر کھیتی باڑی سے جڑے ہوتے ہیں،اورایک بڑا طبقہ مچھلیوں کے کاروبار سے وابستہ ہے،لوگ کھاتے پیتے اچھی زندگی گذارتے ہیں،بہت کم لوگ غربت وافلاس کا شکار ہیں،اس شہر میں مسلمانوں کی بھی خاصی تعداد آباد ہے بہت سے اولیاء کرام اور بزرگان دین کے مزارات بھی ہیں،اسی شہر سے لگاہوا سومناتھ کا مشہور اور قدیمی مندر بھی ہے،حضرت سلطان محمود غزنوی علیہ الرحمہ نے یہاں پر کئی بار لشکر کشی بھی کی ہے،سومناتھ کے پرانے مندر کے کھنڈرات اور آثار نئے مندر کی عمارت کے پیچھے آج بھی موجود ہیں،ایک طرف مجاہدین اسلام جو یہاں کی جنگ میں شریک ہوئے تھےان کے مزارات بھی ہیں۔

حضور مرشدی سرکار مفتئ اعظم علیہ الرحمہ کا قیام دوروز تک اس شہر ویراول میں تھا، دوسرے دن بعد نماز ظہر فرمایا کہ شہداء کرام کے مزارات پر فاتحہ پڑھنے جاناہے،ویراول والوں نے عصر کی نماز کے بعد شہداء کے مزارات کی زیارت کا پروگرام بنالیا،حسب پروگرام حضور سرکار مفتئ اعظم علیہ الرحمہ کی ہمرکابی میں ہم لوگوں نے شہداء کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے مزارات پر حاضری کا شرف حاصل کیا،حضرت والا نے کافی دیر تک کھڑے ہوکر وہاں فاتحہ پڑھی اور آب دیدہ ہوکر سب کے لئے دعائیں فرمائیں شہداء کے مزارات کی یہ حاضری بڑی رقت انگیز اور فرحت آگیں تھی،مولیٰ تعالیٰ ان شہداء کرام کے صدقے وطفیل پورے عالم اسلام اور تمام مسلمین ومسلمات کو اسلام کی نشر واشاعت کا سرفروشانہ جذبہ عطا فرمائے آمین ثم آمین۔

جب سرکار مفتئ اعظم علیہ الرحمہ فاتحہ اور دعاء سے فارغ ہوگئے تو لوگوں سے

دریافت فرمایا کہ حضرت محمود غزنوی علیہ الرحمہ کے دور کا جو مندر تھا وہ کدھر ہے لوگوں نے ہاتھ کے اشارہ سے بتایا کہ ادھر ہے، مزارات شہداء سے قریب ہی مندر ہے حضرت والا نے فرمایا کہ چلو اسکو بھی دیکھ لیں، حضرت والا کے فرمانے پر ویراول والے ہم سب کو لیکر وہاں پہنچے، حضرت والا نے وہاں پہنچ کر سب سے پہلے کلمہ شہادت أَشْهَدُ أَن لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللہُ کا ورد فرمایا، اس کے بعد تین بار استغفار استغفر اللہ ربی من کل ذنب و أتوب الیہ پڑھا۔ اور قبلہ کی طرف منہ کر کے کانوں میں انگلیاں رکھ کر باآواز بلند پورے اطمینان سے پوری اذان کہی، جتنے لوگ تھے وہ سہم گئے کہ اگر پوجاری مہنت نے دیکھ لیا تو آفت برپا کر دیگا، سب ایک دوسرے کا حیرت زدہ ہو کر منہ تک رہے تھے، الحمد للہ اذان کے کلمات جب ختم ہوئے تو سب نے اطمینان کا سانس لیا، اس صنم کدۂ ہند میں مرد مومن کی اذان کا آوازہ جب گونج رہا تھا اس فقیر رضوی مجیب اشرف کی زبان پر بے ساختہ یہ شعر جاری ہو گیا ؂

دی اذانیں کبھی یورپ کے کلیساؤں میں
اور کبھی افریقہ کے تپتے ہوئے صحراؤں میں

یقین جانیئے کہ حضرت والا کی زبان مبارک سے اذان کے کلمات فضاؤں میں گونج رہے تھے اس وقت ایک طرف خوف وہراس کے دوسری طرف انوار و برکات کے روحانی احساس نے لوگوں پر عجیب کیفیت طاری کر دی تھی جس کی ترجمانی زبان و بیان کے ذریعہ نہیں کی جاسکتی، اس کی وجد آفریں کیفیت و لذت کو وہی محسوس کر سکتا جو اس وقت وہاں موجود تھا۔

روحانی تصرف:۔ اس وقت اذان دیتے ہوئے حضرت والا کی آواز کافی بلند تھی کہ آس پاس والے بلا تکلف اس کو بآسانی سن سکتے تھے مگر ایسا نہیں ہوا۔ میرا ذوق عقیدت پکار پکار کر یہ کہتا تھا کہ حضرت والا کا یہ روحانی تصرف تھا، گویا وہاں کے رہنے والوں کی قوت سماعت اس طرح سلب کر لی گئی تھی کہ اذان کی آواز نہ سن سکیں اس کے

علاوہ ہر آواز سنیں "ان اللہ علی کل شیء قدیر" بلاشبہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے ایک ہی آواز کو اللہ تعالیٰ جس کو چاہے سنوا دے اور جسکو چاہے نہ سنوائے، جیسے حدیث شریف میں آیا ہے کہ جب فرشتے قبر میں مردے کو عذاب دیتے ہیں تو مردہ چیختا اور چلاتا ہے، مردے کے چیخ و پکار کو آس پاس کے تمام جانور سنتے ہیں مگر وہیں انسان رہ کر کچھ سن نہیں پاتا۔ یہ ہے میرے مرشد کا جذبہ ایمانی اور قوت روحانی ع

خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

نبوی اخلاق کی پاسداری اور غرباء پر کرم نوازی:۔ حدیث اور سیرت نبوی کی کتابوں میں ہم نے پڑھا ہے کہ حضور اکرم ﷺ دولت و غربت کا لحاظ کیئے بغیر ہر ایک صحابی کی دعوت قبول فرماتے تھے، جو صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین مالدار تھے ان کی درخواست پر آقائے نامدار، کائنات کے مالک و مختار حضور اکرم ﷺ ان کے گھروں پر تشریف لے جاتے، اسی انشراح کے ساتھ غریب صحابۂ کرام کی گذارش پر ان کے گھروں کو اپنے قدوم میمنت لزوم سے سرفراز فرماتے تھے۔

ہم نے بارہا دیکھا کہ حضور سیدی سرکار مفتئ اعظم علیہ الرحمہ بڑے بڑے ایر کنڈیشن بنگلوں میں اتنا خوش نظر نہیں آتے جتنا کہ کسی غریب کے جھوپڑی میں نظر آتے، اسلئے کہ اکثر بڑے گھروں میں شوکیس کے اندر شیر، باگھ، ہاتھی، گھوڑا اور گڈی گڈا کی مورتیاں سجی سجائی ہوتیں، اور کہیں مرحوم ابا، اماں وغیرہ کی تصویریں فریم شدہ دیواروں پر لٹکی نظر آتیں جن کو دیکھتے ہی حضرت والا کا موڈ آف ہو جاتا اور زبان سے استغفار اور لاحول ولاقوۃ کا ورد جاری ہو جاتا اور عام طور پر اس زمانے میں غریبوں کی جھوپڑی ان خرافات سے خالی ہوتی تھیں۔

ایک بار حضرت والا بمبئی تشریف لائے ہوئے تھے، عشاء کے بعد حضرت والا کہیں تشریف لے جانے والے تھے کہ اتنے میں ایک صاحب ملاقات کی غرض سے حضرت والا کی خدمت میں حاضر ہوئے، سلام، مصافحہ اور دست بوسی کر کے حضرت کے

پاس بیٹھ گئے اور عرض کی سرکار تھوڑی دیر کیلئے میرے غریب خانے پر تشریف لائیں تو بڑا کرم ہوگا، حضرت نے پوچھا آپ کا مکان کہاں ہے بتایا کہ فلاں جگہ (میں جگہ کا نام بھول گیا) حضرت مولانا منصور علی خان اس وقت وہاں موجود تھے انھوں نے عرض کی حضور کل دو پہر کے وقت اسی علاقے میں حضور کی دعوت ہے، یہ سن کر حضرت نے فرمایا ان شاء اللہ کل دعوت کیلئے جاتے ہوئے یا آتے وقت آپ کے مکان پر آجائیں گے۔ اور مولانا منصور صاحب سے حضرت نے فرمایا کہ ان کا نام اور مکان کا پتہ پوچھ لیجئے آپ ساتھ رہیں گے ان کے مکان پر چلے جائیں گے، اس شخص نے کہا حضور میں راستے پر کھڑا رہوں گا جب حضور کا ادھر سے گذر ہوگا میں اپنے ساتھ گھر لے جاؤنگا۔ حضرت نے مولانا منصور علی خان صاحب قبلہ سے فرمایا ان کو وقت بھی بتادیجئے مولانا منصور علی خاں صاحب نے فرمایا کہ ان شاء اللہ تین بجے کے قریب ہم آئینگے۔

جب حضرت والا دعوت کے لئے تشریف لے گئے تو وہاں کافی تاخیر ہوگئی پانچ بج گئے، وہ بیچارہ انتظار کرتے کرتے مایوس ہو کر گھر چلا گیا جب سرکار والا پانچ بجے وہاں سے گذرے تو فرمایا کہ رات میں جو صاحب آئے تھے اور میں نے ان سے وعدہ کیا تھا کہ آپ کے گھر آؤنگا، ان کا مکان کدھر ہے؟ مولانا منصور علی خان صاحب نے عرض کیا حضور وہ تو پیچھے رہ گیا حضرت نے جلال میں فرمایا مجھے بتایا کیوں نہیں، گاڑی واپس کرو مجھے ان کے مکان پر جانا ہے میں نے وعدہ کیا تھا۔ ناچار گاڑی پلٹائی گئی کچھ دور چل کر مولانا منصور علی خان صاحب نے ڈرائیور کو کہہ کر گاڑی رکوائی اور خود گاڑی سے اتر کر ان صاحب کا نام اور ان کا مکان پوچھا معلوم ہوا کہ گلی کے اندر تھوڑے فاصلے پر ہے گلی بھی تنگ تھی اور کہیں کہیں نالی کا پانی بھی بہہ رہا تھا مولانا منصور علی صاحب نے عرض کیا حضور راستہ ٹھیک نہیں ہے نالی کا گندہ پانی بھی جگہ جگہ بہہ رہا ہے، حضرت نے فرمایا راستہ کیسے بھی ہو میں نے وعدہ کیا ہے جاؤنگا۔ مولانا

منصور علی خاں صاحب کچھ نہ بول سکے گلی کے اندر جا کر ان صاحب کا مکان کہاں ہے معلوم کر کے اس کے مکان پر پہنچے اور خبر دی کہ حضرت تشریف لائے ہیں، جو شخص غم سے نڈھال ہو رہا تھا حضرت کی تشریف آوری کی خبر سن کر خوشیوں سے نہال ہو کر پروانہ وار دوڑا اور حضرت کو اپنے گھر لایا حضور والا نے گلی میں چلتے ہوئے اپنے پائنچوں کو اوپر اٹھا لیا تھا کہ گندے پانی کے چھینٹے نہ پڑنے پائیں حضرت والا نہ اس پر ناراض ہوئے اور نہ شکایت کی خوشی سے چٹائی پر بچھی ہوئی چادر پر بیٹھ گئے، صاحب خانہ نے مہمان نوازی کیلئے سیب انگور اور ایک پلیٹ میں نمکین اور بسکٹ لا کر حضور کی خدمت میں پیش کر دیا، اس کے بعد گرم گرم چائے پلایا حضور والا نے مسکراتے ہوئے بسم اللہ اور ماشاء اللہ کہہ کر ما حضر تناول فرمایا اور اس غریب کو دعائیں دے کر قیام گاہ پر آ کر نماز عصر ادا فرمائی۔ یہ ہے سنت نبوی کی پاسداری اور غریبوں کی خاطر داری یہ ہے میرے مرشد کی ادائے دلنوازی، ایسے کریم شیخ اب کہاں ہیں سچ کہا راز الہ بادی نے۔

ڈھونڈھتے ڈھونڈھتے تم دہر میں تھک جاؤ گے
ایسا مرشد نہ زمانے میں کہیں پاؤ گے

دعائے شیخ سے انگور کا باغ مل گیا: ۔ صوبۂ مہاراشٹر کا مشہور شہر ناسک ہے جہاں، انگور، انار، ٹماٹر اور پیاز کی پیداوار بہت زیادہ ہوتی ہے، اس شہر کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ پورا شہر بفضلہ تعالیٰ سنی ہے، اس شہر میں حضور سیدی مرشدی سرکار مفتی اعظم علیہ الرحمۃ والرضوان کے مریدین خاصی تعداد میں ہیں، حضرت والا نے اس شہر کو کئی بار اپنے قدوم میمنت لزوم سے شرف بخشا ہے، مسلم الثبوت بزرگ حضور سید شاہ صادق حسینی رضی اللہ تعالیٰ عنہ قطب ناسک کا بافیض آستانہ اسی شہر میں ہے جو مرجع ہر خاص و عام ہے، شہر کے سربر آوردہ شخصیات میں جو نام سرفہرست تھا وہ خطیب شہر جناب الحاج حافظ منیر الدین صاحب رضوی علیہ الرحمہ کا نام نامی اسم گرامی تھا،

خطیب صاحب حضرت والا کے جانثار مریدوں میں تھے، خطیب صاحب بہت سی خصوصیات کے جامع تھے، حضرت والا انھیں بہت چاہتے تھے، ان کے عقیدے کی پختگی، دینداری اور شریعت کی پاسداری کے پیش نظر حضرت والا نے آپ کو اپنی خلافت سے بھی نوازا تھا۔

۱۹۷۲ء میں حضرت خطیب صاحب نے اپنے شیخ اعظم کو ناسک، سنگم نیر، احمد نگر اور شری رام پور وغیرہ کے تبلیغی دورہ کے لئے مدعو کیا تھا حضرت والا بمبئی سے ناسک تشریف لائے، یہاں تین دن قیام رہا، خطیب شہر کی حویلی میں حضرت والا قیام پذیر رہے، خطیب صاحب کے انگوروں کے کئی بڑے بڑے باغات تھے، خطیب صاحب نے حضرت سے ایک روز نیاز مندانہ عرض کی حضور! انگور کے باغ میں تشریف لے چلیں تفریح بھی ہو جائی گی اور دعائے خیر بھی ہو جائے گی، حضرت نے درخواست منظور فرمالی، جب حضرت کے مرید جناب حاجی غیاث الدین صاحب رضوی کوکنی اور ان کے بھائی جناب حاجی شہنواز صاحب رضوی کوکنی کو معلوم ہوا تو وہ بڑے خوش ہو گئے، کیونکہ ان حضرات کے باغات بھی اسی طرف تھے جدھر خطیب صاحب کے تھے ان دونوں بھائیوں نے خطیب صاحب سے اجازت لیکر دوپہر کے کھانے کا انتظام اپنے کھیت پر کرلیا۔

پروگرام کے مطابق حضرت والا کے ہمراہ تمام مہمان حضرات انگوروں کے باغات کی طرف روانہ ہوئے، خطیب صاحب کے انگوروں کے باغات جو بیسوں ایکڑ اراضی پر پھیلے ہوئے تھے، جب حضرت والا کی گاڑی وہاں سے گزر رہی تھی تو حضرت قبلہ سے خطیب صاحب نے عرض کی حضور! یہاں سے غلام کے باغات شروع ہو گئے ہیں، حضرت نے فرمایا آگے چلئے، چلتے چلتے باغ کی آخری حد ختم ہوگئی، یہاں تک کہ ایک غیر مسلم کا باغ شروع ہو گیا، حضرت نے فرمایا گاڑی روک دو، گاڑی رکی

حضرت والا نیچے تشریف لائے، اور غیر مسلم کے باغ کی طرف منہ کرکے دیر تک دعاء فرمائی، خطیب صاحب حیران سوچنے لگے الٰہی ماجرا کیا ہے؟ حضرت کے خادم ناصر میاں بریلوی ساتھ تھے، خطیب صاحب نے ان کے کان میں آہستہ سے کہا کہ یہ باغ ایک غیر مسلم کا ہے میرا نہیں ہے، جب حضرت قبلہ دعاء سے فارغ ہوئے تو ناصر میاں نے حضرت سے عرض کی، حضور! یہ باغ خطیب صاحب کا نہیں ہے، غیر مسلم کا ہے، حضرت قبلہ نے مسکرا کر فرمایا، ان شاء اللہ اپنا ہو جائیگا۔

جس کا یہ باغ تھا وہ بہت متعصب ہندو تھا، کسی مسلمان کے ہاتھ اپنا باغ بیچنا نہیں چاہتا تھا، خود خطیب صاحب نے اس باغ کو خریدنے کی پیشکش کی تھی مگر اس نے انکار کر دیا تھا، خطیب صاحب نے مجھے بتایا کہ حضرت قبلہ کے جانے کے بعد غیر مسلم کے اس باغ میں اکثر سانپ نظر آنے لگے جس کی وجہ سے کام کرنے والے مزدور ڈر گئے، اس باغ میں کام کرنے کے لئے کوئی مزدور تیار ہی نہیں ہوتا تھا، آخر باغ کا مالک تنگ آ گیا اور ایک روز خطیب صاحب کے پاس خود آیا اور کہا کہ آپ میرے انگور کے باغ کو خرید لیں میں بیچنا چاہتا ہوں، لیکن یہ نہیں بتایا کہ کیوں بیچنا چاہتا ہوں، بہر حال سودا طے ہو گیا اور باغ حضرت خطیب صاحب نے خرید لیا اور حضرت قبلہ پیر و مرشد کا ارشاد ''ان شاء اللہ اپنا ہو جائیگا'' حقیقت بن کے سامنے آ گیا۔ وللہ الحمد۔ سچ ہے اللہ والوں کی بات اللہ کی بات ہوتی ہے۔

گفتہ او گفتۂ اللہ بود گرچہ از حلقوم عبداللہ بود

حضور مفتئ اعظم بحیثیت جج: ۔حسب معمول بعد نماز مغرب ایک روز حضرت اقدس قدس سرہ اپنی بیٹھک میں رونق افروز ہوئے، اس وقت بیٹھک میں راقم الحروف کے علاوہ چھ سات اور لوگ بھی حاضر تھے، اسی اثنا میں ایک اور صاحب آئے اور سلام و دست بوسی کرکے حضرت والا کے سامنے ادب سے کھڑے ہو گئے، حضرت نے

انھیں بیٹھ جانے کا اشارہ فرمایا وہ بیٹھ گئے، چہرے مہرے اور وضع قطع سے معلوم ہوتا تھا کہ کسی بڑے گھرانے سے تعلق رکھتے ہیں، حسب عادت حضرت قبلہ نے ان صاحب سے خیریت اور آنے کا مقصد دریافت فرمایا۔

حضرت والا کے دریافت پر انھوں نے کہنا شروع کیا، حضور! میں آگرہ سے حاضر ہوا ہوں ایک عرصہ ہوا حاسدوں نے مجھ پر جھوٹا مڈر کیس (قتل کا مقدمہ) دائر کر دیا تھا، جس کی وجہ سے میں کافی پریشان تھا، ہائی کورٹ میں یہ مقدمہ چل رہا تھا، تاریخ پر تاریخ چلتی جارہی تھی، جب فیصلہ کی تاریخ آگئی تو تاریخ سے چند روز قبل غلام سرکار کی بارگاہ میں حاضر ہو کر اپنی تمام سرگزشت بیان کردی تھی، میں حضور ہی کا مرید بھی ہوں، میری داستان غم سن کر سرکار نے کرم فرماتے ہوئے مجھے تین تعویذیں عنایت فرمائے تھے، ایک سیدھے بازو پر باندھنے کے لئے، دوسرا وزنی پتھر کے نیچے دبانے کے لئے اور تیسرے تعویذ کے لئے فرمایا تھا کہ اپنی ٹوپی میں سی لینا، جب کورٹ جانا تو اسی ٹوپی کو پہن کر جانا، ان شاء اللہ تعالیٰ کامیابی ہوگی، گھر جا کر سرکار کے ارشاد پر عمل کیا۔

جس روز فیصلے کی تاریخ تھی اسی رات میں نے خواب دیکھا کہ عدالت قائم ہے اور حضور ایک خوبصورت تخت پر بحیثیت جج تشریف فرما ہیں، اور حضور کی خدمت میں مقدمات کی فائلیں پیش کی جارہی ہیں اور سرکار فیصلہ فرماتے جارہے ہیں، اس ہجوم میں فقیر بھی اپنا فیصلہ سننے کے لئے کھڑا تھا، اور میں اپنے اندر بڑا اطمینان اور سکون محسوس کر رہا تھا، ایسا لگتا تھا کہ میں بری کردیا جاؤنگا، کچھ انتظار کے بعد جب میری فائل حضور کی خدمت میں پیش ہوئی حضور نے فائل کو ایک طرف رکھتے ہوئے مجھ سے فرمایا جاؤ، اتنے میں میری آنکھ کھل گئی، بیداری کے بعد خود بخود اسکی تعبیر میرے ذہن میں یہ آئی کہ اس وقت فیصلہ میرے خلاف ہوگا اور آئندہ اپیل میں ان شاء اللہ تعالیٰ صاف بری ہو جاؤنگا، صبح فیصلہ کی تاریخ پر جب کورٹ پہنچا اور فیصلہ سنایا گیا تو وہی ہوا جو میں نے

خواب کی تعبیر سے سمجھا تھا، اپنے خلاف فیصلہ سننے کے بعد میں بالکل گھبرایا نہیں۔

ہائی کورٹ کے فیصلہ کے بعد دوبارہ اپیل کی تیاری میں مصروف ہو گیا، اور بالآخر اپیل دائر کر دی، کیس اسٹارٹ ہونے کے بعد جب بھی کورٹ یا وکیل کے پاس جانا ہوتا تو وہی تعویذ والی ٹوپی پہن کر جاتا، مجھے امید نہیں تھی کی اتنی جلد فیصلہ ہو جائیگا، مگر حضور کی دعاؤں کے طفیل بہت جلد فیصلہ سنا دیا گیا، الحمد للہ اس خطرناک کیس سے مجھ کو پرسوں بے داغ باعزت بری کر دیا گیا، یہ کہکر وہ بے اختیار زار و قطار پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے، اور کہتے جاتے تھے حضور یہ سب آپ کی عنایت ہے، سرکار آپ کی کرامت ہے آپ نہ ہوتے تو میں برباد ہو جاتا، کہیں کا نہ رہتا، اسی کیفیت میں بڑے درد کے ساتھ سرکار اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کا یہ شعر پڑھا۔

سن لیں اعداء میں بگڑنے کا نہیں

یہ سلامت ہیں بنانے والے

دوسرے مصرع میں "وہ" کی بجائے "یہ" پڑھا اور حضرت والا کی طرف اشارہ کیا، بار بار دوسرے مصرع کو دھراتے اور حضرت والا کی طرف اشارہ کرتے جاتے، اس منظر کو دیکھ کر حاضرین پر عجیب کیفیت طاری ہو گئی اور آنکھیں نم ہو گئیں، حضرت قبلہ نے انھیں تسلی دی اور فرمایا اللہ تعالیٰ آپ کو دونوں جہان میں شاد و آباد رکھے، آپ بے قصور تھے، اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے آپ کو بری فرما دیا، اس کا شکر ادا کیجئے، اور خیال رہے کہ الزام لگا کر مقدمہ دائر کرنے والوں سے کوئی بدلہ نہ لیں انھیں معاف کر دیں، خیر اسی میں ہے صِلْ مَنْ قَطَعَكَ وَاعْفُ عَمَّنْ ظَلَمَكَ (یعنی جو رشتہ توڑے اسکے ساتھ مل جل کر رہو، اور جو تم کو ستائے اسکو معاف کر دو)

پھر تھوڑی دیر کے بعد وہ صاحب حضرت کے پاس سے اٹھ کر باہر آئے، میں بھی ان کے ساتھ باہر آیا اور ان سے پوچھا کہ کیس چلانے والے کون لوگ تھے، کہا

میرے اپنے ہی رشتہ دار بھائی بند تھے، میں نے پھر پوچھا کہ کیا کبھی آپ نے حضرت کو یہ بتادیا تھا کہ وہ لوگ آپ کے قریبی رشتہ دار ہیں، کہا، کہ نہیں حضرت کو کسی نے نہیں بتایا، میں نے کہا سبحان اللہ، حضرت والا کی ایمانی فراست اور آپ کا کشف ہے کہ بنا بتائے جان لیا اور آپ کو نصیحت فرمائی کہ ان کو معاف کردو اور ان سے کسی قسم کا بدلہ نہ لینا، وہ کہنے لگے حضرت قبلہ نے منع فرمایا ورنہ میں طے کر چکا تھا کہ ان لوگوں سے ایسا بدلہ لونگا کہ وہ بھی یاد کریں گے، مگر میرے شیخ کی نصیحت نے میرے دل کو صاف کردیا ان شاء اللہ تعالیٰ ان کے خلاف کوئی انتقامی کاروائی نہیں کرونگا۔

سبحان اللہ، سبحان اللہ حضور سیدی، مرشدی، سرکار مفتیٔ اعظم علیہ الرحمہ کی شان یہ تھی کہ اپنے ہوں یا پرائے بالخصوص اپنے مریدین ومتوسلین کو ہر حال میں حق وصداقت اور اتباع شریعت کی تلقین فرماتے، جادۂ شریعت سے سر موانکو ہٹتے ہوئے دیکھنا پسند نہ فرماتے، اور ادنیٰ سی بے راہ روی پر ٹوک دیتے اور تنبیہ فرما کر اصلاح فرمادیتے، یہاں تک کہ ننگے سر کھلے گریبان کو بھی ناپسند فرماتے اور تنبیہ کرتے کہ ننگے سر، اور کھلے گریبان نہیں ہونا چاہئے، یہ ادب اور شرافت کے خلاف ہے۔

اچھے اور سچے شیخ کی شان بھی یہی ہونی چاہئے، کہ اپنے مریدوں اور ماننے والوں کو اتباع شریعت کی تلقین کرتا رہے، شیطانی وسوسوں اور غلط خیالات سے بچنے کی راہ بتاتا رہے، دل کی بیماریاں، کینہ، حسد، کدورت، بغض عناد اور خلاف شرع انتقامی جذبات سے پاک وصاف کرنے کی نصیحت کرتا رہے، نیز حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی میں مریدوں کو چاک وچوبند رکھے اور کسی قسم کی ادنیٰ بے راہ روی کو گوارہ نہ کرے، اس سے فائدہ یہ ہوگا کہ اصلاح معاشرہ کی فضاء اور لوگوں میں دینداری کا ماحول تیار ہو جائیگا، اور پیری مریدی کا جو اصل مقصد ہے وہ حاصل ہو جائیگا، مرشد میں اگر اپنے مریدین کی تربیت روحانی اور اصلاح نفسانی کا جذبہ نہیں

ہے تو وہ مرد خوش اوقات نہیں بلکہ پیر خرافات ہے، اللہ تعالیٰ ایسے خرافاتی پیروں سے سب کو محفوظ رکھے آمین۔

ٹی۔ بی کا مریض اچھا ہو گیا:۔ ۱۹۵۶ء کی بات ہے راقم الحروف فقیر رضوی محمد مجیب اشرف غفرلہ بعد نماز عصر اپنے استاذ مکرم مفتی محمد شریف الحق صاحب قبلہ کے لکھے ہوئے فتاوے سنانے کے لئے حضور سیدی مفتیٔ اعظم علیہ الرحمہ کی خدمت میں حاضر ہوا، اس وقت ملو کپور بذریہ کے رہنے والے ایک صاحب جن کو میں جانتا تھا، حضرت قبلہ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی حضور! میری طبیعت کئی دنوں سے خراب چل رہی ہے کھانسی اور بخار پیچھا نہیں چھوڑتا علاج بہت کیا مگر فائدہ نہیں ہوا، دو روز قبل چیکپ کروایا تو ڈاکٹر نے ٹی۔ بی بتائی، حضور! اس موذی بیماری کا نام سن کر میری آدھی جان سوکھ گئی، (ان دنوں ٹی۔ بی کا مرض ایسا ہی سمجھا جاتا تھا جیسے آج کل کینسر، جسکو ڈاکٹر بتادے کہ ٹی۔ بی ہے وہ اپنے کو چند مہینوں کا مہمان سمجھتا تھا) اس لئے وہ بندہ بہت پریشان تھا حضرت کے سامنے رو پڑا، حضرت والا نے اسکو دیکھا اور فرمایا ”تم کو ٹی۔ بی نہیں ڈاکٹر کی زبان پر ٹی۔ بی ہے“ پھر آپ نے اسکو تین تعویذیں لکھ کر عطا فرمائے، ایک تعویذ کے بارے میں فرمایا کہ اکیس دن روزانہ سفید چینی کے پلیٹ پر زعفران سے لکھوا کر پانی سے دھو کر پیتے رہنا، ساتھ ہی یہ بھی تاکید فرمائی کہ جو بھی تعویذ لکھے باوضو لکھے اس لئے کہ اس میں آیت قرآنیہ ہے، اور تم بھی باوضو بسم اللہ شریف پڑھ کر پینا، دو تعویذیں گلے میں باندھنے کے لئے فرمایا۔

ہفتہ عشرہ کے بعد ایک روز وہی صاحب جس مسجد میں فقیر امامت کرتا تھا نماز کے لئے آئے میں نے ان سے پوچھا کہ آپ کی طبیعت اب کیسی ہے، انھوں نے بتایا کہ تعویذات استعمال کرنے کے بعد تیسرے ہی دن سے طبیعت اچھی لگنے لگی، گھر والوں نے زور دیا کہ ایک بار پھر پورا چیکپ کروالو جب چیکپ کے بعد رپورٹ آئی

توسب کلئیر تھا ڈاکٹر بھی حیران رہ گیا یہ کیا اور کیسے ہو گیا، الحمدللہ اب میں بالکل ٹھیک ہوں نہ کھانسی نہ بخار نہ ہی کمزوری محسوس ہو رہی ہے، میں غریب آدمی ہوں پیر و مرشد کی دعاء کی برکت سے ہزاروں روپے خرچ ہونے سے بچ گئے۔

حضرت قبلہ نے پینے کے لئے جو تعویذ دیا تھا اس کی عبارت یہ تھی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

بِسْمِ اللّٰهِ الشَّافِیْ بِسْمِ اللّٰهِ الْكَافِیْ بِسْمِ اللّٰهِ الْوَافِیْ بِسْمِ اللّٰهِ الْمُعَافِیْ بِسْمِ اللّٰهِ خَيْرِ الْاَسْمَآءِ بِسْمِ اللّٰهِ رَبِّ الْاَرْضِ وَالسَّمَآءِ بِسْمِ اللّٰهِ الَّذِیْ لَا يَضُرُّ مَعَ اِسْمِهٖ شَیْءٌ فِی الْاَرْضِ وَلَا فِی السَّمَآءِ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ بِرَحْمَتِكَ يَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ بِحَقِّ وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْآنِ مَا هُوَ شِفَاءٌ وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ وَبِحَقِّ سَلٰمٌ قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ رَّحِيْمٍ وَبِحَقِّ أَلَيْسَ اللّٰهُ بِكَافٍ عَبْدَهٗ وَبِحَقِّ فَاللّٰهُ خَيْرٌ حَافِظًا وَّهُوَ أَرْحَمُ الرَّاحِمِيْنَ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ سَيِّدِنَا وَمَوْلٰنَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ"

گلے میں ڈالنے کے لئے جو تعویذات دیئے تھے اس میں کیا لکھا تھا اسکو میں نہیں دیکھ سکا۔

تعویذ کی برکت سے بچی تندرست ہو گئی:۔ طالب علمی کے زمانے میں میری شادی میرے حقیقی ماموں رئیس الاذکیاء حضرت العلام مفتی غلام یزدانی صاحب علیہ الرحمہ شیخ الحدیث دار العلوم مظہر اسلام بریلی شریف کی بڑی صاحبزادی مسماۃ عزیزہ خاتون سے ۱۹۵۴ء میں ہوئی اور ۱۹۵۶ء میں میری بڑی بچی راشدہ خاتون پیدا ہوئی جو اتنی کمزور پیدا ہوئی تھی کہ کسی کو اس کے بچنے کی امید نہیں تھی، جب اس کی عمر دو ماہ کی ہوئی تو اس کو زبردست نمونیہ ہو گیا دوائیں چل رہی تھی مگر کوئی افاقہ نہیں ہوا، میرے والد مرحوم حضرت الحاج محمد حسن صاحب بہت فکر مند تھے کیونکہ میں

ان دنوں بریلی شریف میں تھا، اسی اثناء میں حضور سیدی مرشدی علیہ الرحمہ کا گھوسی تشریف لے جانا ہوا، حضرت والا کا قیام قادری منزل صدر الشریعہ علیہ الرحمہ کے مکان پر تھا، والد صاحب قبلہ بغرض ملاقات بعد نماز عشاء حضرت والا کی خدمت میں حاضر ہوئے، جاتے ہی حضرت نے والد صاحب سے دریافت فرمایا کہ بچی کی طبیعت کیسی ہے، والد صاحب نے بتایا کہ میں سوچ میں پڑ گیا کہ آخر حضرت قبلہ کو کس نے بتایا کہ بچی کی طبیعت خراب ہے میں ابھی سوچ ہی رہا تھا کہ حضرت سے عرض کروں کہ بچی کے لئے ایک تعویذ عنایت فرمادیں، کہ اتنے میں حضرت نے تعویذ بڑھاتے ہوئے فرمایا لیجئے بچی کے گلے میں موم جامہ کر کے ڈالدیں، والد صاحب اسی وقت گھر آئے فوراً تعویذ کو اپنے ہاتھ سے موم جامہ کیا اور میری بہن قمر النساء سے سلوا کر گلے میں ڈالدیا، بحمدہٖ تعالیٰ تعویذ پہنانے کے بعد ہی تھوڑی دیر میں بچی کی طبیعت سنبھل گئی، سانس کی تکلیف بالکل دور ہوگئی، ایک ہفتہ میں بالکل تندرست ہوگئی، اس کے بعد ایک طویل عرصے تک بچی بیمار ہی نہیں ہوئی عرصہ دراز تک بچی بالکل چاک وچوبند اور صحت مند رہی۔

والد ماجد نے مجھے بتایا کہ میرے جانے سے پہلے ہی حضرت قبلہ نے تعویذ لکھ کر رکھ لیا تھا، اور ایسا لگا کہ حضرت میرے آنے کا انتظار فرمارہے تھے میں حاضر ہوا اور فوراً تعویذ عنایت فرمایا، اس وقت بچی کی حالت بہت نازک تھی اسی لئے حضرت نے عجلت فرمائی، بلاشبہ حضرت والا کا یہ کشف تھا، میرا تجربہ ہے کہ حضور مرشدی میں قوت کشف بڑی قوی تھی، اپنی ایمانی فراست سے بہت کچھ جان لیا کرتے تھے،

ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ.

ان شاء اللہ بچہ عالم ہوگا:۔ شہر جام نگر گجرات سے متصل ایک گاؤں ہے جس کا نام بیڑی ہے حضرت مولانا سید سلیم باپو زید مجدہ اسی گاؤں کے رہنے والے ہیں، سید

صاحب موصوف ایک اچھے عالم اور مقرر ہیں گجرات کے علماء میں انکا نام سرفہرست ہے جب یہ بہت چھوٹے تھے اس وقت حضور سیدی سرکار مفتیٔ اعظم علیہ الرحمہ گجرات کا دورہ کرتے ہوئے سید صاحب موصوف کے والد ماجد نانی والا باپو کی دعوت پر بیڑی گاؤں تشریف لے گئے، نانی والا باپو نے اپنے شیخ کی آمد کی خوشی میں اپنے مہمانوں کے لئے پا پلیٹ مچھلی کی بریانی بنوائی تھی، بعد نماز عشاء جب سب لوگ کھانے سے فارغ ہو گئے تو نانی والا باپو نے اپنے فرزند ارجمند سید سلیم صاحب باپو کو حضرت کی خدمت میں پیش کرتے ہوئے عرض کی حضور یہ غلام زادہ ہے اس کے لئے دعائے برکت فرمادیں، حضرت والا نے بچے کے سر پر ہاتھ رکھ کر دعا فرمائی، اور ارشاد فرمایا ان شاء اللہ یہ بچہ عالم ہوگا اللہ تعالیٰ اس کے علم اور رزق میں برکت عطا فرمائے اور اس سے اپنے دین متین کی خدمت لے آمین۔

بیڑی گاؤں کے لوگ عام طور پر مزدور پیشہ ہیں، یہ گاؤں ساحل سمندر پر واقع ہے اس لئے یہاں کے لوگ ماہی گیری یا سمندری پورٹ پر مزدوری کرتے ہیں کچھ لوگ کھیتی باڑی بھی کرتے ہیں تعلیمی اعتبار سے یہ علاقہ بالکل پچھڑا ہوا ہے، پڑھے لکھے لوگوں کی تعداد بالکل نہ ہونے کے برابر ہے، مگر پورا گاؤں متصلب سنی ہے ایک آدمی بھی دوسرے فرقے کا نہیں پایا جاتا ہے، اس چھوٹے گاؤں میں جناب مولانا سید احمد صاحب عرف نانی والا باپو اپنے بال بچوں کے ساتھ رہتے ہیں پورے سوراسٹر میں آپ نانی والا باپو کے نام سے مشہور ہیں، کچھی (میمنی) زبان میں بہت اچھی تقریر فرماتے ہیں، ان علاقوں میں مسلمان کچھی زبان ہی بولتے ہیں، اردو بہت کم جانتے ہیں، نانی والا باپو نے اپنی پوری زندگی میں اسی زبان کو ذریعہ تبلیغ بنا کر مسلک اہل سنت یعنی مسلک اعلیٰ حضرت کی خوب خوب ترویج واشاعت کی، جس کے خوش گوار اثرات آج تک پائے جاتے ہیں، نانی والا باپو علیہ الرحمہ حضور مفتیٔ اعظم علیہ الرحمہ کے جانثار

مخلص مرید تھے، سلسلہ رضویہ کی ترویج واشاعت میں آپ کا اہم رول شامل ہے مولیٰ تعالیٰ ان کو اسکا بہترین صلہ عطا فرمائے۔ آمین۔

حضرت مولانا سید سلیم باپو صاحب ماشاء اللہ پڑھ لکھ کر بہترین عالم بنے اور آج پورے گجرات وبیرون گجرات میں اپنے علم وفضل اور تبلیغ واشاعت دین کیوجہ سے جانے پہچانے جاتے ہیں، حضور مفتیٔ اعظم علیہ الرحمہ کی دعاؤں کی چلتی پھرتی تصویر ہیں، رب قدیر اپنے حبیب پاک ﷺ کے صدقہ وطفیل ان کو نگاہ حاسدین سے محفوظ رکھے اور دین متین کی خدمات لیتا رہے آمین۔

حضور مفتیٔ اعظم اور شاہزادگان غوث اعظم:۔ ۱۹۸۳ء میں راقم الحروف محمد مجیب اشرف رضوی نے پاکستان کا دورہ کیا یہاں پر ڈھائی ماہ تک قیام رہا، دوران قیام حیدرآباد سندھ، لاہور۔ ملتان، پشاور اور کراچی وغیرہ شہروں میں جانے کا اتفاق ہوا، کراچی کے قیام کے دوران مجھے معلوم ہوا کہ شاہزادۂ غوث اعظم سید پیر علاء الدین طاہر صاحب قبلہ کراچی تشریف لائے ہوئے ہیں مجھے آپ کی زیارت کا شوق ہوا، اپنے احباب سے ذکر کیا کہ حضرت سے ملاقات کے لئے چلنا ہے، چنانچہ ایک روز جمعہ کے بعد جانے کا پروگرام بنالیا گیا، حضرت والا کا قیام کلفٹن ساحل سمندر پر واقع ایک بنگلہ میں تھا، حسب پروگرام ہم لوگ آپ کی قیام گاہ پر حاضر ہوئے، عصر کی نماز کے بعد حضور والا سے ملاقات ہوئی، سلام، مصافحہ اور دست بوسی کے بعد حضرت نے سامنے رکھے ہوئے صوفوں پر بیٹھنے کا اشارہ فرمایا اور مجھے اپنے پاس بیٹھالیا، فوراً اندر سے پانی، چائے اور بسکٹ وغیرہ لائے گئے اور ہماری خاطر تواضع کی گئی۔

حضرت کی زبان عربی تھی مگر تھوڑی تھوڑی اردو بھی بول لیتے تھے، آپ نے فرمایا کہ "تم لوگ کہاں سے آیا ہے" میں نے عرض کیا، یہ لوگ جو میرے ساتھ آئے ہیں یہیں کراچی کے رہنے والے ہیں، میں ہندوستان سے آیا ہوں، ہندوستان کا نام

سنکر حضرت والا نے پورے طور پر میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا ''ہندوستان کا ایک شہر بریلی ہے تو بریلی کو جانتا ہے'' میں نے کہا جی حضور اچھی طرح جانتا ہوں، فرمایا ''تو جہاں رہتا ہے وہاں سے بریلی کتنا دور ہے'' عرض کیا تقریباً آٹھ سو کیلو میٹر، فرمایا ''وہاں شیخ احمد رضا کا لڑکا شیخ مصطفیٰ رضا رہتا ہے اس کو جانتا ہے؟'' عرض کیا جی حضور جانتا ہوں وہ میرے شیخ طریقت اور شفیق مربی ہیں، میں انکا ادنیٰ خادم اور مرید ہوں فرمایا ''تو مصطفیٰ رضا کا مرید ہے؟ ماشاءاللہ، وہ بڑی شان کا عالم اور شیخ ہے، ہمارا دادا شیخ عبدالقادر (غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے مصطفیٰ رضا اور اس کا والد احمد رضا کو بہت بہت دیا، جتنا ہم کو نہیں دیا ان کو دیا، ہندی مسلمان اسکا قدر نہیں جانتا ہے، مصطفیٰ رضا اور اسکا والد شیخ احمد رضا بہت بڑا آدمی ہے، میں نے عرض کیا کہ حضور میں چاہتا ہوں کہ تبرکاً سلسلہ عالیہ قادریہ کی خلافت و اجازت سے اس غلام کو بھی نوازدیں، فرمایا'' تمہارا شیخ نے تم کو اجازت نہیں دی'' عرض کیا الحمدللہ مجھے اپنے شیخ سے اجازت حاصل ہے، فرمایا،، بس کافی ہے، میں تم کو سلسلہ شاذلیہ کی اجازت دیتا ہے'' یہ فرما کر اپنا دست کرم میری پیٹھ پر دونوں شانوں کے درمیان رکھا بلا شبہ میں نے آپ کے مبارک ہاتھوں کی ٹھنڈک کا اثر اپنے سینے میں محسوس کیا، اس کے بعد آنکھیں بند کرلیں اور زیر لب کچھ دعائیں اور کلمات خیر ادا فرمائے جس کو میں سن نہ سکا، جب آپ کچھ پڑھ رہے تھے، اس وقت میں نے اپنے دونوں کندھوں پر بوجھ محسوس کیا پھر جب حضرت نے اپنا ہاتھ ہٹایا وہ ثقل ختم ہو گیا اس کے بعد اپنے دونوں ہاتھوں میں میرے ہاتھوں کو پکڑ کر سلسلہ عالیہ شاذلیہ کی اجازت و خلافت سے نوازا۔ وللہ الحمد، یہ عطایہ نوازش بھی میرے شیخ کا صدقہ ہے۔

۱۹۹۹ء میں جب دوسری بار سرکار بغداد کی بارگاہ میں حاضر ہوا اس وقت نقیب الاشراف حضرت شیخ سید یوسف گیلانی صاحب سجادہ نشین بارگاہ غوث اعظم علیہ الرحمہ

سے ملاقات کا شرف حاصل ہوا، اس وقت میرے ساتھ عزیزم مولانا غلام مصطفیٰ صاحب قادری سورتی اور جناب الحاج علی محمد صاحب رضوی پور بندر اور دوسرے حضرات بھی تھے، حضرت موصوف کی عمر شریف اس وقت پنچانوے سال کی تھی، موصوف صاحب سجادہ سے سلام ومصافحہ ہوا آپ نے بڑی محبت اور شفقت کے ساتھ ہم لوگوں کو اپنے قریب بیٹھایا پھر چائے سے ہماری ضیافت فرمائی، فقیر نے اپنا اور اپنے ساتھیوں کا حضرت موصوف سے تعارف کرایا اور خصوصی دعاء کی درخواست کی حضرت نے اپنے دونوں ہاتھ اٹھا کر دیر تک ہمارے لیئے دعاء فرمائی، پھر آپ نے مجھ سے فرمایا'' کہ تم کس سلسلہ کا مرید ہے'' میں نے عرض کیا کہ فقیر سلسلہ عالیہ قادریہ میں حضرت شیخ محمد مصطفیٰ رضا ابن امام احمد رضا علیہما الرضوان سے ارادت رکھتا ہے، یہ سن کر حضرت نقیب الاشراف سنبھل کر بیٹھ گئے اور فرمایا'' شیخ مصطفیٰ رضا اور اسکا والد شیخ احمد رضا دونوں بہت بڑا عالم اور شیخ تھا، شیخ عبد القادر ہمارے دادا سے دونوں کو بہت فیض ملا، اتنا ملا کہ ہم کو بھی اتنا نہیں ملا'' یہ فرمانے کے بعد آپ نے اپنا شجرہ منگوایا اس پر میرا نام تحریر فرمایا اور سلسلہ عالیہ قادریہ کی اجازت وخلافت سے سرفراز فرمایا اور نصیحت کرتے ہوئے کہا کہ'' یہ عظیم امانت ہے اسکی حفاظت کرنا'' پھر میرے سر پر اپنا ہاتھ رکھ کر دعائیں دیں، اور اپنے خادم کو حکم دیا کہ الماری سے ایک غلاف نکال کر لاؤ، خادم ایک ہرے رنگ کی چادر جس کے کنارے پر سرخ رنگ کا حاشیہ تھا لایا آپ نے مجھے چادر شریف دیتے ہوئے فرمایا کہ حضرت شیخنا عبد القادر غوث اعظم کی تربت کا غلاف ہے، اس کرم فرمائی اور ذرہ نوازی پر میں جتنا ناز کروں کم ہے، یہ سب کرم ہے میرے شیخ سیدی حضور مفتیٔ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ان کے دامن کرم سے وابستگی کی یہ سب برکتیں ہیں ورنہ'' من آنم کہ من دانم'' ع

یہ سب تمہارا کرم ہے مرشد کہ بات اب تک بنی ہوئی ہے

کہنے والے نے سچ کہا ہے ؎

جب تک بکے نہ تھے تو کوئی پوچھتا نہ تھا
تم نے خرید کر مجھے انمول کر دیا

پیشاوری بابا:۔ ۲۰۰۸ء میں حج وزیارت کے لئے حاضری کے دوران مکہ مکرمہ میں جناب سید یوسف پیشاوری بابا سے ملاقات ہوئی جو ساٹھ سال سے حرمین شریفین میں مقیم ہیں، بڑے پائے کے بزرگ ہیں، صائم الدھر اور قائم اللیل تھے جب تک مکہ مکرمہ میں ہوتے تھے بلا ناغہ عمرہ کرتے تھے، حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد سے تھے، نحیف ولاغر بدن مگر چہرہ وجیہ جس سے بزرگی کے آثار نمایاں تھے، فقیر سے بہت محبت فرماتے تھے، یہاں تک کہ جب کوئی ہندستانی حاجی ملتا تو اس سے دریافت فرماتے کہ ''ناگپور کا مفتی کہاں ہے'' بہر حال ۲۰۰۸ء میں بعد نماز عشاء، رات میں ۱۰ ربجے حرم شریف میں دارام ہانی کی جگہ پیشاوری بابا سے ملاقات ہوئی دوران گفتگو آپ نے فرمایا ''ایک رات میں خواب میں اپنے جد کریم شیخ عبد القادر غوث پاک کو دیکھا ان کے پہلو میں ایک اور صاحب بیٹھے تھے میں نے دریافت کیا کہ یہ کون ہیں؟ آپ نے فرمایا احمد رضا ہندی ہیں، میں نے کہا ان کا مقام کیا ہے؟ آپ نے فرمایا ہندوستاں میں ہمارا نائب ہے، یہ کہہ کر آپ رونے لگے اور بھرائی ہوئی آواز میں فرمایا کہ احمد رضا کے بیٹے مولانا مصطفیٰ رضا کو ہندوستان والا نہ پہچان سکا کہ وہ کون تھا، یہ فرما کر آپ تشریف لے گئے۔ میری ہر سال تقریباً آپ سے ملاقات ہوتی رہتی تھی ۲۰۱۱ء میں آپ کا وصال ہو گیا جدہ کے قبرستان میں مدفون ہیں '' خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را '' مذکورہ بالا تینوں واقعات سے معلوم ہوا کہ شہزادگان غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے امام احمد رضا اور ان کے شہزادے سرکار مفتئ اعظم علیہما الرضوان کے بارے میں جو کچھ فرمایا ہے اس میں یہ بات مشترک طور پر

موجود ہے کہ سیدنا امام احمد رضا علیہ الرحمہ اور ان کے شہزادے سیدی سرکار مفتئ اعظم علیہ الرحمہ پر حضور غوث پاک رضی اللہ عنہ کا خصوصی کرم تھا اور بارگاہ غوثیت سے ان حضرات کو برکات وانوار کا وافر حصہ ملا تھا۔

غریب کی قسمت چمک گئی:۔ ۱۹۷۲ء میں حضرت والا نے ناسک اور مضافات کا ایک طویل تبلیغی دورہ فرمایا تھا اس دورے میں سنگم نیر کا پروگرام بھی شامل تھا، ہم لوگ بائی روڈ شام کے وقت سنگم نیر حضرت والا کی ہمرکابی میں جارہے تھے، کہ نماز مغرب کا وقت قریب آ گیا حضرت والا نے فرمایا کہ مغرب کا وقت ہو گیا ہے نماز پڑھ لی جائے، لوگوں نے کہا کہ حضور سنگم نیر یہاں سے دس پندرہ کیلومیٹر رہ گیا ہے وہیں چل کر نماز پڑھی جائے، حضرت نے فرمایا سامنے گاؤں نظر آ رہا ہے نماز یہیں پڑھیں گے، گاؤں کے قریب آ کر ایک بوڑھے میاں سے دریافت کیا گیا کہ یہاں کوئی مسجد ہے؟ بوڑھے نے کہا ہاں ہے میں ابھی مسجد سے آرہا ہوں، میرے ساتھ چلئے، ہمارا قافلہ اس بوڑھے کی رہنمائی میں مسجد پہنچا، ایک چھوٹی سی مسجد تھی جس میں چراغ جل رہا تھا، حضرت والا نے وضو فرمایا پھر جماعت کے ساتھ مغرب کی نماز ادا کی گئی، بوڑھے میاں وہیں کھڑے ہمارا انتظار کرتے رہے، جب ہم لوگ نماز سے فارغ ہو گئے تو بڑے میاں نے خطیب شہر ناسک حضرت حافظ منیر الدین صاحب مرحوم سے پوچھا کہ یہ بزرگ کون ہیں اور کہاں سے آئے ہیں حضرت خطیب صاحب نے حضرت اقدس کا تعارف کراتے ہوئے فرمایا کہ یہ ہمارے پیر ہیں، ان کو مفتئ اعظم کہتے ہیں بریلی شریف سے تشریف لائے ہیں، یہ سن کر بوڑھے میاں نے کہا کہ یہی پیر صاحب تھے جو سری رام پور تشریف لائے تھے، خطیب صاحب نے کہا ہاں یہی تھے۔ خطیب صاحب نے ہاں کر کے اثبات میں جواب دیا تو بوڑھے میاں اتنا خوش ہوئے کہ ان کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اور بھرائی ہوئی آواز میں کہنا شروع کیا، کہ

صاحب کیا بتاؤں، جب معلوم ہوا کہ سری رام پور میں ایک بزرگ اللہ کے ولی پیر صاحب آئے ہوئے ہیں، ہزاروں لوگ ان کے دیدار کے لئے اور ان سے مرید ہونے کے لئے جمع ہوئے ہیں، میں بھی مرید ہونے کے ارادہ سے سری رام پور پہنچا، حضرت کی قیام گاہ پر جب گیا تو دیکھا کہ وہاں لوگوں کا میلہ لگا ہوا ہے، میں نے صبح دس بجے سے شام ۴ ربجے تک کوشش کی کہ کسی طرح اندر جا کر مرید ہو جاؤں مگر صاحب کیا بتاؤں میں اپنی کوشش میں ناکام رہا صرف دور سے زیارت کر کے مایوس نامراد گھر واپس ہو گیا، راستہ بھر سوچتا رہا کہ زندگی کا کوئی بھروسہ نہیں اسی ۸۰ ر سال کی عمر ہو گئی ہے خدا جانے پھر یہ موقعہ ملے نہ ملے، ہائے افسوس پیاسا کوئیں کے پاس جا کر واپس ہو رہا ہے، یہی سوچتا ہوا گھر رات کو آیا عشاء کی نماز ادا کی اور خوب رویا اور دعاء کی کہ اے اللہ اپنے حبیب کے صدقے میں میری مراد پوری فرمادے، دیکھئے خدا کی شان کہ ٹھیک چار دن کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت کو میرے گاؤں میں بھیج دیا، کیا خدا کی شان ہے، جب وہ کسی کی سنتا ہے تو بندے کے خیال اور سوچ سے زیادہ نواز دیتا ہے، سچ ہے اللہ کی رحمت سے مایوس نہیں ہونا چاہئیے۔

استنے میں حضور والا نماز سے فارغ ہو کر مسجد سے باہر تشریف لائے بڑے میاں نے آگے بڑھ کر سلام و مصافحہ کر کے دست بوسی کی اور حضرت والا کی خدمت میں نیازمندانہ گزارش کرتے ہوئے عرض کی، حضور! غریب کے گھر تشریف لے چلیں، حضرت نے بغیر کچھ پوچھے بلا توقف خلاف عادت بخوشی بوڑھے کی عرض کو قبول فرمالیا، مجھے ایسا محسوس ہوا کہ حضرت والا پہلے ہی سے بوڑھے کے گھر جانے کا ارادہ رکھتے تھے، اس کی وجہ یہ ہے کہ میں نے ہمیشہ دیکھا تھا کہ جب کوئی آپکو اپنے گھر لیجانے کی گزارش کرتا تھا، اور وہ اجنبی ہوتا تو دریافت فرماتے آپ کون ہیں اور کہاں چلنا ہے مگر اس بوڑھے سے حضرت نے کچھ بھی نہیں فرمایا اور اس کے ساتھ چل دیئے،

مسجد سے قریب ہی اسکا چھوٹا سا جھوپڑی نما کچا مکان تھا، مکان کے اندر مٹی کے تیل سے جلنے والی ڈھبیری جل رہی تھی۔

بڑے میاں خوشی خوشی اندر گئے اور ایک لکڑی کا پیڑھا تختہ نما لاکر باہر صحن میں حضرت والا کیلئے رکھدیا، اور ایک پرانا کمبل ہم لوگوں کے لئے لاکر بچھا دیا، سب لوگ حضرت والا کے سامنے سکون کے ساتھ بیٹھ گئے، لوگوں کو ایسا محسوس ہوا کہ جیسے کسی شاہی محل میں کسی عظیم شہنشاہ کے سامنے ادب کے ساتھ بیٹھے ہوئے ہیں، بوڑھے نے پانی پلاکر سب کی خاطر تواضع کی، اسکے بعد مرید ہونے کے لئے حضرت والا کے سامنے ادب کے ساتھ دوزانو بیٹھ گیا، حضرت اقدس نے اسے مرید فرمایا اور مرید کرنے کے بعد خوب دعائیں دیں، بڑے میاں نے آب دیدہ ہوکر اپنے شیخ کی بارگاہ میں عرض کی، حضور! میں بہت غریب آدمی ہوں، میرے سر تین جوان لڑکیوں کی شادی کا بوجھ ہے، سرکار دعا فرمائیں، بچیوں کے ہاتھ مہندی سے رنگین ہوں اور میرے سرکا بوجھ ہلکا ہو، حضرت نے رقت انگیز انداز میں بڑے میاں کو دعائیں دیں اور صدری کی جیب میں ہاتھ ڈالا اور جیب میں جتنی رقم تھی نکال کر اس بوڑھے کو عنایت فرما کر ارشاد فرمایا کہ بچیوں کی شادیاں جلد سے جلد کرڈالو، ان شاء اللہ تعالیٰ خیر ہی خیر ہے، اور تینوں بچیوں سے کہدو کہ مسلسل تین دنوں تک بعد نماز عشاء سورۂ مریم شریف کی تلاوت کریں، اگر ہوسکے تو گیارہ دن پورے کریں، ان شاء اللہ تبارک وتعالیٰ اچھے رشتے آئیں گے، اور یہ نصیحت یاد رکھنا کہ جب رشتہ آئے تو تحقیق کرلینا کہ لڑکا اور اس کے گھر والے سنی صحیح العقیدہ ہیں کہ نہیں، آج کل لوگ اسکا لحاظ بہت کم کرتے ہیں، انا للہ وانا الیہ راجعون، یہ فرما کر حضرت والا جانے کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے اور بڑے میاں سے اجازت لیکر کھڑی کار میں تشریف فرما ہوگئے،

حضرت اقدس نے بڑے میاں کو جو رقم عنایت فرمائی تھی وہ دس بارہ ہزار سے

کم نہ تھی، جبکہ ۱۹۷۲ء میں روپے کی قیمت آج کی بہ نسبت کئی گنا زیادہ تھی، آج کی قیمت کے حساب سے دیکھا جائے پچاس ساٹھ ہزار سے کم نہ تھی، یہ تھا حضرت والا کا انداز سخاوت اور غریبوں کے ساتھ مشفقانہ برتاؤ اور کریمانہ سلوک، آج کے دور میں ایسا شیخ ڈھونڈھنے سے بھی نہ ملیگا، راز الہ آبادی مرحوم نے اسی حقیقت کو اس انداز میں بیان کیا ہے ؎

ڈھونڈھتے ڈھونڈھتے تم دہر میں تھک جاؤ گے
ایسا مرشد نہ زمانے میں کہیں پاؤ گے

ٹرین چل کر رک گئی: ۱۹۵۶ء کی بات ہے جبکہ فقیر راقم الحروف دار العلوم مظہر اسلام مسجد بی بی جی بریلی شریف میں زیر تعلیم تھا، ایک روز بعد نماز عصر حضرت قبلہ کی بارگاہ میں حضرت شارح بخاری مفتی محمد شریف الحق صاحب قبلہ کے لکھے ہوئے فتاوے سنانے کی غرض سے فقیر حاضر ہوا، حضرت والا نے فرمایا کہ جمعرات کے دن تین بجے کی ٹرین سے شاہجہان پور جلسے میں جانا ہے، اور آپکو بھی چلنا ہے، ظہر کی نماز کے بعد فوراً یہاں تیار ہو کر آجائیے گا، چنانچہ حسب ارشاد میں بعد نماز ظہر دو بجے محلہ سوداگران پہنچ گیا، شاہجہان پور سے دو آدمی حضرت والا کو لینے کی غرض سے بریلی شریف آئے ہوئے تھے، یہ دونوں صاحبان بھی وہاں کھڑے تھے، کہ حضرت باہر تشریف لائیں تو اسٹیشن چلیں، مگر پونے تین بج گئے حضرت والا باہر تشریف نہیں لائے ہم لوگ پریشان تھے، کہ اب ٹرین ملنی مشکل ہے کیونکہ محلہ سوداگران سے بریلی جنکشن کی دوری کم سے کم ۲۰/۲۵ منٹ میں طے ہوتی ہے اگر راستہ صاف نہیں ہے تو آدھا گھنٹہ ضرور لگ جاتا ہے، حضرت والا کا شانہ مبارکہ سے دو بجکر پچاس منٹ پر باہر تشریف لائے اور سائیکل رکشا پر تشریف فرما ہوئے۔

شاہجہان پور سے آئے دونوں میں سے ایک نے عرض کی حضور۔ اسٹیشن پہنچنے

سے پہلے ہی ٹرین چھوٹ چکی ہوگی ٹرین کے چھوٹنے کا وقت ٹھیک ۳؍ بجے ہے اور ابھی ٹکٹ بھی لینا ہے، ساڑھے تین بج جائیں گے، اگر حضور فرمائیں تو بس سے چلیں، حضرت نے فرمایا اسٹیشن ہی چلئے ان شاء اللہ ٹرین مل جائے گی، یہ سن کر مجھے یقین ہوگیا کہ ٹرین اب ضرور مل جائے گی، خیر دو بجکر ۵۵؍ منٹ پر ہم لوگ سوداگران سے روانہ ہوئے اور تین بج کر ۵؍ منٹ پر صرف ۱۰؍ منٹ میں اسٹیشن پہنچ گئے، حضرت نے فرمایا کہ جاؤ جلدی ٹکٹ لیکر آؤ ہم لوگ پلیٹ فارم پر چلتے ہیں، ایک صاحب ٹکٹ کیلئے چلے گئے اور ہم لوگ جب اسٹیشن کے اندر داخل ہوئے تو ٹرین چھوٹ رہی تھی، حضرت والا رک گئے جیسے ہی حضرت اقدس رکے ٹرین بھی رک گئی اتنے میں جو صاحب ٹکٹ لینے گئے تھے وہ بھی بھاگتے دوڑتے آگئے حضرت نے فرمایا چلو ان شاء اللہ ٹرین مل جائے گی ہم لوگ حضرت کے ہمراہ اطمینان سے سیڑھیاں طے کرتے ہوئے پلیٹ فارم نمبر ۲؍ پر پہنچ گئے اور سامنے والے ڈبے میں جا کر بیٹھ گئے جگہ بھی مل گئی حضرت کی زبان مبارک سے الحمد للہ علیٰ ذلک جاری ہوا، پھر دو منٹ کے بعد ٹرین روانہ ہوئی، اور ہم لوگ ٹھیک وقت پر شاہجہان پور پہنچ گئے، وللہ الحمد۔

ضروری وضاحت:۔ مذکورہ بالا واقعہ پڑھنے کے بعد کچھ لوگ سوچ سکتے ہیں کہ ٹرین کا چل کر رک جانا نئی بات نہیں ہے کبھی کبھی ایسا ہوتا رہتا ہے، میں بھی مانتا ہوں کہ ایسا ہوتا ہے مگر اس سلسلہ میں میری گذارش یہ ہے کہ اس واقعہ کو غور سے پڑھیئے تو اس میں کئی ایسی باتیں ملیں گی جن سے بخوبی اندازہ ہوجائیگا کہ ٹرین کا رکنا اتفاقی بات نہیں تھی بلکہ اللہ کے ولی کیلئے روکی گئی تھی۔

پہلی بات یہ ہے کہ حضرت اقدس مکان سے اسٹیشن کے لئے اس وقت روانہ ہو رہے ہیں جبکہ ٹرین کے چھوٹنے میں صرف پانچ منٹ باقی تھے اور پانچ منٹ میں اسٹیشن تک پہنچنا ناممکن، پھر بھی حضرت فرما رہے ہیں کہ ان شاء اللہ تعالیٰ ٹرین مل

جائے گی، کہنے والے نے کہا کہ ٹرین نہیں ملے گی بس سے تشریف لے چلیں یہ سن کر آپ کو کوئی تردد نہیں ہوا اور پُر اعتماد انداز میں فرمایا ان شاء اللہ تعالیٰ ٹرین مل جائے گی، دوسری بات یہ ہوئی کہ دس منٹ میں سست رفتار رکشا سوداگران سے بریلی جنکشن پہنچ گیا ایسا محسوس ہوا کہ زمین سمٹ گئی اور رکشا آنا فانا اسٹیشن پہنچ گیا، تیسری بات یہ ہے کہ ٹکٹ کاؤنٹر جو کافی دور ہے ٹکٹ لینے کے لئے آنے جانے میں کم از کم دس پندرہ منٹ درکار ہیں باوجود اس کے صرف پانچ منٹ اس کام میں لگے، چوتھی بات یہ ہے کہ ٹرین کو جاتے ہوئے دیکھ کر حضرت والا اس طرح اچانک رک کر کھڑے ہوئے جیسے کسی چیز نے آپ کو روک دیا ہو، یہ رکنا دراصل گاڑی کو روکنے کے لئے تھا، پانچویں بات یہ ہے کہ پلیٹ فارم پر اطمینان کے ساتھ دادر کی سیڑھیاں چڑھتے ہوئے تشریف لے گئے جیسے آپ کو یقین تھا کہ ٹرین ہم کو لئے بغیر نہیں جائے گی ورنہ انسانی فطرت کا تقاضا یہ ہے کہ اگر ٹرین اتفاقاً رک گئی ہے تو مسافر ٹرین پکڑنے کے لئے دوڑ بھاگ کر عجلت سے کام لیتا ہے، مگر یہاں ایسا کوئی انداز دیکھنے میں نہیں آیا، ان تمام باتوں پر ایمان داری کے ساتھ غور کیا جائے تو روز روشن کی طرح عیاں ہو جائیگا کہ یہ کوئی اتفاقی امر نہیں تھا بلکہ با کرامت ولی کی کھلی ہوئی کرامت تھی۔

لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ :۔ اللہ رب العزت جل مجدہ نے قرآن مجید میں اپنے محبوب بندوں کے لئے ارشاد فرمایا ہے أَلَآ إِنَّ أَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ (لوگو) غور سے سنو! اللہ کے دوستوں کو نہ کوئی خوف اور نہ کوئی غم" اسکا مطلب یہ ہے کہ جہاں اور جن حالات میں دوسروں پر خوف و ہراس حزن و ملال کی کیفیت طاری ہوتی ہے ٹھیک ایسے وقت میں اللہ والے مطمئن اور پر سکون ہوتے ہیں۔ سچ ہے جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے مخلوق اس سے ڈرتی بھی ہے اور اسکا ادب و لحاظ بھی کرتی ہے، تاریخ میں ایسے ہزاروں واقعات اللہ والوں کے ملیں گے جن کو پڑھ کر

ایمان تازہ ہوجاتا ہے،

۱۹۵۷ء کی بات ہے کہ بریلی شریف میں بہت خطرناک ہندو مسلم فساد پھوٹ پڑا تھا جس میں مسلمانوں کا جانی مالی کافی نقصان ہوا تھا دو دن تک شہر کے تمام حساس علاقوں میں ۲۴ رگھنٹوں کا سخت کرفیوں لگا دیا گیا تھا اس وقت فقیر دار العلوم مظہر اسلام میں زیر تعلیم تھا اور سبزی منڈی ملوک پور بزریہ کی مسجد میں بحکم پیر و مرشد سیدی مفتئ اعظم علیہ الرحمہ امامت بھی کرتا تھا، اور انجمن حزب الرضا دار العلوم مظہر اسلام مسجد بی بی جی کا جنرل سکریٹری بھی تھا۔

ہندو مسلم فساد کی وجہ یہ تھی کہ ''امرت بازار پتریکا'' ہندی اخبار کے ایڈیٹر کے۔ ایم۔ منشی نے اپنے اخبار میں توہین رسالت پر مشتمل ایک مضمون شائع کیا تھا، جس کی بناء پر پورے ملک میں غم وغصہ کی لہر اٹھ گئی تھی اور اسکے خلاف جگہ جگہ احتجاجی جلسے اور جلوس ہو رہے تھے، انجمن حزب الرضا دار العلو مظہر اسلام کی زیر قیادت کئی احتجاجی جلسے ہوئے استاذ مکرم شارح بخاری حضرت العلام مفتی محمد شریف الحق صاحب قبلہ نے ان جلسوں سے خطاب کیا، جمعہ کا دن تھا محلہ ذخیرۃ کی جامع مسجد میں بعد نماز جمعہ ایک عظیم الشان احتجاجی جلسہ کا انعقاد ہوا تھا، جس میں ہزاروں ہزار کی بڑی تعداد میں مسلمانوں نے شرکت کی، بعد نماز جمعہ جب کہ حضرت مفتی صاحب قبلہ کی تقریر چل رہی تھی معلوم ہوا کہ شہر میں فساد پھوٹ پڑا ہے اور مسلمان کی دکانوں کو جلایا جا رہا ہے اور لوٹا جا رہا ہے، جیسے ہی لوگوں کو فساد کی خبر معلوم ہوئی پورا مجمع نعرۂ تکبیر لگاتا ہوا مسجد سے باہر روڈ پر آ گیا، بھیڑ کو قابو میں کرنے کے لئے پولیس فورس بھی آ گئی اور لاٹھی چارج کر دیا جس کی وجہ سے بھگدڑ اور افراتفری مچ گئی پولیس نے مسلمانوں کو بڑی بے دردی سے مارنا شروع کر دیا کافی مسلمان زخمی ہو گئے، اس وقت مجھ کو بھی بلوائیوں نے پکڑ لیا تھا اور پوچھا کہاں جا رہے ہو میں نے کہا سوداگران محلہ اعلیٰ

حضرت کے یہاں جارہاہوں یہ سن کر بلوائی قدرے ٹھنڈے پڑے پھر بھی میرا چشمہ، گھڑی اور میری جیب میں ۲۰؍روپے تھے لیکر بغیر جسمانی تکلیف پہنچائے یہ کہکر مجھے چھوڑ دیا کہ جاؤ بڑے مولانا صاحب کے پاس جارہے ہواس لئے چھوڑ رہے ہیں ورنہ جان سے مارڈالتے، جب بلوائیوں نے مجھے چھوڑا تو بھاگتے ہوئے سیدھے حضرت والا کے مکان پر سوداگران محلہ پہنچ گیا، دیکھا کہ حضرت والا باہر کی بیٹھک میں تنہا تشریف فرماہیں اور ہاتھ میں ایک ضخیم کتاب ہے جسکا مطالعہ فرمارہے ہیں مجھے دیکھتے ہی فرمایا "اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن " آپ اس آفت میں کیسے آئے اللہ تعالیٰ آپ کی حفاظت فرمائے۔

اس زمانے میں محلہ سوداگران میں حضرت والا کے مکان کے سوا کسی دوسرے مسلمان کا مکان نہیں تھا، اور نہ ہی حضرت کے مکان میں کوئی دوسرا مرد تھا، حضرت اور آپ کی اہلیہ اور دو صاحبزادیاں تھیں باوجود اس کے حضرت والا بالکل مطمئن نظر آرہے تھے، ایسے ہنگامی اور خطرناک حالات میں بھی حضرت تنہا مسجد تشریف لیجاتے اور خود ہی اذان دیتے اور نماز ادا فرماتے اور گھر واپس تشریف لاتے اس وقت مغرب اور عشاء دو نمازیں حضرت قبلہ کے ساتھ مسجد رضا میں ادا کرنے کی سعادت نصیب ہوئی، عشاء کی نماز کے بعد حضرت والا مجھے مکان کے اندر لے گئے اور اپنے ساتھ بیٹھا کر کھانا کھلایا، پھر مجھے لیکر باہر تشریف لائے اور روڈ کے کنارے گلی کے سرے پر کھڑے ہو گئے، اتنے میں دو پولیس والے رائفل لیئے ہوئے تیزی سے ہماری طرف آتے نظر آئے، پولیس والوں نے جب حضرت کو دیکھا سہم گئے اور حضرت کے سامنے کھڑے ہو کر ادب کے ساتھ سلام کیا، پھر حضرت نے پولیس والوں کو آفیسروں کے انداز میں حکم دیتے ہوئے فرمایا، اس بچہ کو بحفاظت ساتھ لیجاؤ اور ملوک پور بزریہ کی مسجد میں پہنچادو، پولیس والوں نے سر نیاز جھکاتے ہوئے عرض کی سرکار آپ

اطمینان رکھیں ہم انکو پہنچادیں گے، حضرت نے فی امان اللہ کہتے ہوئے مجھے رخصت فرمایا، دونوں پولیس والے میرے دائیں بائیں ہو گئے اور مجھے بیچ میں لے لیا اور مسجد تک بحفاظت پہنچادیا، جب میں مسجد میں چلا گیا تب دونوں وہاں سے واپس ہوئے۔

جب میں پولیس والوں کے ساتھ ملوک پور جارہا تھا تو دل میں سوچتا جارہا تھا کہ حضرت والا اگر اپنے مکان پر ہی مجھے روک لیتے تو اچھا تھا نہ جانے یہ پولیس والے میرے ساتھ کیا برتاؤ کریں، ۹ر بجے رات مجھے ملوک پور کیوں بھجوادیا اللہ جانے اس میں کیا مصلحت ہے؟ غرض کہ اس قسم کے بہت سے خیالات دل میں آتے جاتے رہے، بعد میں راز کھلا کہ حضرت نے مجھے مسلم محلہ ملوک پور کیوں بھجوادیا تھا، ہوا یہ کہ اسی روز رات میں ڈھائی تین بجے شب شرارت پسندوں کا ایک جتھا آیا اور اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار شریف والی گلی اور حضرت والا کے مکان والی گلی میں گھسا اور گھستے ہی چیخ مار کر پورا مجمع الٹے پاؤں بھاگا مزار شریف اور حضرت والا کے مکان کو کوئی نقصان نہ پہنچا سکا، ان شرارت پسندوں پر اس وقت کیا گذری، انھوں نے کیا دیکھا اور کیوں چیختے چلاتے بھاگ کھڑے ہوئے یہ کسی کو معلوم نہیں ہوا، اللہ تعالیٰ اپنے مقبول بندوں کی اسی طرح حفاظت فرماتا ہے، سچ ہے أَلَاۤ إِنَّ أَوْلِيَاۤءَ اللهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ جب لوگ خوف وہراس اور حزن وملال کی اندوہناک کیفیات میں مبتلا ہوتے ہیں اس وقت اللہ والوں سے خوف وہراس اور حزن وملال کو اٹھالیا جاتا ہے، اور وہ حضرات بے خوف ہوکر کڑی سے کڑی مشکل کا آسانی سے مقابلہ کرنے میں کامیاب ہوجاتے ہیں وللہ الحمد۔

تَیَمُّنْ کی پاسداری:۔ " تَیَمُّنْ " داہنے (یعنی سیدھی طرف سے کام شروع کرنے) کو کہتے ہیں، حضور سیدی ومرشدی مفتئ اعظم علیہ الرحمہ اپنے تمام کاموں میں " تیمن " کا پورا پورا خیال فرماتے تھے کبھی اس میں چوکتے نہ تھے، گویا یہ آپ کی

فطرت ثانیہ تھی خیالی بے خیالی ہر حال میں تیمن کی جلوہ گری نظر آتی تھی، اس لئے کہ حدیث شریف میں حضرت سیدتنا عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُحِبُّ التَّیَمُّنَ مَا اسْتَطَاعَ فِیْ شَانِہٖ کُلِّہٖ فِیْ طُھُوْرِہٖ وَتَرَجُّلِہٖ وَتَنَعُّلِہٖ، مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ، ''یعنی سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ جہاں تک ہوسکتا تھا داہنے طرف سے کام کی ابتداء کو پسند فرماتے تھے وضوء وغیرہ کرتے وقت کنگھی کرنے اور نعلین شریف پہننے میں بھی اس کا خیال فرماتے تھے'' اسی لئے حضور سرکار مفتئ اعظم علیہ الرحمہ اگر کسی کو تعویذ وغیرہ کچھ عطا فرماتے اور لینے والا بایاں (الٹا) ہاتھ بڑھاتا تا آپ فوراً اپنا ہاتھ کھینچ لیتے اور فرماتے سیدھے ہاتھ سے لو، پانی چائے شربت وغیرہ کھانے پینے کی کسی چیز کو الٹے ہاتھ سے کسی کو کھاتے پیتے ملاحظہ فرماتے، تو فوراً ٹوک دیتے تھے اور اسکو نصیحت فرماتے کہ آئندہ ایسا نہ کرنا، یہاں تک کہ غیر مسلموں کو بھی اس طرح کھانے پینے پر تنبیہ فرمایا کرتے تھے۔

چنانچہ ایک بار رام پور اسٹیشن پر آپ ٹرین کے انتظار میں بینچ پر تشریف فرما تھے، سامنے ایک شخص کھڑا ہو کر بائیں ہاتھ سے چائے پی رہا تھا، حضرت قبلہ نے اس سے فرمایا کہ، داہنے ہاتھ سے بیٹھ کر پیؤ، اسٹیشن پر حضور کو جو لوگ الوداع کرنے کے لئے آئے ہوئے تھے ان میں سے ایک صاحب بولے، حضور! یہ غیر مسلم ہے، آپ نے برجستہ فرمایا ''انسان تو ہے'' یہ سن کر وہ غیر مسلم فوراً دوسرے بینچ پر جا کر بیٹھ گیا اور باقی چائے سیدھے ہاتھ سے پی، سبحان اللہ آپ کی نصیحتوں کا اثر غیر مسلموں پر بھی ہوتا تھا۔

غیر مسلم کو ٹائی لگانے پر تنبیہ: ۔ حضور سیدی مرشدی سرکار مفتئ اعظم علیہ الرحمہ وجے واڑہ سے حیدر آباد تشریف لے جا رہے تھے، فرسٹ کلاس میں مریدوں نے ریزرویشن کروا دیا جبکہ حضور والا فرسٹ کلاس میں سفر کرنا پسند نہیں فرماتے تھے، اور

کبھی کبھی فرماتے کہ اتنا پیسہ خرچ کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ جبکہ دوسرے درجہ میں آسانی کے ساتھ سفر کیا جاسکتا ہے یہ تھی حضرت والا کی پاکیزہ فکر سبحان اللہ مسلمان کا پیسہ ضرورت کے مطابق ہی خرچ ہونا چاہئے، خیر جب فرسٹ کلاس کا کنڈکٹر ٹکٹ چیک کرنے کے لئے آیا تو حضرت والا کو دیکھ کر بہت متاثر ہوا ٹکٹ چونکہ میرے پاس تھا میں نے ٹکٹ اس کو دے دیا وہ چیک کر کے چلا گیا مگر جاتے جاتے دو تین بار مڑ مڑ کر دیکھتا ہوا گیا، اور تھوڑی دیر کے بعد اپنا کام ختم کر کے ہماری کیبن میں دوبارہ آیا اور ہاتھ جوڑ کر جھکتے ہوئے حضرت والا کے قدموں پر سر رکھنا چاہ رہا تھا جیسا کہ ہندوؤں کی عادت ہے، حضرت نے اس کا سر پکڑ لیا اور فرمایا معاذ اللہ یہ کیا کر رہے ہو اور اس کو قدموں پر سر ٹیکنے سے روک دیا، جب وہ سیدھا کھڑا ہونے لگا تو آپ نے اپنے سیدھے ہاتھ سے اسکی ٹائی مضبوطی کے ساتھ پکڑ لی اور فرمایا کہ گلے میں یہ پھانسی کا پھندا کیوں لٹکا رکھا ہے اس کو نکالو۔

حضرت والا کے پر جلال انداز کو دیکھ کر وہ سہم سا گیا اور بولا حضور! یہ ہم لوگوں کا یونیفارم ہے ڈیوٹی کے وقت ہم کو پہننا کمپل سری ہے، حضرت نے فرمایا کہ تم ہندو ہو کہ عیسائی اس نے کہا میں ہندو ہوں آپ نے فرمایا ایسا کام کیوں کرتے ہو جو تمہارے دھرم میں نہیں یہ عیسائیوں کے مذہب کی علامت ہے، عیسائیت کے اس پھندے کو نکال لو، اللہ تعالیٰ تم کو راہ حق کی ہدایت عطا فرمائے، میں نے اس دعاء ہدایت پر آمین کہا، ہوسکتا ہے کہ اس کو بعد میں ہدایت نصیب ہوئی ہو اور مسلمان ہو گیا ہو، میرا تجربہ یہی کہتا ہے کہ اسکو ہدایت ملی ہوگی۔

بہر حال اس نے فوراً ٹائی اتار دی اور وعدہ کیا کہ آئندہ ٹائی نہیں باندھوں گا چاہے میری سروس رہے یا نہ رہے، اس نے یہ بات اس انداز سے کہی تھی کہ جس سے اسکے پختہ ارادہ کا اندازہ ہوتا تھا اور امید یہی ہے کہ وہ اپنے کہنے پر قائم رہا ہوگا، اور

اس کی برکت سے اس کی سروس بھی باقی رہی ہوگی۔

کنڈاکٹر بابو ٹائی کھول کر سیدھے کھڑے ہو گئے اور عرض کی، سرکار میری ایک بچی ہے جو دو سال سے بیمار ہے اس کا بہت علاج کروایا مگر وہ ٹھیک نہیں ہو رہی ہے حضرت والا نے اس کو دو تعویذیں لکھ کر عطا فرمائے اور فرمایا ایک تعویذ کو جو مڑا ہوا ہے موم جامہ کر کے گلے میں ڈال دینا اور دوسرے تعویذ کو بوتل میں صاف پانی بھر کر اس میں ڈال دینا اور صبح شام ایک ایک کپ تین سانس میں بٹھا کر پلانا، کنڈکٹر نے تعویذ لینے کے لئے الٹا ہاتھ بڑھایا حضرت نے اپنا ہاتھ کھینچ لیا اور فرمایا سیدھے ہاتھ سے لو، ساتھ ہی نصیحت فرمائی کہ آئندہ لینا دینا تو سیدھے ہاتھ سے لینا دینا۔

اس وقت حضرت والا نے جو نقوش تحریر فرمائے تھے وہ درج ذیل ہیں۔

۷۸۶

۴۲۳ / ۱۲۵۰	۴۲۶ / ۱۲۵۳	۴۳۰ / ۱۲۵۶	۴۱۶ / ۱۲۴۳
۴۲۹ / ۱۲۵۵	۴۱۷ / ۱۲۴۴	۴۲۲ / ۱۲۴۹	۴۲۷ / ۱۲۵۴
۴۱۸ / ۱۲۴۵	۴۳۲ / ۱۲۵۸	۴۲۴ / ۱۲۵۱	۴۲۱ / ۱۲۴۸
۴۲۵ / ۱۲۵۲	۴۲۰ / ۱۲۴۷	۴۱۹ / ۱۲۴۶	۴۳۱ / ۱۲۵۷

۷۸۶

۳۹۲	۹۹۱	۹۹۶	۱۳۰
۹۹۵	۱۳۱	۳۹۱	۹۹۲
۱۳۲	۹۹۸	۹۸۹	۳۹۰
۹۹۰	۳۸۹	۱۳۳	۹۹۷

دونوں تعویذات دینے کے بعد فرمایا، بوتل کا پانی جب کم ہو جائے اس میں دوسرا پانی ملا دیا کرنا، اللہ تعالیٰ بچی کو ہدایت دے اور شفاء عطا فرمائے، میں نے کہا آمین۔

تنبیہ :۔ حضرت والا علیہ الرحمہ کی عادت کریمہ تھی کہ غیر مسلموں کو جو تعویذ عنایت فرماتے وہ ہندسوں پر مشتمل ہوتا تھا، یہاں تک کہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے لئے ”۷۸۶“ اس طرح تحریر فرماتے تھے، یہ بھی آپ کی محتاط زندگی کا ایک نمونہ ہے اس لیئے آپ کی پاکیزہ زندگی کی ہر ہر ادا میں شرعی حزم و احتیاط کی جلوہ گری نظر آئے گی،

میں نے عرض کیا ہے

جو کم نظر ہے وہ کیا جانے مرتبہ اس کا
حریم شرع میں جس نے گزاری شام وسحر

کار میں بھی سیدھی طرف تشریف فرماتے: سنہ ۱۹۶۸ء حضور سیدی سرکار مفتئ اعظم علیہ الرحمۃ والرضوان رائپور (ایم۔ پی) تشریف لائے، حضرت والا کا قیام آپ کے مرید خاص جناب محترم الحاج محمد جابر عرف کلو مستری صاحب رضوی زید مجدہ بیجناتھ پارہ کے مکان پر تھا، مستری صاحب اپنی کار میں اپنے مرشد برحق قبلہ کو جہاں بھی جانا ہوتا لیکر جاتے، اور خود ہی ڈرائیورینگ کرتے، مستری صاحب کی ہمیشہ یہ کوشش ہوتی کہ حضرت فرنٹ (اگلی) سیٹ پر تشریف رکھیں لیکن وہ اپنی کوشش میں کامیاب نہ ہوسکے حضرت قبلہ حسب عادت ڈرائیور کے پیچھے والی سیٹ پر بیٹھنا پسند فرماتے۔

آخر ایک بار مستری صاحب نے مجھ سے دریافت کیا کہ اس کی وجہ کیا ہے کہ حضرت والا اگلی سیٹ پر نہیں بیٹھتے اس کی کوئی نہ کوئی وجہ ضرور ہوگی، میں نے کہا اس بارے میں کبھی بھی حضرت قبلہ سے میں نے دریافت تو نہیں کیا، مگر میں نے جہاں تک سمجھا ہے وہ یہ ہے کہ حضرت والا دامت برکاتہ ہر کام میں ''تیامن'' یعنی داہنی طرف کو پسند فرماتے ہیں، کیونکہ حدیث شریف میں سیدتنا ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ حضور اکرم سید عالم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ''تیامن'' کو پسند فرماتے تھے یہاں تک کہ کنگھی کرنے اور جوتے پہننے میں بھی اس کا لحاظ فرماتے تھے، چونکہ حضور سیدی مفتئ اعظم سنتوں پر سختی کے ساتھ عمل فرماتے ہیں اس لئے کار میں بیٹھنے میں بھی اسی پر عمل فرماتے ہیں کیونکہ ڈرائیور کے پیچھے والی سیٹ داہنی جانب ہوتی ہے، اور سامنے کی فرنٹ سیٹ بائیں طرف ہے اس لیئے اس پر نہیں بیٹھتے۔

دوسری بات یہ ہے کہ اگلی سیٹ پر بیٹھنے سے خود بینی اور بڑائی کا اظہار ہوتا ہے،

چونکہ حضرت والا کی طبیعت میں تواضع اور انکساری پورے طور پر پائی جاتی، خود پسندی اور خود نمائی کی متکبرانہ آلودگی سے آپ کی طبیعت بالکل پاک ہے، جو کھلایا کھالیا، جہاں بیٹھا یا بیٹھ گئے، یہاں تک کہ تکلیف دہ سواریوں پر بھی خوشی خوشی سفر فرماتے اور کبھی حرف شکایت زبان پر نہ لاتے، تیسری بات یہ ہے کہ حضرت قبلہ ڈرائیور کے پیچھے بیٹھ کر اسکی پشت پناہی فرماتے ہیں، ڈرائیور گاڑی کو سنبھالتا ہے اور حضرت ڈرائیور کو سنبھالتے ہیں اس طرح ہمارے قبلہ ڈرائیور، گاڑی اور گاڑی میں بیٹھنے والوں کی روحانی نگرانی فرماتے ہیں، یہ بات میں نے محض عقیدت سے نہیں کہی ہے بلکہ میرا بارہا کا مشاہدہ ہے کہ ڈرائیور کی غفلت سے اکسیڈنٹ کا پورا پورا چانس ہونیکے باوجود، اللہ تعالیٰ نے حضرت بابرکت شہزادۂ اعلیٰ حضرت سیدی سرکار مفتئ اعظم علیہ الرحمہ کی برکتوں سے خطرناک حادثوں سے بال بال بچالیا، گذشتہ صفحات میں اس قسم کے کئی واقعات گزر چکے ہیں۔

نعمت الٰہی کی قدر شناسی:۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کی ضروریات زندگی کے لئے لاکھوں کروروں چھوٹی بڑی نعمتیں پیدا فرمائی ہیں، ان نعمتوں کی قدر اور حفاظت کرنی ہر ایک کی ذمہ داری ہے اور اللہ تعالیٰ کی کسی نعمت کی ناقدری اور بربادی سخت ناشکری اور جرم ہے بندۂ مومن کے ایمانی تقاضوں میں یہ بات لازمی طور پر شامل ہے کہ وہ اپنے رب کی ہر چھوٹی بڑی نعمت کی قدر کرتے ہوئے شکر بجالائے اور نعمت کی بربادی کو برداشت نہ کرے، ہمیشہ سے اہل تقویٰ کا یہی شعار رہا ہے، اس تناظر میں حضور سیدی سرکار مفتئ اعظم علیہ الرحمہ کے تقویٰ کا بانکپن ملاحظہ فرمائیں۔

۱۹۵۶ء کی بات ہے جب میں دار العلوم مظہر اسلام مسجد بی بی جی بریلی شریف میں زیر تعلیم تھا، اس وقت بریلی شریف کی اکثر مسجدوں میں وضو کرنے کے لئے مٹی کے لوٹے استعمال ہوتے تھے، مسجد رضا محلہ سوداگران بریلی شریف میں بھی مٹی کے

لوٹے ہی وضو کے لئے استعمال کئے جاتے تھے، اسی دوران بمبئی کے ایک سیٹھ صاحب حضرت والا کی زیارت کی غرض سے بریلی شریف حاضر ہوئے، انھوں نے دیکھا کہ یہاں وضو کے لئے مٹی کے لوٹے استعمال کئے جاتے ہیں، پیرومرشد کی مسجد میں وضو کے لئے بہتر انتظام ہونا چاہیئے چنانچہ سیٹھ صاحب نے بمبئی واپسی کا ارادہ ملتوی کر دیا اور ایک ہفتہ میں پانی کی ٹنکی موٹر پمپ اور نلوں کا کام مکمل کروا کر بمبئی چلے گئے، جاتے وقت حضرت قبلہ نے انکو بہت دعائیں دیں "جَزَاهُ اللّٰهُ خَيْراً"

ایک روز حضرت والا حسب معمول عصر کی نماز کے لئے مسجد تشریف لائے دیکھا کہ ایک نل سے تھوڑا تھوڑا پانی بہہ رہا ہے، آپ سیدھے نل کے پاس تشریف لے گئے اور اسکو اپنے ہاتھ سے بند فرما دیا، کسی کو حکم نہیں دیا کہ جا کر نل کو بند کر دو جب کہ وہاں بہت سے لوگ تھے، حضرت قبلہ کی عادت کریمہ تھی کہ کسی کو کسی کام کے کرنے کا حکم دینے سے اکثر پرہیز فرماتے تھے، اپنا کام خود اپنے ہاتھ سے کر لینے کی کوشش فرماتے تھے، یہ سنت نبوی پر عمل بھی ہے اور ہم مریدوں کے لئے عملی تعلیم و تربیت کا ایک خوبصورت انداز بھی ہے، شرافت نفس یہی ہے کہ آدمی جہاں تک ہو سکے اپنا کام خود کر لیا کرے۔

بہر حال حضرت والا مرتبت نے نل بند کرنے کے بعد وہیں بیٹھ کر وضو فرمایا اور نماز ادا کرنے کے بعد مکان تشریف لے گئے، پھر نماز مغرب کے لئے مسجد تشریف لائے اور دیکھا کہ پھر ایک نل سے پانی بہہ رہا ہے آپ تیزی سے نل کے پاس تشریف لے گئے اور اسکو بند فرما دیا، نل سے پانی بہتے ہوئے دیکھ کر فرمایا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ، لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ نل بھی ٹھیک سے بند نہیں کرتے کس قدر بے پرواہی ہے، اس کا بھی حساب دینا پڑے گا، پانی بھی اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمت ہے، کیا کسی اور کو سوجھائی نہیں دیتا کہ پانی بہہ رہا ہے مجھے ہی نظر آتا ہے، اللہ اکبر حضرت والا کی نگاہِ

تقویٰ پانی کے ہر قطرہ میں نعمت الٰہی کا نور دیکھتی ہے اس لئے تھوڑے پانی کا بلا ضرورت ضائع ہونا آپ کی متقیانہ طبیعت کو گوارہ نہیں ہوا، جبکہ لوگ اسکو معمولی بات سمجھ کر اسکی طرف دھیان نہیں دیتے، لوگوں کا حال تو یہ ہے کہ بلاضرورت کئی کئی بالٹیاں پانی ضائع کر دیا کرتے ہیں اور دل میں خیال بھی نہیں آتا کہ اللہ تعالیٰ کی نعمت کو کس بے دردی کے ساتھ ہم ضائع کر کے مجرموں کی صف میں کھڑے ہو رہے ہیں، اللہ تعالیٰ محفوظ رکھے آمین۔

حیدر آباد کا سفر:۔ حیدر آباد ہندوستان کا خوبصورت تاریخی شہر ہے جو آصفجاہی سلطنت کا پایۂ تخت تھا، آج بھی یہاں مسلم معاشرہ میں مسلمانوں کی قدیم تہذیب اور ثقافت کے اثرات نمایاں طور پر پائے جاتے ہیں، آج سے ستر، اسی سال پہلے حیدر آباد میں اہلسنت و جماعت اور شیعہ فرقے کے لوگوں کی آبادی تھی وہابیت، قادیانیت وغیرہ فرقوں کے لوگ بہت کم پائے جاتے تھے ادھر پچاس سال کے اندر وہابیت دیوبندیت کے اثر ورسوخ اور چہل پہل میں روز بروز اضافہ ہوتا گیا۔

ناظرین کرام کو معلوم ہونا چاہیئے کہ شمال وجنوب یعنی بریلی شریف اور حیدر آباد دکن کے رہنے والے مسلمانوں میں مسلکی اور مشربی اعتبار سے بڑی ہم آہنگی تھی، یہاں کے علماء کرام، مشائخ عظام بالخصوص شیخ الاسلام، فضیلت جنگ مولانا انوار اللہ صاحب قبلہ بانی جامعہ نظامیہ حیدر آباد اور خانقاہ چمن قادری کے ارباب حل وعقد کے ساتھ امام احمد رضا فاضل بریلوی کے گہرے مراسم اور باہمی خط وکتابت وعلمی مذاکرات کے سلسلے قائم تھے، مگر ان حضرات کے بعد شمال وجنوب کے یہ علمی تعلقات جمود وتعطل کی نذر ہو کر رہ گئے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جنوبی علاقوں میں اعتقادی اور مسلکی تصلب کی گرفت کمزور پڑتی گئی، اور اعتدال پسندی کے رجحان کو فروغ ہوتا گیا اور گمراہیت وبدعقیدگی کی تردید وتنقید کی جو تحریری اور تقریری فضاء میں گرمی پائی جاتی

تھی وہ آہستہ آہستہ سرد پڑتی گئی، جس کی وجہ سے گمراہ فرقوں کو پھولنے پھلنے کا موقعہ مل گیا، اور گمراہیت نے بڑی ہوشیاری کے ساتھ اپنے اثرات پھیلانا شروع کر دیئے۔

چنانچہ حالات ایسے ہو گئے کہ ان گمراہ جماعتوں کے ظاہری رکھ رکھاؤ اور مذہبی وضع قطع کو دیکھ کر بہت سے سیدھے سادے لوگ، خاص طور سے وہ نوجوان جو دینی معلومات سے ناواقف تھے ان کے ہمنوا ہو گئے، پھر کیا تھا، میلاد فاتحہ بزرگان دین کے مزارات کی حاضری وغیرہ معمولات اہل سنت کو شرک، بدعت اور ناجائز و حرام کہنا شروع کر دیا، جس سے عوام تو عوام خواص میں بھی بے چینی پھیل گئی کہ یہ سب کیا ہو رہا ہے، اس بگڑتے ہوئے ماحول کو سنبھالنے اور گمراہیت کے سیلاب کو روکنے کے لئے حیدر آباد کے باشعور علماء کرام و مشائخ عظام سرگرم عمل ہو گئے، اور ان حضرات نے فوراً بنام "تحفظ عقائد اہل سنت" ایک انجمن تشکیل دی۔

اس تحریک میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے والے حضرات حیدر آباد کے مشاہیر علماء کرام اور مشائخ عظام تھے، خاص طور پر خانقاہ سید خواجہ بندہ نواز گیسو دراز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے صاحب سجادہ حضرت سید محمد حسینی صاحب قبلہ، خانقاہ عالیہ چمن قادری کے سجادہ نشین حضرت مولانا سید محمد عمر حسینی صاحب قبلہ، محدث دکن کے شہزادے حضرت مولانا رشید پاشا صاحب قبلہ، خانقاہ شطاریہ کے زیب سجادہ حضرت مولانا کامل شطاری صاحب قبلہ، شیخ العلماء والفقہاء حضرت مولانا ابوالوفا صاحب افغانی قبلہ، حضرت مولانا سید محمود پاشاہ تخت نشین صاحب قبلہ، حضرت قبلہ سید محمد قادر صاحب قادری صدر انجمن قادریہ قاضی پورہ، حضرت مولانا سید طاہر رضوی صاحب پروفیسر عربی ادب جامعہ نظامیہ حیدر آباد، اور مفتی جامعہ نظامیہ وغیرہم کے اسماء گرامی نمایاں ہیں، اس وقت حیدر آباد اور آندھرا پردیش کے مختلف علاقوں میں وہابیت، دیوبندیت اور تبلیغیت کی روک تھام کے لیئے انتہائی مؤثر اقدامات کیئے گئے تھے، جس کے کافی اچھے نتائج برآمد ہوئے۔

اس نئی تحریک میں روح پھونکنے اور اسکو مزید مؤثر بنانے کے لئے تحریک کے ارباب حل وعقد نے مرکز اہل سنت بریلی شریف سے رابطہ قائم کیا اور شوال المکرم ۱۳۹۲ھ مطابق ۱۹۷۲ء میں تین روزہ تبلیغی دورے کے لئے حضور سیدی و مرشدی سرکار مفتیٔ اعظم علیہ الرحمۃ والرضوان کو شمالی علماء اہل سنت کے ہمراہ حیدرآباد تشریف لانے کی درخواست پیش کی، جس کو سرکار مفتیٔ اعظم علیہ الرحمہ نے بخوشی منظور فرمالیا، اس طرح شمال وجنوب کا پرانا مسلکی اور علمی رشتہ دوبارہ زندہ ہوگیا، کاش کہ یہ مبارک ومسعود سلسلہ دراز سے دراز تر ہوتا تو یہ پریشان کن صورت حال پیدا نہ ہوتی، جو آج نظر آرہی ہے۔ حَسْبُنَا اللهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ وَاِلَيْهِ الْمُسْتَعَانُ.

بہر حال حضور سیدی و مرشدی حضور سرکار مفتیٔ اعظم علیہ الرحمۃ والرضوان غالباً ۱۵ رشوال المکرم ۱۳۹۲ھ مطابق ۱۹۷۲ء کو وجے واڑہ سے بذریعہ گول کنڈہ اکسپریس جو اس وقت گنٹور سے حیدرآباد (نام پلی) اسٹیشن تک چلتی تھی روانہ ہوئے، حضرت والا کی ہمرکابی میں حضرت العلام مفتی محمد رضوان الرحمن صاحب فاروقی مفتی اندور حضرت العلام مفتی غلام محمد خان صاحب قبلہ ناگپوری اور راقم الحروف فقیر قادری محمد مجیب اشرف رضوی بھی حیدرآباد کے لئے روانہ ہوئے۔

عقیدت مندانہ استقبال:۔ گول کنڈہ اکسپریس صبح ۷، بجے حیدرآباد نا مپلی اسٹیشن پر پہنچی تو ہم نے دیکھا کہ پلیٹ فارم عقیدت مند سنی مسلمانوں سے کھچا کھچ بھرا ہوا ہے، اور ایک طرف حیدرآباد کے مختلف مدارس اور خانقاہوں کے علماء کرام اور مشائخ عظام اپنے خانقاہی لباس میں ملبوس استقبال کے لئے تشریف فرما ہیں، علماء کرام اور مشائخ کرام بڑی تعداد میں اس وقت موجود تھے، ان میں سے جن حضرات کے نام مجھے یاد رہ گئے وہ درج ذیل ہیں، حضرت مولانا کامل شطاری صاحب قبلہ، خانقاہ سیدنا خواجہ بندہ نواز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے صاحب سجادہ حضرت سید محمد الحسینی

صاحب قبلہ گلبر گہ شریف، شیخ الادب والتفسیر حضرت العلام سید طاہر رضوی صاحب جامعہ نظامیہ حیدر آباد، حضرت مولانا مفتی خلیل صاحب جامعہ نظامیہ، شیخ طریقت حضرت مولانا سید محمد قادری صاحب صدر انجمن قادریہ قاضی پورہ، حضرت شیخ الاسلام سید محمد عمر قادری صاحب قبلہ خانقاہ چمن قادری، حضرت مولانا سید محمود پاشا قادری تخت نشین، حضرت مولانا موسیٰ قادری صاحب یحییٰ امسکن قاضی پورہ۔

ان حضرات کے علاوہ سیکڑوں علماء ومشائخ کرام موجود تھے، حیدر آباد کی تہذیب، شائستگی اور بزرگوں کا ادب واحترام دیکھ کر بڑی خوشی ہوئی کہ آج تک ان حضرات نے اسلامی تہذیب وتمدن اور خانقاہی متانت وسنجیدگی جو اسلاف کی امانت تھی اس کو سنبھال کر رکھا ہے، بلکہ اس گئے گزرے زمانہ میں بھی علماء ومشائخ کے علاوہ دوسرے لوگوں میں بھی اسکا نمایاں اثر پایا جاتا ہے۔

جب ٹرین پلیٹ فارم پر رکی اور حضرت والا ٹرین سے اترنے کے لئے دروازے پر آکر کھڑے ہوئے اور لوگوں نے آپ کے نورانی چہرہ کی زیارت کی تو جذبۂ عقیدت سے ایسے سرشار ہوئے کہ بے تابانہ حضرت کی طرف بڑھ کر مصافحہ کرنے کی کوشش کرنے لگے کہ حضرت کا نیچے اترنا مشکل ہوگیا، بروقت کچھ پولیس نوجوان آگئے انھوں نے مجمع کو کنٹرول کیا پھر علماء ومشائخ کرام آگے بڑھے اور حیدر آبادی تہذیب کے انداز میں حضرت والا کو جھک کر سلام کیا اور حضرت قبلہ نے مسکرا کر سلام کا جواب دیا پھر آپ نیچے اترے، اور پولیس اور دوسرے نوجوانوں کے گھیرے میں آہستہ آہستہ اسٹیشن سے باہر تشریف لائے اور کار میں بیٹھ کر بیگم پورہ قیام گاہ پر تشریف لائے، حضرت کا قیام جن صاحب کے مکان پر تھا مجھے ان کا نام یاد نہیں رہا اتنا یاد ہے کہ وہ میمن تھے، جنھوں نے حضرت والا اور ساتھ آنے والے تمام مہمانوں کے لئے بہت اچھے انتظامات کئے تھے اللہ تعالیٰ انھیں جزائے خیر عطا فرمائے، تین روز

تک حضرت والا کا قیام حیدرآباد ہی میں رہا، اس تین روزہ قیام کے دوران مختلف مقامات پر چھوٹے بڑے کئی پروگرام ہوئے جس کے انتہائی خوشگوار اثرات مرتب ہوئے، ان پروگراموں میں مکہ مسجد، جامع مسجد، اور جامعہ نظامیہ حیدرآباد کے پرو گرام شاندار اور بڑے اہم تھے۔

مکہ مسجد کا تاریخی اجلاس:۔ جس روز حضرت سیدی ومرشدی مفتیٔ اعظم علیہ الرحمۃ والرضوان حیدرآباد تشریف لائے، اس روز دن میں آپ نے ناشتہ کرنے کے بعد ظہر کی نماز تک آرام فرمایا، پھر دوپہر کا کھانا قیام گاہ ہی پر تناول فرمایا پھر تھوڑی دیر کے لئے سنت قیلولہ کی ادائیگی کے لئے لیٹ گئے، تقریباً تین بجے کے بعد عصر تک لوگوں سے ملاقات اور مرید ہونے کا سلسلہ جاری رہا، اور بعد نماز عصر علماء، مشائخ وعمائدین شہر کو باریابی کا موقعہ ملا، حضرت والا نے سب سے ملاقاتیں فرمائیں دوران ملاقات علماء کرام نے حیدرآباد کے بگڑتے ہوئے ماحول کے بارے میں کچھ معروضات پیش کئے جن کو حضرت والا نے بڑے غور سے سماعت فرمایا اور آخر میں ارشاد فرمایا کہ شمال وجنوب کے تمام علماء ومشائخ کی ذمہ داری ہے کہ وہ باہمی تعاون کے رشتے کو مستحکم بنائیں اور پوری قوت کے ساتھ اس اٹھنے والے گمراہیت اور لا مذہبیت کے طوفان کو روک دیں جو اہل سنت کے دروازوں پر دستک دے رہا ہے، اب اس میں مزید تاخیر کرنا بہت بڑی تاریخی غلطی اور چوک ہوگی میری دعاء ہے کہ مولیٰ تعالیٰ حضور اکرم سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صدقے اور اپنے محبوبوں کے طفیل اس رشتۂ دین وسنت کو مضبوط سے مضبوط تر بنائے۔ (آمین)

بعد نماز مغرب جناب الحاج حکیم باسط صاحب جو وہاں کے روساء میں شمار ہوتے تھے ان کے مکان پر دعاء خیر کیلئے تشریف لے گئے، عشاء کی نماز بھی وہیں ادا فرمائی اور پھر قیام گاہ پر تشریف لائے، ملنے والے اور داخل سلسلہ ہونے والوں کا ہجوم

تھا، حضرت والا نے پورے انشراح صدر کے ساتھ سب کو شرف ملاقات سے نوازا اور مرید ہونے والوں کو داخل سلسلہ عالیہ قادریہ، برکاتیہ، رضویہ فرمایا، پھر حاجی عبدالستار صاحب میمن سیمنٹ والے کے مکان پر تشریف لے گئے۔

بعد نماز عشاء حیدر آباد کی تاریخی مسجد جس کو مکہ مسجد کہا جاتا ہے جو چار مینار کے قریب ہی واقع ہے اس میں ایک عظیم جلسے کا انعقاد کیا گیا تھا، حضرت قبلہ کو بارہ بجے تک وہاں جلسہ میں تشریف لیجانا تھا، چنانچہ بارہ بجے حضرت والا قیام گاہ سے جلسہ گاہ کے لئے روانہ ہوئے، خادم راقم الحروف حضرت قبلہ کی ہمرکابی میں مکہ مسجد پہنچا، دیکھا کہ اتنی وسیع وعریض مسجد دیوانوں کے لئے تنگ ہوگئی ہے، کہیں پیر رکھنے کی جگہ نہیں ہے، باہر روڈ پر ہر طرف سر ہی سر نظر آرہے ہیں، ہر شخص شوق دیدار میں نگاہیں فرش راہ کیئے ہوئے بڑی بیقراری کے ساتھ شاہزادۂ اعلیٰ حضرت تاجدار اہل سنت حضور سیدی مفتئ اعظم علیہ الرحمہ کی زیارت کا منتظر تھا، جیسے ہی حضور والا کی کار چار مینار کے پاس سے گزرتے ہوئے مکہ مسجد کی طرف آہستہ آہستہ روانہ ہوئی لوگوں کو معلوم ہوگیا کہ حضور والا کی سواری آگئی، پھر کیا تھا، اَللّٰہُ اَکْبَرُ کَبِیْراً پورا علاقہ نعرہائے تکبیر و رسالت سے گونج پڑا، دیوانوں کی بھیڑ نے کار کو آگے بڑھنے سے روک دیا، اتنے میں پولیس انتظامیہ نے بروقت پہنچ کر بھیڑ پر کنٹرول کرلیا اور حضرت والا کی کار کو گھیرے میں لیکر آہستہ آہستہ مکہ مسجد کے صدر دروازے تک پہنچادیا اور پھر کار سے اتار کر حضرت اقدس کو بڑی مشکلوں کے ساتھ شہ نشین تک لے گئے، اس وقت مشتاقان جمال یار کے شوق دیدار کا منظر قابل دید تھا، میں نے اس سے پہلے اور نہ ہی اس کے بعد کبھی ایسا پر کیف منظر دیکھا ہے اور نہ اب دیکھنا میسر ہو سکے گا۔

شہ نشین پر علماء ومشائخ کے بیچ ایک مخصوص نمایاں جگہ محفوظ تھی جو خاص حضرت کیلئے سجائی اور بنائی گئی تھی، حضرت والا تبار شہ نشین کے جیسے ہی قریب پہنچے تمام علماء

ومشائخ نے پرتپاک باادب استقبال کیا اور پورے احترام کے ساتھ حضرت قبلہ کو ان کی جگہ بیٹھا دیا گیا، جب سرکار مفتیٔ اعظم علیہ الرحمہ بآں جاہ وجلال شہ نشین پر رونق اجلال فرمایا تو یہ نورانی پروقار منظر ایسا لگتا تھا کہ وزراء وفا شعار، اور خدامان دربار کے درمیان شہنشاہ عالی وقار جلوہ بار ہے، یا چمکتے دمکتے ستاروں کے ہجوم میں بدر کامل ضیاء بار ہے۔

پھر ایک صاحب ڈائس پر کھڑے ہوئے اور لوگوں سے خاموش رہنے کی اپیل کرتے ہوئے اپنی اپنی جگہ اطمینان وسکون سے بیٹھ جانے کی تلقین کی جب لوگ خاموش ہو گئے تو حضرت پیر طریقت رہبر شریعت علامہ مولانا کامل شطاری صاحب قبلہ نے خطبۂ استقبالیہ پیش کرتے ہوئے فرمایا کہ حضور مفتیٔ اعظم علامہ مصطفیٰ رضا خانصاحب قبلہ کی ذات گرامی کی عظمت وشان ''پدرم سلطان بود'' کی مرہون منت نہیں ہے، خاندانی شرف وبزرگی اپنی جگہ مسلم ہے، بایں عظمت وشان آپ خود اپنی ذات وصفات میں ایسے جامع ہیں کہ جس پہلو سے آپ کی کتاب زندگی کا مطالعہ کیا جائے آپ عظیم ہی نہیں اعظم نظر آئیں گے، ہم تمام علماء دکن ومشائخ کرام آپکی عظمت کے ہمیشہ معترف رہے ہیں اور آج برملا اسکا اعتراف واعلان کرتے ہوئے دل کی گہرائیوں سے دعاء دیتے ہیں کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ جل مجدہ آپکی حیات سراپا برکات کو دراز فرمائے (تمام علماء ومشائخ اور عوام نے بلند آواز سے آمین کہکر اس دعاء کا خیر مقدم کیا) پھر قبلہ شطاری صاحب نے فرمایا کہ حضرت قبلہ گاہی کے والد ماجد امام اہل سنت مولانا احمد رضا صاحب قبلہ علیہ الرحمہ اور دادا حضرت العلام مولانا نقی علی صاحب قبلہ علیہ الرحمۃ والرضوان نے تحفظ ناموس رسالت وتحفظ عقائد اہل سنت کے سلسلہ میں جو لاثانی دیرپا خدمات انجام دی ہیں وہ اپنی مثال آپ ہیں، معاندین، مخالفین اور منافقین کی دسیسہ کاریوں کے پھیلائے ہوئے جال کو پارہ پارہ کر دیا اور بد عقیدگی اور بد مذہبیت کی کمر ہمت پر ایسی کاری ضرب لگائی کہ آج تک وہ سیدھی نہ ہو

سکی، مگر اپنی حرکت مذبوحی سے آج بھی باز نہیں ہے، یہ اسی حرکت کا شاخسانہ ہے کہ ہم کو کبھی بریلوی، رضاخانی کہکر لوگوں کو نیا فرقہ باور کرانے کی ناپاک کوشش کی جارہی ہے اور کبھی بدعتی بتاکر بدنام کرنیکا انداز اختیار کیا جارہا ہے، اور کبھی شمال وجنوب کی دینی مسلکی ہم آہنگی کو نقصان پہنچانے کی سعی کی جارہی ہے۔

سامعین کرام! آج ہم یہ بتادینا چاہتے ہیں کہ جنوب میں ہم سب کے مقتداء فضیلت جنگ شیخ الاسلام حضرت مولانا انوار اللہ صاحب فاروقی بانی جامعہ نظامیہ حیدر آباد، اور بریلی کے تاجدار امام احمد رضا صاحب قبلہ نے ترویج مسلک اہل سنت وتحفظ عقائد اہل سنت کے لئے جو پرخلوص مشترکہ خدمات انجام دیں ہیں ان میں ایسی ہم آہنگی پائی جاتی ہے جس کو الگ نہیں کیا جاسکتا، ہم سب ایک ہیں اور ان شاء اللہ ایک رہیں گے، پبلک حضرت شطاری صاحب کی باتیں سن کر ایسے جوش وجذبات میں آگئی کہ ہر طرف سے داد وتحسین کے درمیان نعرہائے تکبیر ورسالت سے فضاء گونج اٹھی، نعروں کا سلسلہ جب دراز ہونے لگا تو نعرہ لگانے والوں کو خاموش ہونے کی بار بار تلقین کرنی پڑی، اور ساتھ ہی موجود علماء کرام ومشائخ عظام نے حضرت العلام شیخ طریقت مولانا کامل صاحب شطاری کے ارشادات کی تحسین وتصدیق کی، وللہ الحمد۔

حضرت شطاری صاحب قبلہ کے بعد حضرت سید محمود پاشا تخت نشین صاحب قبلہ نے شطاری صاحب قبلہ کی باتوں کی تصدیق کی اور حضرت والا سرکار مفتئ اعظم علیہ الرحمہ کی تشریف آوری کو اہل سنت حیدر آباد کیلئے خیر وبرکت اور خیر سگالی کی اہم اور مضبوط کڑی سے تعبیر کیا اور حضرت کی تشریف آوری پر تمام اہلیان حیدر آباد کی نمائندگی کرتے ہوئے آپ کی خدمت عالیہ میں ہدیۂ تشکر پیش کرکے آئندہ بھی اسی طرح کرم فرمائی کی گذارش کی، اس کے بعد حضرت سید محمد قادری صدر انجمن قادریہ قاضی پورہ ودیگر حضرات نے اپنے خیالات وتاثرات پیش فرمائے، ان تمام حضرات کی گفتگو میں

یہ بات قدر مشترک تھی کہ شمال وجنوب کے تمام سنی مسلمان ایک مذہب ومسلک کے ماننے والے ہیں ان کو مل جل کر مسلک اہل سنت کی ترویج واشاعت اور بدعقیدگی کے اثرات سے قوم کی حفاظت کرنی وقت کی اہم اور سب سے بڑی ضرورت ہے، اس سے غفلت سراسر بربادی اور ہلاکت ہے، خدا کرے ہر سنی مسلمان کے دل ودماغ میں سوچ کا یہ سلسلہ کبھی ختم نہ ہو (آمین ثم آمین۔)

علماء ومشائخ کے تأثرات کے بعد حضرت العلام مفتی رضوان الرحمٰن صاحب، مفتی مالوہ اندور علیہ الرحمہ کی تقریر کا اعلان ہوا، حضرت مفتی مالوہ صاحب قبلہ نے قرآنی آیات، واحادیث کریمہ کی روشنی میں عقائد اہل سنت کا اثبات کرتے ہوئے انتہائی سنجیدہ انداز میں گمراہ کن عقائد وافکار کی خوب تردید فرمائی اور ساتھ ہی امام اہل سنت سیدنا سرکار اعلیٰ حضرت امام احمد رضا علیہ الرحمہ کی ہمہ گیر دینی خدمات پر روشنی ڈالی، اور اپنے شیخ سیدی سرکار حضور مفتیٔ اعظم علیہ الرحمہ کی حیدرآباد پہلی بار تشریف آوری پر اور یہاں کے علماء ومشائخ کی والہانہ عقیدت ومحبت کو دیکھ کر تمامی حضرات کا شکریہ ادا فرمایا، مفتی صاحب کی تقریر بہت کامیاب، پراثر اور دلائل وبراہین سے بھرپور تھی کہ مخالف کو بھی خلاف کی جرات نہ ہوسکے، مفتی صاحب قبلہ نے ۳۰؍۱ر گھنٹہ تقریر فرمائی اور پورا مجمع پرسکون تھا کسی نے اکتاہٹ تک محسوس نہیں کی ’’حضرت مفتی مالوہ صاحب کے بعد فقیر راقم الحروف محمد مجیب اشرف رضوی کو بھی ۳۰؍منٹ کا موقعہ دیا گیا، فقیر نے اپنی تقریر کا عنوان ’’قُلْ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ‘‘ قرار دیا ۳۰؍منٹ اسی عنوان پر بیان کیا، اللہ تعالیٰ قبول فرمائے آمین۔ جلسہ پوری کامیابی کے ساتھ تقریباً ۳؍بجے رات کو صلاۃ وسلام اور حضرت والا کے دعائیہ کلمات پر ختم ہوا، اختتام اجلاس کے بعد لوگ مصافحہ کی سعادت حاصل کرنے کے لئے بےتحاشہ شہ نشین کے اردگرد جمع ہوگئے، ہم لوگوں نے حضور والا کو شہ نشین کے کنارے کرسی پر بٹھادیا اور

حضرت والا نے ایک گھنٹہ تک پورے اطمینان کے ساتھ لوگوں کو شرف مصافحہ سے نوازا، البتہ تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد فرماتے ابھی کتنے لوگ باقی ہیں، یہ سلسلہ کب تک چلتا رہیگا، یہانتک کہ طلوع صبح صادق سے تھوڑی دیر پہلے لوگوں نے حضرت قبلہ سے قیام گاہ چلنے کی گذارش کی حضرت اس کے بعد قیام گاہ پر تشریف لائے، پندرہ، بیس منٹ آرام فرما کر نماز فجر کے لئے اٹھ گئے، نماز کے بعد دو گھنٹے آرام فرمایا۔

جامعہ نظامیہ میں شاندار استقبالیہ :۔ چونکہ آج صبح ۱۰ر بجے سے ۱۲ر بجے تک حیدر آباد کی قدیم تاریخی دینی درسگاہ جامعہ نظامیہ میں حضرت والا مرتبت سیدی مرشدی حضور مفتیٔ اعظم علیہ الرحمۃ والرضوان کی آمد پر جامعہ کے ارباب حل وعقد کی طرف سے استقبالیہ پروگرام منعقد کیا گیا تھا، حضرت والا کو ۱۱ر بجے اس پروگرام میں تشریف لیجانا تھا، چنانچہ وقت پر آپ جامعہ نظامیہ پہنچ گئے، جامعہ نظامیہ کے صدر دروازے پر جب حضرت قبلہ کی کار پہنچی تو اس وقت جامعہ کے علماء، ارکان، طلبہ اور شہر کے دیگر مشائخ کرام ومعززین حضرات وہاں دورویہ حضرت قبلہ کے استقبال کیلئے پہلے ہی سے منتظر تھے، ان حضرات نے انتہائی ادب واحترام کے ساتھ حضرت قبلہ کا استقبالہ کیا، پھر جامعہ کے ہال میں جہاں استقبالیہ جلسہ کا انتظام تھا، حضرت کو لیکر تمام حضرات پہنچے اور اپنے مقتداء کو شہ نشین پر بیٹھا دیا۔

جلسہ کا آغاز ۳۰/ ۱۱ بجے تلاوت قرآن پاک سے کیا گیا، اس کے بعد ایک خوش الحان نعت خوان نے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا علیہ الرحمۃ والرضوان کا نعتیہ کلام

وہ سوئے لالہ زار پھرتے ہیں

تیرے دن اے بہار پھرتے ہیں

بڑے ہی وجد آفریں انداز میں پڑھا، کلام سن کر حاضرین بے خود اور مست ہو کر جھوم رہے تھے، میں نے دیکھا کہ اس وقت حضرت والا کی نورانی آنکھوں سے

اشک محبت رسول موتیوں کی طرح دامن اقدس پر پے در پے گر رہے ہیں، نیز دوسرے علماء ومشائخ کرام کی آنکھوں میں نمنا کی کے جلوے نظر آ رہے تھے جب نعت خواں نے مقطع پڑھا،

کیوں کوئی تیری بات پوچھے رضا
تجھ سے کتنے ہزار پھرتے ہیں

یہ سن کر مجمع میں ایک صاحب پر ایسا وجد طاری ہوا کہ چیخ ماری اور بے سدھ ہو کر زمین پر گر پڑے، لوگوں نے انھیں سنبھالا پھر وہ خاموش اخیر تک اپنی جگہ بیٹھے رہے، نعت کے بعد فوراً حضرت العلام مولانا سید طاہر صاحب رضوی پروفیسر جامعہ ہذا ڈائس پر کھڑے ہوئے اور انھوں نے اپنا عربی کلام جو خاص اسی نشست کے لئے لکھا تھا سنایا، آپکا یہ کلام استقبالیہ نظم کے انداز میں تھا، استقبالیہ نظم کے بعد موصوف نے مقتداء اہل سنت شہزادۂ اعلیٰ حضرت مفتیٔ اعظم مولانا مصطفیٰ رضا بریلوی علیہ الرحمہ کا علمی اور خاندانی تعارف پیش فرمایا، موصوف سید صاحب قبلہ نے استقبالیہ نظم اور خطاب میں جو فرمایا تھا اس کا خلاصہ یہ ہے۔

آپ نے فرمایا کہ اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور فضیلت جنگ شیخ الاسلام حضرت مولانا انوار اللہ صاحب فاروقی ان دونوں بزرگوں کا ایک مسلک تھا، مسلک کی اس ہم آہنگی نے دونوں بزرگوں کو بہت قریب کر دیا تھا دونوں ایک دوسرے کا بڑا احترام کرتے تھے مثل مشہور ہے "قدر گوہر شاہ داند یا بداند جوہری" موصوف نے فرمایا کہ گمراہ اور باطل فرقوں کا رد بلیغ جس انداز سے مولانا احمد رضا علیہ الرحمہ نے فرمایا وہ خاص آپ ہی کا حصہ تھا اہلیان ہند کے قلوب میں عشق رسول کی شمع روشن کر کے گمراہیت کے اندھیروں کو دور کر دیا، اپنے تجدیدی کارناموں سے بروقت امت مسلمہ کو قادیانیت، وہابیت اور دیگر فرقہائے باطلہ کی فتنہ سامانیوں

سے بچالیا، اور مسلمانوں کے قلوب کو محبوبان الٰہی کی عقیدت ومحبت سے ہمکنار کردیا مولانا احمد رضا صاحب قبلہ کا پوری ملت پر احسان عظیم ہے، جس کو کوئی سنی صحیح العقیدہ مسلمان کبھی فراموش نہیں کرسکتا اور نہ ہی اسکا بدلہ چکا سکتا ہے، آج بھی ہندوستان بلکہ پوری دنیا کے خوش عقیدہ سنی مسلمان انھیں خطوط پر گامزن ہیں جن کو حضرت مولانا احمد رضا خانصاحب اور حضرت مولانا انوار اللہ صاحب قبلہ نے کھینچا تھا۔

ہم تمام اہلیان حیدرآباد آج عید جیسی خوشی سے ہمکنار ہیں اس لئے کہ ہم میں شیخ الاسلام والمسلمین تاجدار اہلسنت، شاہزادۂ اعلیٰ حضرت علامہ مولانا مصطفیٰ رضا خانصاحب دامت برکاتھم القدسیہ جیسی عبقری شخصیت رونق افروز ہے ان کی آمد کی یہ برکت ہے کہ جنوب وشمال کا دل ودماغ جامعہ نظامیہ کے ہال میں آج موجود ہے، میں دل کی گہرائی سے رب کی بارگاہ میں دعاء کرتا ہوں کہ جنوب وشمال میں مسلکی ہم آہنگی کا جو رشتہ مولانا انوار اللہ خاں صاحب اور مولانا احمد رضا خانصاحب علیہما الرحمۃ والرضوان نے استوار کیا تھا وہ ہمیشہ باقی رہے تا کہ تَصَلُّبْ فِی الدِّیْنْ کی اعتقادی فضاء ہمیشہ قائم رہے آمِیْنْ بِجَاہِ النَّبِیِّ الْأَمِیْنِ وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ،

حضرت العلام مولانا سید طاہر صاحب رضوی کے علاوہ دوسرے حضرات نے بھی اپنے اپنے تأثرات پیش کرتے ہوئے حضرت والا کی خدمت میں ہدیۂ خوش آمدید پیش کرنے کی سعادتیں حاصل کیں، جلسہ ہر اعتبار سے نورانی، روحانی اور بڑا کامیاب تھا، آخر میں صلوۃ وسلام اور حضرت قبلہ کی دعاء پر جلسہ ختم ہوا، اور ہم لوگ قیام گاہ پر آگئے، اس وقت ۳۰ : ۱ بجے تھے پہلے ظہر کی نماز ادا کی گئی پھر کھانا کھایا گیا، کھانے کے بعد حضرت قبلہ حسب عادت قیلولہ کیلئے لیٹ گئے، فقیر نے موقعہ کو غنیمت جانا اور حیدرآباد کے دو حضرات کے ساتھ اس تاریخی شہر کی سیر کیلئے نکل گیا، میں نے

اپنے ساتھیوں سے کہا کہ میں نے سنا ہے کہ یہاں کا سالار جنگ میوزیم دیکھنے سے تعلق رکھتا ہے چلیں میوزیم دیکھ آئیں، اس کے بعد ہم لوگ میوزیم دیکھنے چلے گئے، اس خوبصورت تاریخی میوزیم کو دیکھنے میں کافی دیر ہوگئی تھی شام کو ۶ ربجے حضرت والا کی خدمت میں حاضر ہوا، سلام ودست بوسی کر کے بیٹھ گیا تھوڑی دیر کے بعد حضرت قبلہ نے دریافت فرمایا کہاں غائب ہو گئے تھے،؟ میں نے عرض کی حضور سالار جنگ میوزیم دیکھنے چلا گیا تھا حضرت قبلہ نے فرمایا ہم نے بھی سنا ہے کہ اس میوزیم میں نوادرات مخطوطات بہت زیادہ جمع کئے گئے ہیں، میں نے عرض کی جی ہاں ایسا ہی ہے یہ سن کر حضرت والا خاموش ہو گئے،

سالار جنگ میوزیم کا معاینہ:۔ حضرت والا اتبار علیہ الرحمہ کو عجائبات ونوادرات دیکھنے سے یک گونہ دلچسپی تھی، جب کوئی ایسی چیز نظر کے سامنے آتی تو اس کو بڑے غور کے ساتھ نظر حیرت وعرفان سے ملاحظہ فرماتے اور فرماتے فَتَبَارَكَ اللّٰهُ أَحْسَنُ الْخَالِقِيْنَ، پھر درود شریف پڑھتے، بہر حال ہمارے حضرت علیہ الرحمہ زاہد خشک نہ تھے، وہ ہر چیز میں صناع عالم جل مجدہ کی بے مثال کاریگری اور باعث تخلیق کائنات حضور اکرم صلے اللہ تعالیٰ وسلم کے نور کی جلوہ گری ملاحظہ فرماتے تھے ؎

جوشؔی تیری نگاہ سے گزرے درود پڑھ
ہر جز وکل ہے مظہر انوار مصطفیٰ

(حضرت آسی)

عشاء کے بعد راقم الحروف جب سرکار مفتئ اعظم کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے میری طرف دیکھتے ہوئے مسکرا کر فرمایا کہ آپ تو سالار جنگ میوزیم دیکھ کر آ گئے ہم کو کب لے چلیں گے؟ یہ سن کر میں خاموش ہو گیا، حاضرین میں دو ایک لوگوں نے عرض کیا، کہ حضور ہم اسکا انتظام کر کے بتائیں گے کہ کب چلنا ہے، وہ لوگ خوشی

خوشی اٹھے اور باہر نکل کر میوزیم کے نگراں کو فون کر کے، بتایا کہ حضور سرکار مفتیٔ اعظم ہند میوزیم دیکھنے کے لئے آنا چاہتے ہیں، چونکہ اخبارات وریڈیو کے ذریعہ تمام لوگوں کو معلوم ہوگیا تھا کہ عالمگیر شہرت کے مالک تاجدار اہلسنت حیدرآباد تشریف لائے ہوئے ہیں، جب میوزیم آفیسران اور عملہ کو حضرت والا کی اس خواہش کا علم ہوا تو وہ لوگ خوش ہو گئے اور دوسرے روز صبح دس بجے کا وقت مقرر کردیا، اور ساتھ ہی حضرت قبلہ کیلئے بوقت تشریف آوری شاندار استقبال کا بھی انتظام کرلیا۔

حسب پروگرام جب حضرت والا مرتبت کی کار میوزیم کے صدر دروازے پر جاکر رکی میوزیم کے پورے عملہ نے پھولوں کا ہار اور خوبصورت گلدستوں سے حضرت قبلہ کا استقبال کیا، میوزیم کے ہیڈ نگراں جنکا نام غالباً اقبال صاحب تھا حضرت قبلہ کو لیکر باب الداخلہ سے اندر کیطرف چلے، نگراں صاحب سلسلہ وار ہر کمرہ میں لیکر گئے، جن کمروں میں پتلے اور مورتیاں تھیں حضرت قبلہ جب ایسے کمروں کے دروازے پر جاتے، دیکھ کر منہ پھیر لیتے اور لبوں پر کلمہ شہادت اشهد ان لا اله الا الله واشهد ان محمد رسول الله اور استغفر اللہ جاری ہوجاتا اور وہاں قدم بھی نہیں رکھتے، بغیر دیکھے آگے بڑھ جاتے، سب سے زیادہ وقت آپ نے نوادرات مخطوطات اور جنگی سامان والے کمروں میں صرف فرمایا اور ان کمروں کو بھی ملاحظہ فرمایا جن میں شاہی ملبوسات، قالین، پتھر، پیتل اور کانسے وغیرہ دھاتوں کے برتن اور دیگر استعمال کی چیزیں موجود تھیں۔

جب ایک بجنے میں ۶/۷ منٹ باقی رہ گئے تھے تو نگراں صاحب حضرت قبلہ کو لیکر اس جگہ آئے جہاں کچھ اونچائی پر ایک دیوار گھڑی نصب ہے اس گھڑی کی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں اندر ایک چھوٹا سا دروازہ ہے جو گھنٹہ پورا ہونے سے آدھا منٹ پہلے خود بخود کھلتا ہے، اس میں سے ایک چھوٹا سا پتلا پگڑی باندھے ہوئے

نکل کر باہر کھڑا ہو جاتا ہے، اس کے ہاتھ میں ایک چھوٹی سی ہتھوڑی ہوتی ہے، گھڑی کی بڑی سوئی جیسے ہی ۱۲ ر پر پہنچتی ہے وہ ہاتھ اٹھا کر لٹکے ہوئے پیتل کی پلیٹ پر ضرب لگاتا ہے جس سے ٹن ٹن کی آواز نکلتی ہے، اگر ایک بجا ہوتا ہے تو ایک دو بجے ہوتے ہیں تو دو اور بارہ بجے ہوتے ہیں تو بارہ گھنٹے بجا کر تیزی کے ساتھ اندر چلا جاتا ہے اور فوراً دروازہ بند ہو جاتا ہے حضرت والا نے بھی یہ منظر ملاحظہ فرمایا اور زیر لب مسکراتے ہوئے فرمایا ''ارے واہ'' پھر وہاں سے ہم لوگ حضرت والا کی ہمرکابی میں قیام گاہ پر پہنچے، اور ظہر کی نماز ادا کی گئی بعدہ کھانا پھر حضرت قبلہ نے عصر تک آرام فرمایا۔

حضرت والا کی آواز ریڈیو پر:۔ کھمم آندھرا پردیش کا ایک شہر ہے جو حے

ے خطیب وامام تھے، ان

لت تشریف آوری سے کھمم

ت پر کھمم تشریف لے گئے

علماء کرام کی تقریریں ہوئیں ا

رحمہ ان پر بآں جاہ و جلال

رضوان الرحمن صاحب قبلہ کی تقریر چل رہی تھی حضرت کے آنے کے بعد حضرت مفتی صاحب قبلہ نے اپنی گفتگو ختم فرمادی اور پندرہ منٹ تک سرکار مفتئ اعظم صاحب قبلہ کا بہترین انداز میں تعارف کروایا، پھر ایک نعت خواں صاحب نے سیدی سرکار مفتئ اعظم علیہ الرحمہ کا مشہور زمانہ کلام،

تو شمع رسالت ہے عالم تیرا پروانہ

تو ماہ نبوت ہے اے جلوۂ جانانہ

بڑی خوش الحانی کے ساتھ جھوم جھوم کر سنایا پورے مجمع پر کیف وسرور کا عالم طاری تھا اور محسوس ایسا ہو رہا تھا کہ ہر چہار جانب نور ونکہت کی بارش ہو رہی ہے، ایک ایک شعر کو کئی کئی بار پڑھنے کی فرمائش کی گئی۔

جب نعت شریف پڑھی جارہی تھی اس وقت ایک صاحب نے مجھے اشارہ کر کے اسٹیج سے نیچے بلوالیا، جب میں نیچے اترا تو مجھے تھوڑے فاصلے پر لے جاکر کہنے لگے کہ حیدرآباد ریڈیو اسٹیشن کے لوگ آئے ہوئے ہیں وہ چاہتے ہیں کہ حضرت قبلہ کی آواز ریکارڈ کر کے ریڈیو سے نشر کریں، اس کی کیا صورت ہوسکتی ہے، میں نے کہا کہ اس کیلئے شاید ہی حضرت والا رضامند ہوں، آپ لوگ ایک کام کرسکتے ہیں کہ فوراً اپنی ریکارڈنگ مشین ایک طرف اسٹیج پر رکھ دیں اور اسکا مائک ہاتھ میں رکھ لیں جب جلسہ ختم ہو اور حضرت والا کسی کو کچھ تنبیہ فرمائیں تو اس وقت مائک حضرت کے قریب اس طرح لیکر کھڑے ہو جائیں کہ حضرت کی نظر نہ پڑے اس طرح آواز ریکاڈ کی جاسکتی ہے، چنانچہ میری رائے کے مطابق ریڈیو اسٹیشن والوں نے تابڑ توڑ اپنی کاروائی پوری کرلی۔

نعت خوانی کے بعد فوراً صلاۃ وسلام کا اعلان ہوا بعد صلاۃ وسلام حضرت قبلہ مفتئ مالوہ کی دعاء پر جلسہ ختم ہوا، حضرت والا سے مصافحہ کا شرف حاصل کرنے کے لئے دیوانوں کا ریلا سیلاب کی طرح آگے بڑھا، حضرت قبلہ کو اسٹیج پر ایک کرسی کے اوپر

بیٹھا دیا گیا، لوگ لائن لگا کر مصافحہ کرتے جا رہے تھے لائن میں ایک نوجوان ننگے سر آیا اور مصافحہ کیا حضرت قبلہ نے اسکا ہاتھ اپنے دست پاک میں پکڑ لیا اور فرمایا معاذ اللہ کیا وقت آ گیا ہے کہ بوڑھے جوان سبھی ننگے سر رہنے کے عادی ہو گئے ہیں، ایک وہ زمانہ تھا کہ بچے اگر ننگے سر گھومتے تو مائیں سر پر تماچے لگاتیں، اور کہتیں لفنگا موالی بن کر گھوم رہا ہے، آہ، آہ، آج کیا حال ہو گیا ہے کہ مائیں خود بے پردہ سڑکوں پر گھومتی پھرتی ہیں، نہ حیا نہ شرم، بدلحاظی کا بازار گرم اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ، نوجوان سے ارشاد فرمایا میاں آئندہ ٹوپی پہنا کرنا خاص طور پر جب کسی دینی مجلس یا کسی سنی عالم سے ملنے جانا تو اسلامی لباس میں جانا اور ٹوپی لگا کر جانا، نوجوان نے حضرت قبلہ کے ناصحانہ کلمات سنے اور ادب کے ساتھ دست بوسی کی، اور عرض کیا مجھے معاف فرما دیں، حضرت نے فرمایا اللہ تعالیٰ تم کو توفیق خیر عطا فرمائے، ریڈیو والوں نے حضرت کی ان باتوں کو ریکاڈ کر لیا اور دوسرے روز رات سوا نو بجے حیدر آباد ریڈیو سے نشر کرنے کے لئے کہا۔

حسب پروگرام دوسرے دن صبح کو حضرت قبلہ کی ہمرکابی میں ہمارا یہ قافلہ حیدر آباد پہنچا جیسا کہ پہلے بتایا جا چکا ہے، مغرب بعد حضرت والا کو جناب الحاج سیٹھ عبدالستار صاحب سمنٹ والے میمن کے مکان پر دعوت میں تشریف لے جانا تھا، پروگرام کے مطابق حاجی صاحب کے مکان پر آٹھ بجے شب میں حضرت قبلہ تشریف لے گئے، یہیں مکان پر عشاء کی باجماعت نماز ادا کی گئی، نماز کے بعد حضرت والا ایک پلنگ پر ٹیک لگائے تشریف فرما تھے، میں نے حاجی عبدالستار صاحب سے کہا کہ سوا نو بجے حیدر آباد ریڈیو سے حضرت قبلہ کی آواز نشر ہونے والی ہے، آپ کے یہاں تو ریڈیو ہوگا انھوں نے کہا کہ ہے، اتفاق سے جس کمرہ میں حضور تشریف فرما تھے اسی سے متصل دوسرے کمرہ میں ریڈیو رکھا ہوا تھا، میں نے کہا کہ آپ سوا نو بجے ریڈیو چالو کر

دیجئے گا تا کہ حضرت کی آواز سنی جاسکے، چنانچہ سوا نو بجے حاجی صاحب نے ریڈیو آن کر دیا، پہلے اناؤنسر نے حضرت کا مختصراً تعارف کرایا اس کے بعد حضرت والا کے ناصحانہ کلمات کے نشر کرنے کا اعلان کیا، حضرت والا ریڈیو کی آواز سن کر چونک پڑے اور فرمایا کہ یہ تو میری آواز ہے، میں نے عرض کیا جی ہاں کھمم کے جلسہ میں ریڈیو والوں نے حضور کی آواز کو ریکارڈ کر لیا تھا اور آج سوا نو بجے اسکو نشر کر رہے ہیں، یہ سن کر حضرت والا خاموش ہو گئے نہ ناراض ہوئے نہ ہی خوشی کا اظہار فرمایا، غالباً زندگی میں ایک ہی بار حضرت والا کی آواز کو ریڈیو پر نشر کیا گیا۔

جس وقت حضور والا اس نوجوان کو نصیحت فرمارہے تھے آپ کی آنکھیں نمناک تھیں، لہجہ میں کرب اور آواز میں بڑا درد محسوس ہو رہا تھا، اس کی وجہ یہ تھی کہ آپکا حساس دل اور پاکیزہ ضمیر مسلمانوں کی بے راہ روی پر تڑپ اٹھتا تھا، ہر محفل، ہر نشست میں لوگوں کو تلقین وارشاد سے نوازنا آپ کی عادت کریمہ تھی، کسی بھی چھوٹی بڑی غلطی پر مناسب تنبیہ فرمانا آپ کی تبلیغ وارشاد کا ایک حصہ تھا، لوگوں کی طول وطویل گفتگو کا وہ اثر نہیں ہوتا تھا، جو آپ کے چند جملوں کا ہوتا تھا، سچ ہے ''از دل خیزد بر دل ریزد ''

ع دل سے جو بات نکلتی ہے، اثر رکھتی ہے،

آپ کے خدام اور مجلس حاضر باش لوگوں کو معلوم ہے کہ جب کوئی ملنے والا آتا اور اس کے ہاتھ میں سونے کی انگوٹھی یا چاندی کی ایک انگوٹھی سے زیادہ ہوتی، یا گلے میں سونے چاندی کی چین ہوتی یا گلے کے بٹن کھلے ہوتے یا ننگے سر ہوتا تو اس کو ضرور تنبیہ فرماتے اور آپکی تنبیہ کا لوگوں پر اچھا اثر ہوتا۔

ایک بار حضرت والا پور بندر گجرات تشریف لے گئے تھے، وہاں سے قریب ''راناواو'' ایک قصبہ ہے جہاں حضرت قبلہ کے کافی مریدین ہیں، حضرت کے ایک خاص مرید جناب حاجی سیٹھ ابوبکر موچھاڑ میمن کا تین ماہ پہلے انتقال ہو گیا تھا، حاجی

صاحب کے تین لڑکے تھے حاجی محمد، حاجی احمد اور حاجی سلیم یہ تینوں بھی حضرت قبلہ کے دامن سے وابستہ تھے، تینوں بھائی اپنے پیرومرشد سے ملنے کیلئے پور بندر آئے، اور انھوں نے اپنے والد حاجی ابوبکر صاحب کے انتقال پر ملال کی خبر حضرت کو سنائی، حضرت نے اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ، پڑھا اور مرحوم کیلئے فوراً دعاء مغفرت فرمائی، اور فرمایا کہ کل راناواو حاجی صاحب کی قبر پر فاتحہ پڑھنے کیلئے آؤنگا، حضرت عصر کے وقت راناواو دوسرے روز تشریف لے گئے اور نماز عصر قاضیا مسجد میں ادا فرمائی جو حاجی صاحب کے مکان سے بالکل قریب ہے، نماز کے بعد حضرت والا حاجی صاحب کی قبر پر فاتحہ پڑھنے کیلئے تشریف لے گئے، فاتحہ کے بعد مکان پر تشریف لائے، حاجی صاحب مرحوم کے مکان کے باہر مریدین، معتقدین کی خاصی بھیڑ جمع تھی، حضرت والا فاتحہ کے بعد حاجی صاحب مرحوم کے مکان پر آکر تشریف فرما ہوئے تو اسوقت حضرت اقدس کے مرید غالباً ان کا نام حاجی عبداللہ تھا اپنے پیر سے ملنے آئے، حاجی عبداللہ کی عمر ۸۰/سال سے زیادہ ہی ہوگی نہ سر پر ٹوپی نہ چہرہ پر داڑھی، حضرت قبلہ نے مصافحہ کے بعد دونوں ہاتھوں سے انکے ہاتھوں کو پکڑلیا اور فرمایا معاذاللہ، معاذاللہ، آخر لوگوں کو کیا ہوگیا ہے، کیا اتنے کمزور اور لاغر ہوگئے کہ نہ سر پر ٹوپی کا بوجھ برداشت کرسکتے ہیں نہ چہرہ پر داڑھی کا وزن سہار سکتے ہیں، نہ سنت نبی کا خیال نہ اسلامی تہذیب کی پرواہ، استغفر اللہ بڑھاپے میں جوان بننے کا شوق، کب داڑھی رکھو گے، بوڑھا بیل سینگ کٹا کر بچھڑا نہیں بن سکتا، حاجی صاحب حضرت کا جلال دیکھ کر سہم گئے، اور عرض کی حضور معاف کردیجئے، آج وعدہ کرتا ہوں کہ ٹوپی بھی پہنوں گا اور داڑھی بھی رکھوں گا، حضرت نے فرمایا توبہ کرکے اللہ تعالیٰ سے معافی مانگو، دعا کرتا ہوں اللہ تعالیٰ تم کو توبہ پر استقامت نصیب فرمائے، اس پر حاضرین نے آمین، کہی۔ اس کے بعد حاجی عبداللہ صاحب نے داڑھی بھی

رکھ لی اور مستقل ٹوپی بھی لگانے لگے اور ہر نماز جماعت سے ادا کرتے، اللہ تعالیٰ کی مرضی اس واقعہ کے آٹھ یا نو مہینہ کے بعد حاجی صاحب کا انتقال ہو گیا اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

سبحان اللہ! یہ ہے اللہ والوں کے دامن سے وابستگی کا فائدہ، زندگی گناہ میں گذری دنیا سے جا رہا ہے تو توبہ کر کے جا رہا ہے، حضور سرکار بغداد پیران پیر غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے رب سے وعدہ لے لیا ہے کہ میرا کوئی مرید توبہ کے بغیر نہیں مریگا۔

متبع شرع پیران کرام اور ان کے مبارک سلسلوں کی برکتیں دنیا اور آخرت دونوں جہاں میں سچے مریدوں کو ملتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ تمام وابستگان سلسلہ عالیہ قادریہ، برکاتیہ، رضویہ کو دین و دنیا کی برکتوں سے مالا مال فرمائے آمین۔

گھومتا ہسپتال:۔ ۱۹۷۶ء میں سیدی سرکار حضور مفتئ اعظم علیہ الرحمہ نے گجرات کا بارہ روزہ طویل دورہ فرمایا، اس دورے میں احمد آباد راجکوٹ، گونڈل، اپلیٹہ، جیت پور، دھوراجی، راناواو، پوربندر، جام جودھپور، جوناگڑھ، جدن اور جامنگر وغیرہ مقامات شامل تھے حضور سرکار مفتئ اعظم علیہ الرحمہ کی حیات مبارکہ کا یہ آخری دورہ تھا اس کے بعد حضرت پھر گجرات تشریف نہیں لائے، جام نگر گجرات سوراسٹ کا مشہور تاریخی شہر ہے جو بحر عرب کے ساحل پر واقع ہے، جس کے ساحل پر دوسرے بیرونی ملکوں سے مال بردار شیپ (پانی جہاز) لنگر انداز ہوتے ہیں، اور جو جہاز پرانے ہو جاتے ہیں ان کو کاٹ پیٹ کر اسکریب کی شکل میں بیچنے خریدنے کا بہت بڑا کاروبار ہوتا ہے اسکو آلنگ کہتے ہیں، یہ شہر جام راجاؤں کی راجدھانی تھا، اس ریاست (راجواڑے) کا جو راجہ ہوتا تھا اس کو جام صاحب کہا جاتا تھا اسی مناسبت سے اس شہر کا نام جام نگر ہے۔

جام نگر میں جام راجاؤں کی بہت سی یادگاریں ہیں، ان میں ایک یادگار گھومتا ہسپتال بھی ہے، پرانے زمانے میں جبکہ بدن کے درد اور جوڑوں کی تکلیف میں سینکائی کے لئے الیکٹرانک مشینیں ایجاد نہیں ہوئی تھیں، اس وقت سورج کی شعاعوں سے متاثرہ مقام کو سینکنے کے لئے یہ سولاریم گھومتا ہسپتال وہاں کے جام راجا نے بنوایا تھا، اس میں ایک خاص قسم کا شیشہ نصب کیا گیا ہے، جس سے سورج کی شعاعیں گذر کر مریض کے بدن کے اس حصے پر پڑتی ہیں جسکو سینکنے کی ضرورت ہے، چونکہ سورج اپنی رفتار سے ہر وقت رواں دواں رہتا ہے، جس سے دھوپ بھی آہستہ آہستہ سرکتی ہے، اگر مریض ایک ہی جگہ بیٹھا رہے تو دھوپ تھوڑی دیر میں اپنی جگہ سے ہٹ جائی گی، اس کے لئے ایک گول کمرہ گنبد نما بنایا گیا ہے اسکا سسٹم یہ ہے کہ جس رفتار سے دھوپ سرکتی ہے یہ بھی اسی رفتار سے گردش کرتا ہے، مریض کو کرسی پر بیٹھا دیا جاتا ہے یا چار پائی پر اس طرح لیٹا دیا جاتا ہے کہ سورج کی شعاعیں اسی حصہ پر پڑیں جہاں سینکائی کی ضرورت ہے، اس طرح سورج کی شعاعیں ٹارچ کے فوکس کی طرح ایک ہی حصہ پر قائم رہتی ہیں ادھر اُدھر سرکتی نہیں۔

حسب پروگرام ہمارا قافلہ جام نگر پہنچا وہاں دو روز کا پروگرام تھا، حضرت والا کے جاں نثار مرید جناب الحاج محمد قاسم بھائی ایرنڈیا کے مکان پر حضرت والا کا قیام تھا حاجی قاسم صاحب کی نگرانی میں جام نگر کے خوش عقیدہ سنی مسلمانوں نے جس عقیدت ومحبت کا مظاہرہ کیا تھا وہ بیان سے باہر ہے، رب قدیر پیر و مرشد کے صدقہ میں سکون دین و دنیا میں بھلائیاں عطا فرمائے آمین۔

جام نگر پہنچنے کے بعد جب معلوم ہوا کہ یہاں پر عجیب وغریب گھومتا اسپتال ہے، تو میں نے ایک بھائی سے کہا کہ آپ مجھے گھومتا اسپتال دیکھا دیجئے، میں نے ان سے پوچھا کہ آپ کا نام کیا ہے، بولے حسین بھائی، میں حسین بھائی کے ساتھ اسپتال

پہنچا وہاں گھوم پھر کر دیکھا بڑا اچھا لگا، وہاں سے آنے کے بعد میں نے سرکار مفتئ اعظم علیہ الرحمہ سے عرض کیا حضور! یہاں جام نگر میں گھومتا ہوا اسپتال ہے جو دیکھنے سے تعلق رکھتا ہے، حضرت نے فرمایا آپ نے دیکھا ہے، میں نے کہا جی ہاں دیکھ آیا ہوں، پھر آپ نے مسکرا کر فرمایا ہم کو کب لے چلیں گے؟ حسین بھائی نے کہا حضور شام کو بند ہو جاتا ہے، ان شاء اللہ کل چلیں گے، حضرت قبلہ خاموش ہو گئے اور تعویذات لکھنے میں مصروف ہو گئے۔

دوسرا دن اتنا مصروف گذرا کہ پورے دن نہ مجھے خیال آیا نہ حسین بھائی کو، بات آئی گئی ہو کر رہ گئی، جب تیسرے روز ناشتہ کے بعد جام نگر سے روانگی ہوئی اور شہر سے باہر دو تین کیلومیٹر ہماری گاڑی جا چکی تو حضرت والا نے فقیر سے فرمایا کہ آپ نے گھومتا اسپتال تو دکھایا ہی نہیں، مجھے بڑا افسوس ہوا میں نے ڈرائیور سے کہا گاڑی روک دو، اس نے گاڑی روک دی، حضرت کی کار کے پیچھے تین گاڑیاں اور تھیں، جب ہماری گاڑی رکی تو پیچھے والی بھی رک گئیں، کار سے نیچے اتر کر میں نے سید عبد القادر باپو نیشنل ریسٹورنٹ راج کوٹ اور بشیر باپو جو ہمارے ساتھ تھے ان سے کہا کہ ایسا معاملہ ہو گیا ہے، حضرت کو گھومتا اسپتال دیکھانا ہے، وہاں سے چاروں گاڑیاں واپس ہوئیں اور گھومتے اسپتال کے پاس لائی گئیں حضرت قبلہ خوش ہو گئے، اور کار سے نیچے تشریف لا کر اسپتال کے اندر گئے اور بڑے غور سے اسکی تمام چیزوں کو ملاحظہ فرمایا وہاں سے باہر آ کر فرمایا اچھا بنایا ہے۔

تقریر دل پذیر:۔ امراوتی، آکولہ روڈ پر ''کُرم'' نام کا ایک گاؤں پڑتا ہے، یہاں کے سب مسلمان آج بھی الحمد للہ سنی صحیح العقیدہ ہیں ۱۹۶۲ء میں وہاں گیارھویں شریف کے موقعہ پر بہت بڑی کانفرنس ہوئی تھی، اس کانفرنس میں حضور سیدی سرکار مفتئ اعظم علیہ الرحمہ کے علاوہ حضرت العلام مفتی محمد رضوان الرحمن صاحب

اندور، حضرت العلام مفتی غلام محمد خان صاحب ناگپور، خطیب مشرق علامہ مشتاق احمد صاحب نظامی، حضرت مولانا ابوالوفا فصیحی غازیپوری، حضرت علامہ قمر الزماں صاحب اعظمی اور فقیر راقم الحروف محمد مجیب اشرف رضوی نے شرکت کی، کانفرنس میں مقامی لوگوں کے علاوہ آکولہ، امراوتی، بڈنیرہ، اچل پور، پرتواڑہ اور اطراف وجوانب گاؤں کے ہزاروں سنی مسلمانوں نے شرکت کی پورا گاؤں مسلمان معلوم ہو رہا تھا، جلسہ پوری کامیابی کے ساتھ تین بجے رات کو ختم ہوا، پھر حضرت والا عقیدت مندوں سے مصافحہ وغیرہ کرنے کے بعد قیام گاہ پر تشریف لائے۔

جب آپ قیام گاہ پر تشریف لائے اس وقت تقریباً پونے چار بج رہے تھے، آپ کمرہ میں بچھے ہوئے پلنگ پر تشریف فرما ہو گئے، میں نے لوگوں سے کہا اب آپ لوگ برائے مہربانی حضرت والا کو آرام کرنے دیں، فوراً حضرت نے مسکراتے ہوئے فرمایا، آپ برائے مہربانی ان کو بیٹھنے دیں نماز پڑھ کر آرام کریں گے، حضرت والا اس طرح غلاموں پر کرم نوازی فرماتے تھے، تمام لوگ نیچے فرش پر بیٹھ گئے، کُرَمْ میں ایک بزرگ جناب حکیم برکت علی شاہ صاحب رہا کرتے تھے پورے گاؤں کے لوگ انکی بڑی عزت کرتے تھے وہ بھی آ گئے اور حضرت قبلہ کے قدموں کے پاس بیٹھ گئے حضرت نے کئی بار ان سے فرمایا کہ آپ اوپر بیٹھیں مگر وہ ادب کے مارے نیچے ہی بیٹھے، سب لوگ خاموش تھے۔

اس خاموشی کے ماحول میں حکیم صاحب نے حضرت قبلہ کی خدمت میں عرض کیا، کہ بعض لوگ اولیاء کرام کے مزارات پر حاضر ہو کر اپنی حاجتیں اس طرح طلب کرتے ہیں، ہماری فلاں مراد پوری کر دیجئے، اولاد دے دیجئے، بیمار ہوں اچھا کر دیجئے، وغیرہ وغیرہ، کیا براہ راست بزرگان دین سے اس طرح مانگنا درست ہے؟ وہابی مودودی اس طرح مانگنے کو شرک کہتے ہیں، ان کو کیا جواب دینا چاہیئے، حکیم صاحب کی یہ

باتیں سن کر حضرت والا سنبھل کر بیٹھ گئے اور فرمایا، کہ حکیم صاحب! کائنات کی ہر چیز اللہ تعالیٰ کے چاہنے سے ہی ہوتی ہے، اولاد دینا، مارنا، جلانا، روزی دینا، بیماری اور شفا دینا حقیقتاً اسی کا کام ہے مگر محبوبان بارگاہ کی طرف ان باتوں کی نسبت نہ گناہ ہے نہ شرک، مسلمان جب کسی سے کچھ مانگتا ہے تو اس کو اللہ تعالیٰ کا بندہ ہی سمجھ کر مانگتا ہے اللہ کی عطا کا محض ذریعہ مانتا ہے، عقیدہ تو دور کی بات ہے اس کے حاشیۂ خیال کے کسی گوشہ میں بھی یہ تصور نہیں ہوتا کہ جس سے مانگ رہا ہوں وہ خدا، خدا کا بیٹا، خدا کی بیوی یا خدا کا شریک ہے، ہر مسلمان کا عقیدہ یہی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے مقبول بندے ہیں، پڑھا لکھا ہو، یا جاہل سے جاہل ہو شرک اور عدم شرک کا مدار نیت اور اعتقاد پر ہے، نہ کہ مانگنے اور پکارنے پر، کسی کو خالق و معبود سمجھ کر کچھ مانگا تو بلا شبہ شرک ہے، اگر ایسا اعتقاد نہیں تو کچھ اور ہو سکتا ہے مگر شرک ہر گز نہیں ہوگا۔

سب کو معلوم ہے اولاد دینا، مریض کو شفا بخشنا اور مردہ کو زندہ کر دینا اَللّٰہُ جَلَّ مَجْدُہٗ کا ہی کام ہے باوجود اسکے ان باتوں کی نسبت محبوبان بارگاہ کی طرف کرنی قرآن وحدیث اور باجماع مسلمین جائز و ثابت ہے سنئے اللہ تعالیٰ کے حکم سے سیدنا جبرئیل علیہ السلام حضرت سیدہ کنواری پاک مریم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس تشریف لائے اور ان کو بیٹا دینے کی نسبت اپنی ذات کی طرف فرمائی، قرآن مجید کا ارشاد ہے، قَالَ اِنَّمَآ اَنَا رَسُوْلُ رَبِّكِ لِاَھَبَ لَكِ غُلٰمًا زَكِيًّا۔ (حضرت مریم سے جبرئیل) بولے کہ میں تیرے رب کا بھیجا ہوا ہوں، تاکہ میں تجھے ایک (صاف) ستھرا بیٹا دوں، (پ ۱۶ سورۂ مریم آیت ۱۹) اس آیت کریمہ سے واضح ہو گیا کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے بیٹا دینے کی نسبت اپنی طرف کی، اور اللہ تعالیٰ کے حکم سے ایسا کیا۔

اسی طرح سیدنا عیسیٰ روح اللہ علیہ السلام نے پرندہ پیدا کرنے، اس میں پھونک مار کر زندہ کرنے، بیمار کو شفا بخشنے، مادر زاد اندھے کو انکھیارا بنانے اور مردہ کو

زندہ کرنے کی نسبت بحکم الٰہی اپنی ذات کی طرف فرمائی، اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے،
اِنِّیْٓ اَخْلُقُ لَکُمْ مِّنَ الطِّیْنِ کَھَیْئَۃِ الطَّیْرِ فَاَنْفُخُ فِیْہِ فَیَکُوْنُ طَیْرًاۢ بِاِذْنِ اللّٰہِ وَاُبْرِئُ الْاَکْمَہَ وَ الْاَبْرَصَ وَاُحْیِ الْمَوْتٰی بِاِذْنِ اللّٰہِ (پ ۳ سورۂ آل عمران، آیت ۴۹) (حضرت سیدنا عیسیٰ مسیح علیہ السلام نے اپنی قوم کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا دیکھو!) میں تمہارے لئے مٹی سے پرند جیسی صورت بناتا ہوں پھر اس میں پھونک مارتا ہوں تو فوراً وہ پرند ہو جاتی ہے اللہ کے حکم سے ، اور میں شفا دیتا ہوں مادر زاد اندھے اور سفید داغ والے کو اور میں مردوں کو زندہ کرتا ہوں اللہ کے حکم سے۔

اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے خاص بندوں کو ایسی طاقت بخش دیتا ہے جس سے بندہ بے اولاد کو اولاد، اندھے کو آنکھ، بیمار کو شفا اور مردہ کو زندہ کرنے پر قادر ہوتا ہے اور یہ سب اللہ قادر مطلق جل مجدہ کی عطا اور حکم سے ہوتا ہے، جب معاملہ ایسا ہے تو پھر محبوبان بارگاہ سے براہ راست درخواست کرنا کہ میں بے اولاد ہوں مجھے اولاد عطا کر دیجئے، اندھا کہے مجھے آنکھ عطا کر دیجئے، ماں کہے میرا بچہ مر گیا ہے زندہ کر دیجئے، بیمار کہے مجھے شفا بخش دیجئے، اس میں شرک کدھر سے گھس گیا یہ تو منشاء الٰہی کے مطابق ہے، اس کی مثال ایسی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کسی کو حکیم یا ڈاکٹر بننے کی توفیق عطا فرمائی، اس نے بڑی بڑی بیماریوں کا علاج کرنے میں پوری مہارت حاصل کی اور اس نے اعلان کر دیا کہ میرے پاس بڑی بڑی بیماریوں کا علاج ہے، میں نے بہت سے مریضوں کو اچھا کر دیا ہے، اس اعلان کے بعد لوگ حکیم صاحب کے پاس آنے لگے، ان میں سے کوئی کہتا ہے مجھے ٹی، بی ہے اچھا کر دیجئے کوئی کہتا ہے مجھے اختلاج قلب (دل کی بیماری) ہے دور کر دیجئے، تو کیا کہنے والوں نے حکیم کو خدا یا خدا کا شریک سمجھ کر کہا؟ ہر گز نہیں، بلکہ حکیم و ڈاکٹر کو خدا کا بندہ سمجھ کر کہا اس لئے شرک نہیں، اگر اسی حکیم کو خدا اعتقاد کر کے کہتا تو مشرک ہو جاتا۔

سلسلۂ کلام کو جاری رکھتے ہوئے آپ نے فرمایا اسی طرح بخاری کی حدیث اس بات کی تائید کرتی ہے جو سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے اس حدیث شریف میں صاف طور پر موجود ہے کہ بحکم الٰہی ایک فرشتہ نے کوڑھی، اندھے اور گنجے کو اچھا کر دیا، اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ اپنے جس بندے کو جو قدرت چاہے عطا فرمائے اور جو کام چاہے لے،

غوث اعظم رضی اللہ عنہ کا تصرف:۔ حضرت والا نے اپنا بیان جاری رکھتے ہوئے فرمایا زبدۃ الآثار شریف میں ہے عارف باللہ سیدنا محمد ابو عبداللہ علیہ الرحمہ نے خود اپنا واقعہ بیان فرمایا ہے کہ ابھی میں نو عمر تھا اس وقت ایک بار مجھے سخت بخار اور زکام کی وجہ سے بلغم کا بہت زیادہ غلبہ تھا اسی حالت میں حضور سیدنا غوث اعظم کی بارگاہ میں حاضر ہوا کھانسی اور بلغم کی زیادتی کے باوجود مجلس کے احترام کے خیال سے نہ کھانستا نہ بلغم تھوکتا، سخت تکلیف میں مبتلا تھا، حضرت نے میری تکلیف کو جان لیا اور فرمایا ''محمد گھبراؤ نہیں اس کے بعد نہ بلغم ہوگا نہ کھانسی'' چنانچہ تیراسی سال ہو گئے ان دونوں باتوں سے محفوظ ہوں۔

فالج زدہ عورت تندرست ہو گئی:۔ حضرت والا نے علامہ قرشی کی کتاب ''تاریخ'' کے حوالے سے یہ حکایت بھی بیان فرمائی کہ ایک روز عارف باللہ سیدنا ابو بکر مالکی علیہ الرحمہ کہیں تشریف لے جا رہے تھے، آپ کا گذر ایک فالج زدہ عورت کے پاس سے ہوا آپ کو دیکھ کر وہ عورت کہنے لگی کہ اللہ کی راہ میں دینے کیلئے آپ کے پاس کچھ ہے؟ آپ نے فرمایا دنیا کی کوئی چیز اس وقت میرے پاس نہیں جو تجھ کو دوں، البتہ اپنا ہاتھ بڑھا اس نے ہاتھ آگے کر دیا آپ نے اسے پکڑ کر کھڑا کر دیا، بحکم الٰہی فوراً وہ اٹھ کر چلنے لگی۔

حضرت قبلہ نے آخر میں فرمایا، کہ وہابی نجدی یہاں پر ماتحت الاسباب اور ما

فوق الاسباب کا راگ الاپتے ہیں، لوگوں کو گمراہ کرنے کیلئے کہتے ہیں جو باتیں اسباب وذرائع کے تحت ہیں ان میں شرک نہیں ہاں جو ما فوق الاسباب ہیں وہاں شرک ثابت ہوتا ہے جیسے کسی بزرگ سے اولاد یا شفا مانگنا، آپ لوگ ان کے فریب سے دھوکا نہ کھانا، شرک ایسی بلا ہے جو فوق الاسباب، تحت الاسباب، زندہ، مردہ، فرشتہ، جن اور آدمی کو نہیں دیکھتی، جو کام واقعی شرک ہے وہ بہر حال شرک ہی ہوگا، ایسا نہیں ہوسکتا کہ زندہ کے لئے کیا جائے تو جائز مردہ کے لئے کیا جائے تو شرک، جیسے اللہ کے سوا کسی کی عبادت کرنی شرک ہے، اگر کوئی زندہ کو پوجے تو شرک اور مردے کی پرستش کرے تو شرک، اگر کسی سے اللہ کے سوا مدد مانگنا واقعی شرک ہے تو کیا زندہ کیا مردہ کسی سے بھی مدد مانگنا شرک ہو جاتا حالانکہ ایسا نہیں۔

اولاد دینا، شفا بخشنا، آنکھ عطا کرنا اور مردہ زندہ کرنا اگر اللہ کے سوا دوسرے کیلئے یہ طاقت ثابت کرنا واقعی مطلقاً شرک ہوتا تو اللہ تعالیٰ کسی کو بھی ایسی قدرت نہ دیتا اور نہ ہی ان باتوں کی نسبت فرشتوں اور نبیوں کی طرف کرنے کا حکم دیتا اللہ سبوح قدوس ہے شرک اور شریک سے پاک ہے، انبیاء کرام ورُسلِ عظام کو شرک مٹانے کیلئے بھیجا گیا ہے، شرک پھیلانے کیلئے نہیں بھیجا گیا ہے،

تَعَالٰی اللّٰهُ عَنْ ذٰلِكَ عُلُوًّا كَبِيْراً ، سُبْحَانَ اللّٰهِ بُكْرَةً وَّأَصِيْلاً ،

فقیر قادری محمد مجیب اشرف غفرلہ برسوں حضرت والا کی خدمت گذاری کیلئے سفر وحضر میں رہا، پہلی بار حضرت والا کی اس طرح مسلسل پندرہ بیس منٹ تقریری انداز میں گفتگو سننے کی سعادت حاصل ہوئی وللہ الحمد، جب پلنگ پر بیٹھ کر موجود لوگوں سے مخاطب تھے تو ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ آپ اسٹیج پر رونق افروز ہیں اور کسی عظیم مجمع کو خطاب کر رہے ہیں وہ کمرہ جہاں آپ تشریف فرما تھے کچھ زیادہ بڑا نہ تھا مگر اس وقت کافی وسیع وعریض معلوم ہو رہا تھا، اور حاضرین پر کیف وسرور کی کیفیت

طاری تھی، بہر حال یہ مجلس نور پونے پانچ بجے ختم ہوئی وللہ الحمد علیٰ ذٰلک۔ پھر اس کے بعد فجر کی نماز ادا کی گئی۔

محی الدین نام کی جلوہ افروزی:۔ پیکر رشد و ہدایت سیدی، مرشدی حضور مفتیٔ اعظم علیہ الرحمہ کی ''ولادت باکرامت'' کے ضمن میں پہلے لکھا جاچکا ہے کہ حضرت والا کے القابات میں ایک لقب ''محی الدین جیلانی،، بھی ہے، جیسا کہ سیدی سرکار اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے اپنی کتاب '' الکلمۃ الملھمہ '' کے صفحہ ۶؍ پر تحریر فرمایا ہے '' الولد الاعز، ابو البرکات، محی الدین جیلانی، آل الرحمٰن معروف بہ مولوی مصطفیٰ رضا سلمہ'' مجدد وقت کی نگاہ کرامت پہ قربان کہ فرزند ارجمند کے تولد ہوتے ہی اپنے نومولود نوری بچے کے نوشتۂ تقدیر کو پڑھ کر پکار اٹھے کہ یہ میرا سب سے زیادہ پیارا بچہ بڑی برکتوں والا، دین کو زندہ کرنے والا جیلانی صفت ہے اسکا نام '' آل الرحمٰن '' (اللہ رحمٰن و رحیم کا سچا اطاعت گزار بندہ) ہے، دنیا میں ''مصطفیٰ رضا'' کے نام سے جانا پہچانا جائیگا۔

سبحان اللہ! سیدی سرکار اعلیٰ حضرت کی زبان مستقبل نشان سے بوقت ولادت صاجزادہ والاتبار کے لئے جو القابات ظہور پزیر ہوئے گویا وہ متن تھے، اور شاہزادہ ذی وقار کی حیات طیبہ کے تمام خدوخال اور جملہ نقش ونگار اسی متن کی شرح اور تفسیر تھی جس گھر میں قدم رکھا برکتوں کا گہوارہ بن گیا، جس گاؤں اور شہر میں تشریف لے گئے دین زندہ ہوگیا اور سنیت میں بہار آگئی، یہ جو کچھ میں نے لکھا عقیدت نہیں حقیقت ہے، آپ نے جن جن علاقوں کا دورہ فرمایا آج بھی وہاں سنی اور سنیت محفوظ ہے۔

عمدۃ المحققین حضرت العلام مفتی غلام محمد صاحب قبلہ ناگپوری جو سیدی سرکار مفتیٔ اعظم قبلہ کے خاص الخاص خلفاء میں سے ایک بہت چہیتے خلیفہ تھے، سنیت کی صیانت وحفاظت کے لئے ہمیشہ کوشاں رہتے تھے، مہاراشٹر اور مدھیہ پردیش

کے مختلف علاقوں میں علماء اہل سنت کو دعوت دیکر تبلیغی دورے کروانا اور بڑے بڑے جلسوں کا انتظام کرنا مفتی صاحب قبلہ کا محبوب مشغلہ تھا، ہر سال دو سال میں اپنے شیخ معظم سیدی سرکار مفتی اعظم علیہ الرحمہ کو بھی تبلیغی دوروں کے لئے مدعو فرمایا کرتے تھے۔

۱۹۶۲ء میں حضرت مفتی صاحب قبلہ نے بارہ روزہ تبلیغی دورہ کا پروگرام مرتب فرمایا، اس دورے میں ناگپور کے علاوہ، امراوتی، آکولہ، اچلپور، ڈیگرس، داروا، پوسد، ایوت محل اور ارنی وغیرہ برار کے علاقے شامل تھے، ان میں اکثر علاقوں میں تبلیغی جماعت اور مودودی جماعت نے اپنے قدم جمالیئے تھے، حضرت العلام مفتی غلام محمد صاحب قبلہ نے ان علاقوں میں دین وسنیت کی ترویج واشاعت کیلئے حضور سیدی سرکار مفتی اعظم علیہ الرحمہ کو دعوت پیش کی حضرت قبلہ گاہی نے بخوشی دعوت منظور فرمالی، اس کے بعد مفتی صاحب نے حضرت العلام مفتی محمد رضوان الرحمٰن صاحب مفتی مالوہ قبلہ اور مفکر اسلام مولانا قمر الزماں صاحب اعظمی، کو مدعو کیا، حسب پروگرام سرکار مفتی اعظم علیہ الرحمۃ والرضوان اور مدعو علماء اہلسنت ناگپور تشریف لائے، پہلا اجلاس ناگپور مومن پورہ میں ہوا، اس کے بعد آکولہ، امراوتی، داروا، ڈیگرس وغیرہ کا دورہ ہوا۔

ان علاقوں میں خاص طور پر امراوتی ایک ایسا شہر تھا، جہاں سنیت برائے نام رہ گئی تھی جو غریب سنی باقی بچ گئے تھے، وہ ایسے بے بس تھے کہ ان میں کچھ کر گزرنے کی ہمت ختم ہو چکی تھی، شہر کی تمام مسجدیں غیر سنیوں کے قبضے میں تھیں، صرف دو یا تین مسجدیں سنیوں کی باقی بچ گئی تھیں، ایسی صورت میں وہاں کسی بڑے جلسہ کے انتظام کی ہمت کرنا بڑا مشکل مرحلہ تھا، مگر مفتی غلام محمد صاحب قبلہ کمر ہمت کس کر اس کام کے لئے نکل پڑے، ''ہمت مرداں مدد خدا'' چنانچہ مفتی صاحب قبلہ فقیر رضوی محمد مجیب

اشرف غفرلہ کوساتھ لیکر پروگرام سے ایک ماہ پہلے امراوتی پہنچے، اور چار پانچ حضرات کوجمع کر کے میٹنگ کی جس میں جناب الحاج ابوالحسن صاحب صدر مسکین شاہ مسجد، جناب شہادت حسین صاحب اور ماجس والے میمن سیٹھ (نام یاد نہ رہا) شامل تھے، جناب ابوالحسن صاحب مالی اور سیاسی اعتبار سے کافی مضبوط اور بااثر تھے، انہوں نے وعدہ کرلیا کہ جلسہ ہوگا اور شان وشوکت سے ہوگا، اگر کسی طرح کی رکاوٹ یا رخنہ اندازی ہوئی تو اسکا علاج بھی ان شاء اللہ ہو جائیگا، میمن سیٹھ صاحب اور شہادت حسین صاحب نے انتظامات سنبھالنے کی ذمہ داری قبول کرلی۔

پھر ہم لوگ اچلپور، کرم اور آکولہ گئے جب وہاں کے سنیوں کوامراوتی کے پروگرام کی خبر ہوئی تو وہ لوگ خوش ہو گئے اور ہر طرح تعاون کرنے کی پوری امید دلائی، جب امراوتی کے وہابیوں کواس کی اطلاع ہوئی تو وہ پریشان ہو گئے، اورانہوں نے کانفرنس کوکینسل کروانیکی ہرممکن کوشش کرڈالی مگر کامیاب نہ ہوسکے بالآخروقت مقررہ پر کانفرنس ہوئی، اوراس شان سے ہوئی کہ امراوتی والوں کا کہنا ہے کہ کسی دینی اجلاس میں اتنا بڑا مجمع امراوتی کی سرزمین پر دیکھنے میں نہیں آیا، دور دراز اور اطراف واکناف کے سنی مسلمان سیلاب کی طرح امنڈ پڑے، ٹرکوں، کاروں، بیل گاڑیوں، چھکڑوں، اور سائیکلوں سے اتنی کثیر تعداد میں لوگ آئے تھے، کہ پارکینگ کے لئے کہیں جگہ نہیں تھی، فقیر راقم الحروف، علامہ قمرالزماں اعظمی اور حضرت مفتی مالوہ مولانا رضوان الرحمٰن صاحب اندوری کی تقاریر ہوئیں، بعد تقریر ہزاروں کی تعداد میں لوگ داخل سلسلہ ہوئے، مرید ہونے والوں میں امراوتی شہر کے لوگوں کی بہت بڑی تعداد شامل تھی، کانفرنس کی یہ سب سے بڑی کامیابی تھی، حضرت والا کے قدوم میمنت لزوم کی برکت سے امراوتی اور اطراف وجوانب کی سنیت پر ایسی بہار آئی کہ پھر گمراہیت کی بادسموم اس کوخزاں رسیدہ نہ کرسکی آج بھی بہت سی مسجدیں اہل سنت کے قبضے میں

ہیں اور مسلک اعلیٰ حضرت کا خوب سے خوب تر کام ہو رہا ہے، آج مسلک کی ترویج واشاعت میں بحمدہ تعالیٰ دارالعلوم امجدیہ ناگپور کے فارغین علماء وحفاظ کا بہت بڑا حصہ ہے، برار کی جیتی جاگتی سنیت حضور سیدی سرکار مفتیٔ اعظم ملقب بلقب ''ابوالبرکات، محی الدین جیلانی'' کی تشریف آوری کی مرہون منت ہے، خدا کرے ابوالبرکات محی الدین جیلانی کی یہ برکتیں صبح قیامت تک اہل سنت کی حفاظت کرتی رہیں، آمین۔

چھکڑے پر سفر:۔ امراوتی شہر سے کچھ فاصلہ پر تقریباً دس کیلومٹر دور ''انگلا'' نامی چھوٹا سا دیہات ہے اس گاؤں میں پشاوری پٹھانوں کی آبادی ہے، عرصہ دراز سے یہ لوگ یہاں آباد ہیں کھیتی باڑی کے علاوہ گاؤں گاؤں پھر کے کپڑے بیچتے ہیں، جب ان لوگوں کو معلوم ہوا کہ حضور مفتیٔ اعظم بھی افغانی پٹھان ہیں تو وہاں کے سب لوگ کانفرنس میں شریک ہوئے، اجلاس ختم ہونے کے بعد حضرت سے ملاقات کیلئے قیام گاہ پر حاضر ہوئے، اور آکر کہا ہم بھی پٹھان اور تم بھی پٹھان ہم تم کو اپنے گاؤں لے جائیگا کل تمہارا دعوت رہیگا، حضرت والا پٹھان کی باتیں سن کر مسکرائے اور منتظمین سے فرمایا کہ دیکھئے یہ لوگ کیا کہہ رہے ہیں، شہادت حسین صاحب نے کہا حضور آپ کی مرضی، حضرت نے پٹھان صاحب سے فرمایا ''ٹھیک ہے کل ہم تمہارا پاس آئیگا'' دوسرے دن صبح ہی پٹھان لوگ چھکڑہ بیل گاڑی جس کو رہلو بھی کہتے ہیں لیکر حاضر ہو گئے، چھکڑہ گاڑی اتنی چھوٹی ہوتی ہے جس میں دو آدمی ہی بیٹھ سکتے ہیں، دو بیلوں کی گردن پر اس کا جوا ہوتا ہے، بیل چھکڑے کو لیکر تیزی کے ساتھ دوڑتے ہیں، پٹھان لوگ ایک چھکڑہ خوب سجا کر لائے تھے حضرت والا کو اس پر سوار کر دیا گیا، حضرت نے فقیر سے فرمایا آپ بھی بیٹھ جاؤ، میں بھی سوار ہو گیا، راستہ انتہائی خراب جگہ جگہ گڑھے اور چھوٹے بڑے پتھر پڑے ہوئے تھے، چھکڑہ ہانکنے والا پٹھان بڑی شان کے ساتھ بیلوں کو ہانکتے، بھگاتے، گڑھوں اور پتھروں کی پراوہ کئے بغیر بڑی بے دردی

کے ساتھ اچھالتے کوداتے منزل کی طرف رواں دواں چلا جارہا تھا، حضرت والا کو سخت تکلیف ہورہی تھی مگر باوجود اس کے سوائے اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ، کے زبان پر حرف شکایت نہ لائے مومن کی دلداری اور سنت نبوی کی پاسداری کا کتنا پاکیزہ مزاج تھا، دین وسنیت کی خاطر تکلیف سے تکلیف دہ باتوں کو بخوشی برداشت کر لینا آپ کا شیوہ تھا۔

وہاں پہنچ کر حضرت قبلہ کو ایک کھپریلے کچے مکان کے چھوٹے سے کمرہ میں پلنگ پر بٹھا دیا گیا، آپ اتنا تھک گئے تھے کہ ایک گلاس پانی نوش فرمایا اور فوراً لیٹ گئے، اتنے میں چھکڑہ چلانے والے پٹھان صاحب حاضر ہو کر پوچھتے ہیں کہ "تم کو مزہ آیا" حضرت قبلہ نے مسکرا کر جواب دیتے ہوئے فرمایا "اللہ بہتر جانتا ہے" پٹھان نے کہا "معلوم ہوتا ہے تم تھک گیا ہے ہم تمہارا ہاتھ پیر دبا دیتا ہے آرام مل جائیگا" یہ کہہ کر طاقتور پٹھانی ہاتھوں سے حضرت کے پاؤں اتنے زور سے دبانا شروع کر دیا کہ حضرت کو تکلیف ہونے لگی، حضرت نے فرمایا بس کیجئے وہی بہت ہے" یعنی چھکڑے کی تکلیف کچھ کم نہ تھی مزید تکلیف کی تکلیف نہ کریں،

اس گاؤں میں حضرت والا کی مختصر تشریف فرمائی کا اثر یہ ہوا کہ یہاں کا ایک بچہ علم دین حاصل کرنے کیلئے تیار ہو گیا، غالباً اس کا نام نور اللہ خان تھا، پھر اس نے مدرسہ میں داخلہ لیا اور علم دین حاصل کیا اور عالم بنا۔ الحمد للہ وہاں کی سنیت آج تک محفوظ ہے۔ میں نے عرض کیا ہے

جس طرف اٹھ گئی کیا سے کیا ہو گیا
اس نگاہ ولایت پہ لاکھوں سلام

اندور کا سفر اور طیۃ الارض :۔ اسلامی عقیدہ یہ ہے کہ اولیاء اللہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم سے کرامتوں کا ظاہر ہونا حق ہے اور اس کا انکار بدعقیدگی اور گمراہی ہے عقائد کی تمام کتابوں میں بیان کیا گیا ہے "کَرَامَاتُ الْاَوْلِیَاءِ حَقٌّ" یعنی اولیاء کی کرامتیں حق ہیں، کرامت کہتے ہیں "خرق عادت" کو یعنی انسان جو کام عادتاً نہیں کرسکتا اس کو اللہ والا انجام دیدے تو اسی کو کرامت کہتے ہیں، جیسا کہ حاجی بمبئی سے جدہ عادتاً پانچ گھنٹے میں ہوائی جہاز سے پہنچتا ہے، اس طویل مسافت کو اگر کوئی ولی ایک منٹ اور ایک قدم میں بغیر ہوائی جہاز کے طے کرلے تو یہ اس کی کرامت ہوگی اور اس کرامت کو " طَیَّۃُ الْاَرْضِ اور طَیَّۃُ الزَّمَان " کہتے ہیں، یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت سے اپنے محبوب بندے کیلئے زمین کی مسافت اور زمانے کی طوالت کو سمیٹ کر مختصر فرمادیا، جس کی وجہ سے سفر چشم زدن میں طے ہوگیا، اسکا ثبوت قرآن مجید اور احادیث رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں موجود ہے، جیسا کہ قرآن مجید میں حضرت آصف بن برخیا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حیرت انگیز واقعہ مذکور ہے، آصف بن برخیا حضرت سلیمان علیہ السلام کے وزیر اور صاحب علم وفضل تھے۔

مختصر واقعہ یہ ہے کہ حضرت سیدنا سلیمان علیہ السلام نے جب ملکہ بلقیس کو اسلام کی دعوت دی تو وہ آپ سے ملاقات کے لئے اپنے ملک سے روانہ ہوئی، اس کے پاس ایک بہت بڑا بھاری بھرکم تخت تھا جس کی لمبائی اسی گز اور چوڑائی چالیس گز تھی جو سونے چاندی اور ہیرے جواہرات سے مرصع (آراستہ کیا گیا) تھا، ملکہ نے اپنی روانگی کے وقت اس قیمتی تخت کو سات محلوں کے اندرونی حصہ میں بند کر کے تالا لگوادیا تھا۔

بلقیس اپنے لاؤ لشکر کو لیکر حضرت سلیمان علیہ السلام کے محل کے قریب پہنچ گئی اس وقت سیدنا سلیمان علیہ السلام نے اپنے درباریوں سے فرمایا،

قَالَ يَاَيُّهَا الْمَلَؤُا اَيُّكُمْ يَاْتِيْنِيْ بِعَرْشِهَا قَبْلَ اَنْ يَّاْتُوْنِيْ مُسْلِمِيْنَ (پ۱۹ سورۂ نمل آیت ۳۸) سلیمان علیہ السلام نے (درباریوں) سے فرمایا اے درباریو! تم میں کون ہے کہ وہ اس (بلقیس) کا تخت میرے پاس لے آئے قبل اس کے کہ وہ میرے حضور مطیع (فرمانبردار) ہوکر حاضر ہوں، یہ سن کر ایک بڑے جن نے کہا کہ آپ کا دربار ختم ہونے سے پہلے میں اسکو حاضر کردونگا (جبکہ ملک سبا (یمن) اور ملک شام حضرت سلیمان کے دارالسلطنت کی مسافت دوماہ کی ہے) حضرت نے فرمایا میں اس سے پہلے چاہتا ہوں، یہ سن کر آپ کے وزیر آصف بن برخیا نے عرض کی "اَنَا اٰتِيْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ يَّرْتَدَّ اِلَيْكَ طَرْفُكَ" (پ۱۹، سورۂ نمل آیت، ۴۰) میں اس تخت کو پلک مارنے سے پہلے آپ کی خدمت میں حاضر کردونگا، یہ گفتگو ہو ہی رہی تھی کہ حضرت آصف نے بلقیس کے تخت کو دربار میں حاضر کردیا "فَلَمَّا رَاٰهُ مُسْتَقِرًّا عِنْدَهٗ قَالَ هٰذَا مِنْ فَضْلِ رَبِّيْ" (پ۱۹، سورۂ نمل آیت، ۴۰) پھر (سلیمان علیہ السلام) نے تخت کو اپنے پاس رکھا دیکھا، کہا یہ میرے رب کے فضل سے ہے۔ قرآن مجید سے ثابت ہوگیا کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے اپنے محبوبوں کیلئے زمین کی مسافت اور وقت کی طوالت کو جتنا چاہے سمیٹ کر کم کردے، جیسا کہ آصف بن برخیا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے مہینوں کی دوری کو انچ برابر اور وقت کی درازی کو سکنڈ برابر کردیا، "ان اللہ علی کل شئ قدیر" یعنی اللہ ہر چاہے پر قادر ہے، جو چاہے کرسکتا ہے، اسی کو کہتے ہیں "طیۃ الارض والزمان" یعنی زمین وزمان کا سمیٹ جانا، اس کے علاوہ قرآن وحدیث سے اس کی بہت سی مثالیں بطور دلیل پیش کی جاسکتی ہیں۔

آمدم برسر مطلب:۔ مرشد برحق حضور سیدی سرکار مفتئ اعظم علیہ الرحمہ کو راج کوٹ گجرات سے اندور جانا تھا، پروگرام یہ تھا کہ راجکوٹ سے احمد آباد اور احمد آباد

سے اندور بذریعہ ٹرین تشریف لیجائیں گے، پھر اس پروگرام میں تبدیلی کی گئی اور طے یہ ہوا کہ بذریعہ کار حضرت کو اندور پہنچایا جائے، جناب الحاج سید عبد القادر صاحب رضوی مالک نیشنل ریسٹورنٹ راج کوٹ جو حضرت قبلہ کے مرید خاص تھے انھوں نے تین کاروں کا انتظام کیا اور حضرت کے ہمراہ خود اندور تک جانے کیلئے تیار ہو گئے، راجکوٹ سے اندور کا سفر تقریباً ۸/۹ گھنٹے کا ہے۔ رات کو بارہ بجے راج کوٹ سے حضرت کا قافلہ اندور کیلئے روانہ ہوا، سید صاحب کے علاوہ فقیر راقم الحروف محمد مجیب اشرف رضوی حضرت العلام مفتی غلام محمد خان صاحب قبلہ، جناب مولانا خورشید احمد صاحب، جناب برادران طریقت یعقوب لالا، نور محمد بھائی، بشیر بھائی، دلاور خان بابی صاحبان اور حضرت کے خادم حافظ عبد الرحیم صاحب مرحوم بھی ہمراہ تھے، ہم لوگوں کا خیال تھا کہ صبح آٹھ نو بجے تک اندور پہنچ جائیں گے، اسکی اطلاع جناب الحاج حافظ عبد الغفار نوری بابا کو بذریعہ فون کردی گئی، اور بتادیا گیا تھا کہ ان شاء اللہ نو بجے تک حضرت قبلہ اندور پہنچ جائیں گے مگر ہم لوگ نو بجے پہنچنے کے بجائے پانچ بجے ہی اندور پہنچ گئے جبکہ دوران سفر چائے وغیرہ کیلئے دو جگہ رکے بھی باوجود اس کے اتنی جلدی پہنچ جانا حیرت انگیز ہے۔

ہوا یہ کہ حضرت والا نے فرمایا کہ فجر کی نماز کا وقت ہو گیا ہے نماز پڑھنی ہے، سید عبد القادر صاحب نے فوراً گاڑی رکوادی، اور نیچے اتر کر ایک آدمی جو واکینگ کیلئے جارہا تھا اس سے پوچھا کہ یہ کون سی جگہ ہے، بولا اندور ہے، سید صاحب نے پھر پوچھا یہ اندور ہے؟ اس نے کہا ہاں صاحب اندور شہر شروع ہو گیا۔ ہم سب کو بڑا تعجب ہوا، میں نے حضرت سے عرض کی حضور! اندور آ گیا ہے حضرت قبلہ نے فرمایا ماشاء اللہ، حافظ عبد الغفار کے مکان پر نماز پڑھیں گے، ہم لوگ گاڑی میں سوار ہو گئے، پانچ سات منٹ گذرنے کے بعد حضرت نے فرمایا دیکھئے شاید حافظ عبد الغفار کا مکان یہی

ہے، وہاں ایک ٹوپی پہنے ہوئے بھائی ملے ان سے حافظ صاحب کے مکان کے بارے میں پوچھا تو انھوں نے اسی مکان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ یہ مکان حافظ صاحب کا ہے جس مکان کو حضرت قبلہ نے فرمایا تھا کہ دیکھئے شاید یہی مکان حافظ عبدالغفار صاحب کا ہے، جہاں سے شہر میں ہم لوگ داخل ہوئے تھے وہاں سے حافظ صاحب کا مکان تقریباً بارہ تیرہ کیلومیٹر ہوگا، یہ دوری بھی صرف پانچ چھ منٹ میں طے ہوگئی، دوسری بات یہ ہے کہ حافظ صاحب کے مکان کو ہم میں سے کسی نے دیکھا بھی نہیں تھا نہ ہی راستوں کی جانکاری تھی پھر بھی بغیر پوچھے منزل پر پہنچ جانا اور حضرت کا فرمانا مکان یہی ہے انتہائی حیرت انگیز بات ہے، حقیقت یہ ہے کہ یہ سب حضرت قبلہ کا روحانی تصرف اور غیبی رہنمائی کا کرشمہ تھا، اسی کو طیۃ الارض کہتے ہیں۔

کتے کو وہابی نہ کہو:۔ اندور جاتے ہوئے دوران سفر رات کو ڈھائی بجے ایک ڈھابہ (ہوٹل) پر ہم لوگ چائے پینے کیلئے رکے، وہاں پر چار پانچ کتے آپس میں لڑ رہے تھے ان کا شور سن کر برادر طریقت جناب یعقوب بھائی لالہ کی زبان سے نکلا کہ ”دیکھو وہابی لڑ رہے ہیں“ حضرت نے سن لیا اور فوراً فرمایا ”استغفر اللہ“ کتے کو وہابی نہیں کہنا چاہیئے، وہابی جہنم میں جائیگا کتے جہنم میں نہیں جائینگے، جو جہنمی نہیں آپ نے اس کو جہنمی کہہ دیا لا الہ الا اللہ، یعقوب بھائی فوراً بول اٹھے، حضور! آئندہ ایسا نہیں کہوں گا، توبہ کرتا ہوں۔

اس سے معلوم ہوا کہ سیدی سرکار حضور مفتئ اعظم علیہ الرحمۃ والرضوان شرعی حزم واحتیاط اور تقویٰ شعاری کے کتنے بلند مقام پر فائز تھے، ان باریکیوں کو وہی لوگ اچھی طرح سمجھ سکتے ہیں جو راہ سلوک پر چل کر منازل تقویٰ کی بلندیوں کو پاچکے ہیں، دوسرے لوگ اس قسم کی باتوں کو معمولی سمجھ کر نظر انداز کرتے ہیں سچ ہے ع

”قدر گوہر شاہ داند یا بداند جوہری“

طوفان کب آئیگا:۔ اسی ضمن میں ایک دوسرا واقعہ بھی ذکر کردینا مناسب جانتا ہوں، جس سے حضرت والا کے حزم واحتیاط کا بخوبی اندازہ ہوسکتا ہے ایک بار حضور سرکار مفتی اعظم علیہ الرحمۃ والرضوان بریلی شریف جانے کیلئے شاہ گنج اسٹیشن پر ہاوڑہ دلی طوفان میل کے انتظار میں ایک بینچ پر تشریف فرما تھے، ایک شخص جسکو طوفان میل سے دلی جانا تھا، آیا اور حضور والا سے سلام کرکے دست بوسی کی، پھر دوچار قدم پیچھے ہٹ کر ایک آدمی سے پوچھا ''طوفان کب آئیگا'' حضرت نے اس کی بات سن کر فرمایا ''معاذ اللہ یہ کہو کہ طوفان کب جائیگا کسی مصیبت کے آنے کی بات نہیں کہنی چاہیئے'' حضرت والا نے ایسا کیوں فرمایا؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ حضور اکرم سید عالم ﷺ نے کسی مصیبت وآفت کے آنے کی تمنا اور خواہش کرنے سے منع فرمایا ہے پوچھنے والے نے اگرچہ ٹرین کے آنے کے بارے میں پوچھا تھا مگر اس نے مطلقاً یہ پوچھا کہ ''طوفان کب آئیگا'' اب اس کے دو معنی ہوگئے ایک حقیقی معنی یعنی آندھی، پانی اور زلزلہ وغیرہ کا طوفان، اور دوسرا مجازی معنی یعنی ٹرین جسکا طوفان میل نام ہے یہاں پر مجازی معنی ہی متعین ہے مگر اسکا اصلی معنی آفت ومصیبت پر مشتمل ہے اس لئے حضرت نے اسکو بدل دیا اور فرمایا یوں کہو طوفان کب جائیگا، اس لفظ سے بھی پوچھنے کا جو مقصد تھا وہ حاصل ہوجاتا ہے، پھر ایسا لفظ کیوں بولا جائے جو ممانعت کے زد میں آتا ہے، سبحان اللہ کیا احتیاط ہے،

حضور مفتی اعظم اور تصویر:۔ اسلام میں جاندار کی تصویر بلاضرورت شرعیہ بنانا بنوانا ناجائز وحرام ہے حضور اکرم سید عالم ﷺ نے فرمایا لعن اللہ علی المصورین، یعنی تصویر بنانے والوں پر اللہ کی لعنت، غور کیجئے تصویر کشی پر کتنی سخت وعید آئی ہے، پھر بھی عام طور پر لوگ اس میں گرفتار ہیں، اور افسوس یہ ہے کہ اس کو گناہ بھی نہیں سمجھا جاتا، معاذ اللہ رب العلمین، عوام تو عوام دیندار لوگ بھی اس میں مبتلا ہیں، آج

کل کیمرے والے موبائل نے ساری حدوں کو پار کر دیا، میلا، شادی بیاہ، جلسہ جلوس تو درکنار، حرم شریف میں طواف وسعی کے دوران ذکر واذکار تو کم کرتے ہیں، ساتوں چکر الٹے سیدھے ہو کر تصویر کشی کرتے ہوئے کتنے حاجی دیکھے جاسکتے ہیں اسی طرح سرکار ﷺ کے مواجہ شریف میں بلا جھجھک بجائے صلوۃ وسلام کے اس لعنتی کام کو انجام دینے میں مصروف رہتے ہیں اللہ تعالیٰ پناہ میں رکھے آمین۔

حضور سیدی مرشدی سرکار مفتئ اعظم علیہ الرحمۃ والرضون جاندار کی تصویر بنانے اور بنوانے کے تعلق سے بہت سخت موقف رکھتے تھے، یہاں تک کہ جب حرمین شریفین کی زیارت کیلئے جانا ہوا تو آپ نے پاسپورٹ کیلئے تصویر کھچوانے سے انکار کر دیا، لوگوں نے بہت کوشش کی مگر حضرت والا کسی قیمت پر فوٹو بنوانے کیلئے آمادہ نہیں ہوئے، اور فرمایا کہ جس کے حضور جا رہا ہوں انھیں کی حکم عدولی کر کے ان کی بارگاہ میں کس منہ سے جاؤنگا، ان کو سب خبر ہے۔

کہنا نہ کہنے والے تھے جب سے تو اطلاع
مولیٰ کو قول قائل ہر خشک وتر کی ہے
(اعلیٰ حضرت)

بالآخر آپ کی استقامت علی الدین کا نتیجہ یہ نکلا کہ انڈین گورنمنٹ اور سعودی حکومت نے بلا تصویر، پاسپورٹ اور ویزا دینا منظور کر لیا، اور حضرت والا بلا تصویر، پاسپورٹ اور ویزا پر زیارت حرمین شریفین کے لئے روانہ ہوئے سچ ہے مَنْ کَانَ لِلّٰہِ تَعَالٰی کَانَ اللّٰہُ لَہٗ جو اللہ تعالیٰ کا بن جاتا ہے اللہ تعالیٰ اسکا ہو جاتا ہے اور بڑے بڑے جابروں کو اس کے قدموں پر جھکا دیتا ہے، حضرت والا کا یہ آخری حج تھا۔

حضرت والا کی ہمیشہ یہ عادت کریمہ رہی کہ جب کسی مکان میں تشریف لے جاتے اور جاندار کی تصویر پر نظر پڑ جاتی فوراً واپس ہو جاتے اور استغفر اللہ پڑھ

کر اپنی بیزاری کا اظہار فرماتے اور صاحب خانہ کو حکم فرماتے اس کو نکالو، جب وہ چیزیں نکال دی جاتیں تو اندر تشریف لے جاتے پھر صاحب خانہ کو نصیحت فرماتے کہ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا ہے کہ ہم اور فرشتے اس گھر میں داخل نہیں ہوتے جس گھر میں کتا اور تصویر ہو، آج مسلمان نحوست والی چیز کو گھر میں رکھتا ہے پھر شکایت کرتا ہے کہ گھر میں برکت وسکون نہیں ہے میاں تعویذ دیدو، نمازوں کی پابندی کرنا چاہیئے، گھر میں قرآن مجید کی تلاوت اور درود پاک کا ورد ہونا چاہیئے، جو کام کرنے کا ہے وہ نہیں کرتے جو نہیں کرنے کا ہے وہ کرتے ہیں معاذ اللہ رب العلمین۔

اس طرح حضرت والا ہر موقعہ پر ہر جگہ اَمْرٌ بِالْمَعْرُوْفِ نَهْیٌ عَنِ الْمُنْكَرْ کی شرعی ذمہ داری کو پورا فرماتے تھے، حضرت والا اس شرعی ذمہ داری کو پورا فرمانے میں کسی کی تھوڑی بھی رورعایت نہیں فرماتے نہ ہی جان بوجھ کر غفلت اور چشم پوشی سے کام لیتے خواہ بڑا ہو یا چھوٹا، عالم ہو غیر عالم، مالدار ہو یا غریب غرض کہ ہر وقت آپ کی نظر لوگوں کی رہنمائی، اخلاقی تربیت اور اصلاح معاشرہ پر ہوتی تھی، یہی وجہ ہے کہ جو آپ کی بافیض صحبت وسنگت میں دو چار بار رہنے کی سعادت پاجاتا اس کی زندگی میں انقلاب برپا ہو جاتا، بے شرع سے باشرع، بے نمازی سے نمازی بن جاتا اور بے راہ روی کو چھوڑ کر اچھی روش اختیار کرلیتا، اس طرح حضرت والا کی مختصر اور سادہ تبلیغ نے ہزاروں لاکھوں کی زندگی کو سنوار دیا، اور گم گشتگان راہ کو ہدایت پر چلا دیا وللہ الحمد.

سوال سے اجتناب:۔ دنیاوی ضرورت کے لئے کسی سے کچھ مانگنا، سوال کرنا بلا عذر ناپسندیدہ کام ہے، حضور اکرم سید عالم ﷺ نے بغیر کسی مجبوری کے سوال کرنے کی ممانعت فرمائی ہے اس لئے بعض صحابہ کرام رضوان اللہ تعالی علیہم اجمعین کسی سے کچھ مانگنے میں اتنے محتاط تھے کہ سواری کی حالت میں کوڑا ہاتھ سے چھوٹ کر

گر جاتا تو خود گھوڑے سے اتر کر اٹھا لیتے مگر کسی سے یہ نہ کہتے تھے کہ کوڑا اٹھا کر دو، نیز تقویٰ کے اوصاف میں سے ایک وصف یہ بھی ہے کہ حتی الوسع سوال سے بچا جائے، اس تناظر میں اگر حضور سرکار مفتئ اعظم علیہ الرحمۃ والرضوان کی کتاب زندگی کا مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہو جائیگا کہ حضور والا کی محتاط تقویٰ شعار زندگی کتنی پاکیزہ تھی۔

۱۹۵۸ء تک تقریباً چار سال اور فراغت کے بعد ۱۹۵۹ء سے لیکر ۱۹۷۴ء تک سال میں ایک دو بار پندرہ بیس دن بلکہ مہینہ دو مہینے تک تبلیغی دوروں میں فقیر راقم الحروف کو مرشد گرامی وقار علیہ الرحمہ کی خدمت گذاری کا موقعہ ملا، اس طویل عرصہ میں بہت کم ایسا ہوا کہ حضرت والا نے کوئی چیز کسی سے باندازِ سوال طلب فرمائی ہو، جب آپ کو کسی چیز کی ضرورت ہوتی تو اس انداز سے اسکا اظہار فرماتے کہ سننے والا سمجھ لیتا کہ اس وقت سرکار کو کس چیز کی ضرورت ہے اور اس حسن طلب میں سوالیہ لفظ بھی نہیں ہوتا مثلاً وضو کرنا ہے تو فرماتے "نماز پڑھنی ہے وضو کرنا چاہیئے" پیاس محسوس ہوتی تو فرماتے "پیاس معلوم ہو رہی ہے" سونا چاہتے تو فرماتے "نیند آ رہی ہے" خط بنوانا ہوتا تو فرماتے "بال بڑھ گئے ہیں نائی آ جاتا تو اچھا تھا" اس طرح بڑے محتاط اور خوبصورت انداز میں اپنی ضرورت کا اظہار فرماتے تھے۔

حضور مفتئ اعظم اور برہان ملت کی دلچسپ گفتگو: ۱۹۵۶ء کی بات ہے کہ خلیفۂ اعلیٰ حضرت حضور برہان ملت مفتی برہان الحق صاحب قبلہ مفتئ اعظم مدھیہ پردیش جبل پور عرس رضوی شریف میں شرکت کی غرض سے بریلی شریف حاضر ہوئے حضور سیدی سرکار مفتئ اعظم علیہ الرحمہ نے آپ کے قیام کیلئے اپنے رہائشی مکان کی سہ دری میں انتظام کروایا تھا سہ دری کے صحن میں ایک تخت ہمیشہ بچھا رہتا تھا، مغرب کی نماز کے بعد دونوں بزرگ اسی تخت پر تشریف فرماتے تھے، اور چار پانچ دوسرے لوگ کرسیوں پر بیٹھے ہوئے دونوں حضرات کی گفتگو سن رہے تھے، راقم الحروف مجیب

اشرف رضوی بھی وہاں حاضر ہوا، پہلے سے دونوں حضرات کیا گفتگو کر رہے تھے معلوم نہیں جب میں وہاں پہنچا تو حضور برہان ملت علیہ الرحمہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ ''آپ اگر اس وقت طلب فرماتے تو انتظام ہو جاتا'' حضور مفتیٔ اعظم علیہ الرحمہ یہ سن کر مسکرائے اور فرمایا ''مولانا مجھے کسی سے کچھ طلب کرنا پسند نہیں میں تو گھر میں بھی کھانا مانگ کر نہیں کھاتا، اپنی شادی کے روز پورا دن بھوکا رہا، صبح ناشتہ کیلئے مکان کے اندر گیا کافی دیر تک انتظار کیا، شادی کی ہمہ ہمی میں کسی کو میرا خیال نہیں آیا کہ مجھے ناشتہ کرائے میں یونہی باہر آ گیا، دوپہر کے وقت اندر گیا اس وقت بھی کسی کو میرا خیال نہ آیا بغیر کھائے واپس آ گیا، عشاء کے بعد جب مکان میں گیا تو گھر کی خادمہ نے کہا کہ میاں آ گئے ہیں ان کو کھانا کھلا دو، اس وقت کھانا نصیب ہوا، اللہ اکبر کیا شان تھی ہمارے مرشد گرامی کی، بھوکا رہنا گوارہ مگر مانگنا گوارہ نہیں،

ع خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

حضور سیدی سرکار مفتیٔ اعظم علیہ الرحمہ کی بات سن کر حضرت برہان ملت آب دیدہ ہو گئے اور کچھ دیر تک سر جھکائے اس طرح خاموش بیٹھے رہے جیسے کسی گہری سوچ میں ہیں، پھر سر اٹھا کر فرمایا حضور! یہ آپ ہی کا حصہ ہے، عظیم باپ کے عظیم بیٹے کو استغناء کی عظیم وراثت ملی ہے، انھیں جملوں پر مجلس برخواست ہو گئی اور حضرت والا گھر میں تشریف لے گئے۔

عالم ربانی کی زندگی مستند کتاب ہے:۔ حضور سیدی سرکار مفتیٔ اعظم علیہ الرحمہ، ہمیشہ نماز پنجگانہ باجماعت مسجد رضا محلہ سوداگران میں ادا فرماتے تھے، اور اکثر مسجد آ کر وضو فرمایا کرتے تھے اس وقت مسجد رضا میں ہینڈ پمپ تھا جس سے لوگ مٹی کے لوٹے میں پانی بھر کر وضو کیا کرتے تھے، حضرت قبلہ جب مسجد تشریف لاتے تو ہینڈ پمپ سے خود ہی پانی بھر کر وضو فرما لیا کرتے تھے، اگر کوئی دیکھ لیتا تو آپ کے

ہاتھ سے لوٹا لیکر پانی بھر دیا کرتا تھا، مگر حضرت والا نے کبھی کسی سے پانی لانے کی فرمائش نہیں کی۔

راقم الحروف ایک روز حسب معمول فتاوے سنانے کے لئے اپنی مسجد ملوکپور بذریہ کی مسجد سے عصر کی نماز کے بعد حضرت والا کی خدمت میں حاضر ہوا، اس وقت حضرت قبلہ دولت کدہ سے مسجد تشریف لیجا رہے تھے، فقیر بھی ساتھ ہولیا، میں نے لوٹے میں پانی بھر کر خدمت میں حاضر کر دیا حضرت نے کمال احتیاط کے ساتھ وضو فرمایا، جب حضرت قبلہ وضو فرما رہے تھے تو میں سوچ رہا تھا کہ حضرت قبلہ مکان سے وضو کر کے کیوں نہیں تشریف لائے، وضو سے فارغ ہونے کے بعد میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ کچھ لوگ دیکھ کر سیکھتے ہیں میں سمجھ گیا کہ میرے دل میں جو وسوسہ پیدا ہوا تھا یہ اسکا جواب ہے، عصر کی جماعت تیار تھی حضرت نے باجماعت نماز ادا فرمائی اور بیٹھک میں آ کر رونق افروز ہوئے، میں فوراً اوپر جا کر دارالافتاء سے فتاوے لیکر حاضر ہوا اور حضرت کے پاس رکھی ہوئی کرسی پر فتاوے سنانے کے لئے بیٹھ گیا، اس وقت حضرت نے میری طرف دیکھ کر فرمایا، علماء کی عملی زندگی عوام کے لئے مستند کتاب ہوتی ہے جس کو ہر شخص آسانی کے ساتھ پڑھ سکتا ہے اس لئے عالم کی زندگی اسلامی اعمال و کردار کا نمونہ ہونا چاہیئے تاکہ اس کے گرد و پیش پر خوشگوار اثرات مرتب ہوسکیں، فرمایا کہ انسانی بدن میں جو حیثیت دل کی ہے وہی حیثیت قوم کے بیچ عالم دین کی ہے، دل بگڑا تو بدن بگڑ گیا، دل سنبھلا تو بدن سنبھل گیا، اسی طرح عالم بہکا قوم بہک گئی عالم اچھا ملا قوم سدھر گئی۔

حضرت والا کی اس گفتگو میں جہاں علماء کرام کے لئے درس عمل ہے وہیں حضرت نے یہ بھی سمجھا دیا کہ میں مسجد میں آ کر وضو اس لیئے کرتا ہوں کہ لوگ میرے وضو کو بار بار دیکھیں اور وضو کے صحیح طریقے کو سیکھیں، سچ ہے بڑوں کے کام حکمت سے

خالی نہیں ہوتے، گھر سے وضو کر کے مسجد جانا فضیلت ہے مگر لوگوں کی تعلیم اور اصلاح کی نیت سے مسجد آ کر وضو کرنا افضل تر ہے، جس کا درجہ فضیلت سے بہت بلند ہے، حضرت والا کے ہر کام میں عزیمت کی جلوہ گری ہوتی تھی ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاءُ، یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہتا ہے عطا فرماتا ہے۔

دسترخوان کے آداب:۔ آج معاشرہ میں دسترخوان کی کوئی قدر و قیمت باقی نہیں رہی، اس کو کپڑے کا ایک معمولی ٹکڑا سمجھا جاتا ہے، اکثر دیکھا جاتا ہے کہ بچھے ہوئے دسترخوان پر بلا جھجک چلنے میں مضائقہ نہیں سمجھا جاتا، جبکہ اکثر دسترخوان پر اشعار وغیرہ لکھے ہوتے ہیں اور ان میں اللہ، خالق اور رزاق وغیرہ اسماء باری تعالیٰ مرقوم ہوتے ہیں ایسے دسترخوان کا ادب واجب اور بیحرمتی گناہ و ناجائز ہے،

حضور سیدی سرکار مفتئ اعظم علیہ الرحمہ نے لکھے ہوئے دسترخوان پر کبھی کھانا تناول نہیں فرمایا، ایسے دسترخوان کو فوراً اٹھوا دیتے اور فرماتے ان حروف کا ادب بھی ضروری ہے، اسی پر برتن رکھے جائیں گے، کھا کر ہڈیاں ڈالی جائیں گی، جوٹھے ہاتھ پوچھے جائیں گے، اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ، یہاں تک کہ سادہ دسترخوان کا ادب بھی ملحوظ فرماتے، کسی کو اس پر پاؤں رکھتے یا چلتے ہوئے دیکھتے تو سخت ناراض ہوتے اور اپنی ناگواری کا اظہار کرتے ہوئے فرماتے کہ لوگوں کو اتنا بھی خیال نہیں آتا کہ جس پر اللہ تعالیٰ کا رزق کھایا جاتا ہے اسکو پاؤں سے روندتے ہیں دسترخوان پر چلنے سے رزق کی برکت اٹھالی جاتی ہے، بغیر لکھے ہوئے سرخ رنگ کا دسترخوان پسند فرماتے تھے۔

دسترخوان پر رکھی ہوئی چیزوں میں سے اسی کو تناول فرماتے جو آپ کے سامنے ہوتی، دائیں بائیں رکھی ہوئی چیزوں میں سے کبھی کچھ لینا پسند نہ فرماتے تھے، آپ کی پسندیدہ چیز ہی کیوں نہ ہو، کھانا تناول فرمانے میں نفاست اور سلیقہ مندی کا خاص لحاظ

فرماتے تھے، چھوٹے چھوٹے لقموں کو تین انگلیوں کے سہارے دہن مبارک میں اس
طرح رکھتے کہ منہ زیادہ کھولنا نہ پڑے نہ ہی روٹی کا ٹکڑا یا چاول کا کوئی دانہ نیچے گرنے
پائے اگر اتفاق سے کچھ گر گیا تو اٹھا کر تناول فرمالیتے، کیوں کہ یہی سنت ہے جب کہ
آج لوگ اس کو ناپسند کرتے ہیں، العیاذ باللہ تعالیٰ، دسترخوان کی چیزوں میں
سے کسی کو کچھ دینا پسند نہ فرماتے تھے، اگر کسی نے آپ کے بچے ہوئے کھانے کو آپ
سے تبرکاً مانگا تو آپ پہلے صاحب خانہ میزبان سے اجازت لیتے پھر عنایت فرماتے،
کیوں کہ دسترخوان پر رکھی ہوئی چیزیں شرعاً مہمانوں کی ملک نہیں، مہمان خود کھانے کا
حق رکھتا ہے اس میں سے کسی کو کچھ دینے کا اختیار نہیں رکھتا، اور غیر کی ملک میں مالک
کی اجازت کے بغیر تصرف کرنا شرعاً منع ہے، حضرت والا کے احتیاط کا عالم یہ تھا کہ
دسترخوان پر کھانا تناول فرمانے کے لئے تشریف فرما ہوتے تو جب تک صاحب خانہ
کی طرف سے کھانے کی اجازت نہ ہوتی کھانا شروع نہ فرماتے، دسترخوان پر بیٹھنے
والوں میں اگر کوئی صاحب جلد بازی کرتے ہوئے میزبان کی اجازت سے پہلے کھانا
شروع کر دیتے تو آپ کو ناگوار گذرتا اور بسا اوقات ایسی حرکت کرنے والے کو تیز
نگاہوں سے دیکھتے، اسی طرح جب کوئی شخص مرید ہونے کیلئے حاضر ہوتا اور فاتحہ کیلئے
ساتھ میں شیرینی بھی لاتا اور مرید ہونے والے کئی لوگ ہوتے تو مرید کرنے کے بعد
دریافت فرماتے کہ شیرینی کس کی ہے، جو کہتا کہ میری ہے اسکو دیدیا کرتے تھے، اگر
دوسرے مرید ہونے والے کو دینے کا ارادہ فرماتے تو شیرینی والے سے پہلے اجازت
لیتے پھر عنایت فرماتے۔

سیدی سرکار حضور مفتئ اعظم علیہ الرحمہ اس عظیم باپ کے فرزند خوش خصال تھے
جس کی حیات طیبہ کا ہر لمحہ سنت نبوی کی پاسداری اور شریعت محمدی کی طرف داری میں
گذرا، یہاں تک کہ امام احمد رضا علیہ الرحمہ ایک دعوت میں تشریف لے گئے کھانا

کھانے کے بعد آپ کو شوربہ نوش فرمانے کی خواہش ہوئی تو آپ نے پہلے صاحب خانہ سے شوربہ پینے کی اجازت لی پھر نوش فرمایا، کیوں کہ شوربہ روٹی وغیرہ سے کھانے کیلئے ہوتا ہے نہ کہ پینے کیلئے، کسی چیز کا استعمال مالک کی منشاء کے خلاف کرنا شرعاً درست نہیں اس لئے اعلیٰحضرت امام احمد رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے شوربہ نوش فرمانے کیلئے صاحب خانہ سے اجازت طلب فرمائی حضور سرکار مفتیٔ اعظم علیہ الرحمہ اپنے والد گرامی سیدنا امام احمد رضا علیہ الرحمہ کے علمی اور روحانی اثاثے کے سچے وارث تھے سچ ہے " اَلْوَلَدُ سِرٌّ لِأَبِيْهِ" سپوت بیٹا اپنے باپ کے اخلاق و کردار کا آئینہ ہوتا ہے۔

آپ کے پسندیدہ کھانے:۔ حضور سیدی مفتیٔ اعظم علیہ الرحمہ کے پسندیدہ کھانے اور مرغوب غذا کے تعلق سے جو مجھے معلوم ہے اسکا ذکر کر دینا مناسب جانتا ہوں، آپ نے کبھی کسی کھانے کو عیب نہیں لگایا نہ اس کے تعلق سے اپنی ناپسندیدگی کا اظہار فرمایا، کیونکہ حضور اکرم ﷺ نے کھانے کو عیب لگانے سے منع فرمایا ہے، اگر پسند ہے تو کھالو ورنہ مت کھاؤ مگر یہ نہ کہو کہ اچھا نہیں ہے ایسا ویسا ہے، دعوتوں میں اکثر دیکھا گیا ہے، کہ کھانا اگر پسند نہیں آیا تو اس میں دس قسم کے عیب نکالنا شروع کر دیتے ہیں، لوگوں کو ایسا کرنے سے باز رہنا چاہیئے۔

حضرت والا کھانے میں سادہ چاول، سادی روٹی یا پھلکا پسند فرماتے تھے، تیل یا گھی میں بنی ہوئی روٹی، پراٹھا اور پوری کم استعمال فرماتے تھے، اسی طرح پلاؤ بریانی بھی کم تناول فرماتے، سالن میں شوربے دار گوشت زیادہ مرغوب تھا، اکثر روٹی کو شوربے میں بھگو لیتے اور پھر اس کو مسل کر ثرید بنا لیتے اور شوق سے تناول فرماتے، سفر کے دوران اکثر یہ خدمت فقیر راقم الحروف انجام دیتا، حضور اکرم سید عالم ﷺ کو ثرید بہت مرغوب تھی، محبوب کی پسند عاشق کی پسند ہوتی ہے، حضرت والا بھنا ہوا گوشت بھی

پسند فرماتے تھے، سبزیوں میں کدو (لوکی) جو گوشت یا دال میں پکایا گیا ہو اور سوئے میتھی کی بھاجی آپکو بہت پسند تھی، اسی طرح دہی سے بنی ہوئی کڑھی گرم گرم بڑے شوق سے نوش فرماتے تھے اور پیتے وقت سبحان اللہ، سبحان اللہ بھی فرماتے تھے، تیز ہری مرچ کی چٹنی آپ کو حد درجہ مرغوب تھی روٹی کے ساتھ اس طرح تناول فرماتے جیسے سبزی، اور کبھی کبھی حلوے کی طرح چمچہ سے استعمال کرتے، میٹھے میں دودھ سے بنی ہوئی فیرنی اور پھلوں میں انگور، تربوز، پپیتا، اور انجیر زیادہ پسند فرماتے تھے مشروبات میں شربت روح افزا اور سادہ سوڈا استعمال فرماتے چائے خوب گرم اور پانی انتہائی ٹھنڈا نوش فرماتے تھے، گرمیوں کے موسم میں برف کو کچل کر گلاس میں بھر دیا جاتا تھا پھر آپ اسکو چوس چوس کر پیتے تھے۔

ایک بار حضرت والا جبل پور تشریف لائے تھے ایک صاحب کے مکان پر بعد نماز عشاء دعوت تھی، سرکار برہان ملت علیہ الرحمہ بھی دعوت میں تشریف فرما تھے، کھانے کے بعد مہمانوں کی خدمت میں چائے پیش کی گئی، چائے خوب گرم نہیں تھی اور اس میں شکر بھی کم تھی، چائے کی چسکی لینے کے بعد حضرت والا نے برہان ملت کی طرف دیکھ کر فرمایا ''چائے لب سوز بھی ہونا چاہیئے اور لب دوز بھی'' یہ سن کر برہان ملت نے فرمایا ''لبریز بھی ہونا چاہیئے'' ان دونوں بزرگوں نے بڑی خوبصورتی کے ساتھ اپنی اپنی پسند کا اظہار فرمایا۔

سرکار مفتیٔ اعظم علیہ الرحمہ کو خوب گرم اور میٹھی چائے پسند تھی خواہ آدھا کپ ہی کیوں نہ ہو اور سرکار برہان ملت علیہ الرحمہ کو گرم، میٹھی چائے کے ساتھ کپ بھی چائے سے لبریز یعنی لبالب ہونا پسند تھا اس لئے سرکار مفتیٔ اعظم علیہ الرحمہ نے ''لب سوز، لب دوز'' فرمایا یعنی چائے اتنی گرم ہو کہ لبوں میں سوزش محسوس ہو اور میٹھی اتنی ہونی چاہیئے کہ ہونٹ آپس میں چپکنے لگیں، اور سرکار برہان ملت نے فرمایا ''لب سوز، لب

دوز کے ساتھ اتنی زیادہ ہونا چاہئے کہ کپ لبالب ہو، تا کہ پینے کا مزہ آ جائے۔

انداز تناول طعام :۔ حضرت العلام مقتدائے انام سیدی سرکار مفتئ اعظم علیہ الرحمۃ والرضوان کا ہر کام شاندار، ہر انداز سنت نبوی کا آئینہ دار اور ہر ادا سے اقتدائے رسول آشکار تھی آپ کے کھانا تناول فرمانے کا انداز بھی بہت پیارا تھا، جب کھانے کیلئے بیٹھتے تو بایاں پاؤں زمین پر بچھا دیتے اور دایاں پاؤں کھڑا رکھتے، اور بڑا عربی رومال جو ہمیشہ آپ کے پاس ہوتا تھا اس کو گھٹنے اور رانوں پر اس طرح ڈال لیتے کہ کھاتے وقت شوربہ وغیرہ کے قطرات اگر ٹپکیں تو کپڑے خراب نہ ہوں، صاحب خانہ کی اجازت کے بعد بسم اللہ شریف پڑھ کر داہنے (سیدھے) ہاتھ سے سامنے رکھی ہوئی روٹی کو اٹھاتے اور بائیں ہاتھ میں پکڑتے پھر سیدھے ہاتھ سے روٹی سے ایک چھوٹا ٹکڑا توڑتے اور سامنے رکھے ہوئے سالن میں احتیاط سے تر کرتے اگر روٹی پر سالن اتنا لگ گیا ہے کہ منہ تک لقمہ لے جانے تک شوربے کے قطرات ٹپک سکتے ہیں تو تھوڑا توقف فرماتے کہ سالن کے قطرات دسترخوان یا کپڑے پر نہ گریں، پھر بِسْمِ اللہ شریف اور بِسْمِ اللّٰهِ الَّذِیْ لَا یَضُرُّ مَعَ اِسْمِهٖ شَیْءٌ فِی الْاَرْضِ وَلَا فِی السَّمَاءِ وَهُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ، پڑھ کر لقمہ کو دہن مبارک میں اس طرح رکھتے کہ منہ زیادہ کھلنے نہ پائے اور لقمہ چباتے وقت نہ چبانے کی آواز آتی نہ ہی منہ کھلتا، کھانا اچھی طرح چبا کر کھاتے، ہر لقمہ منہ میں رکھنے سے پہلے کچھ پڑھتے پھر منہ میں رکھتے، روٹی کے بعد چاول، وغیرہ دوسری کوئی چیز جب کھانے کا ارادہ فرماتے تو پہلے بِسْمِ اللہ شریف پڑھتے پھر تناول فرماتے، اکثر کھانے کے درمیان پانی نوش فرمایا کرتے تھے، کھانے کے بعد بھی تھوڑا پانی استعمال فرماتے تھے، کھانے سے پہلے اور بعد میں دونوں ہاتھوں کو گٹوں تک اچھی طرح دھوتے تھے، پھر تین بار کلی فرماتے، کلی فرماتے وقت داڑھی مبارک کو بائیں ہاتھ سے گلے کی طرف دبا دیا کرتے تا کہ کلی کا

پانی داڑھی شریف پر نہ بہے، اس ادا میں نفاست کے ساتھ داڑھی شریف کا ادب بھی ہے، کھانے سے پہلے ہاتھ دھو کر رومال یا تولیہ وغیرہ سے پوچھنا پسند نہ فرماتے، البتہ کھانے کے بعد ہاتھوں کو دھو کر ضرور پوچھتے تھے، بعد تناول طعام ہاتھوں کو صابن سے دھونا پسند فرماتے تھے، مگر لائف بوائے صابن کبھی استعمال نہیں فرماتے تھے، غالباً اس کی بو آپکو ناپسند تھی، ایک پر تکلف دعوت میں ہاتھ دھونے کے لئے لائف بوائے پیش کیا گیا تو آپ نے فرمایا،، کھانا اتنا اچھا اور صابن اتنا بدبودار، پھر لکس صابن پیش کیا گیا اس سے آپ نے ہاتھ دھویا، آپ کی عادت مبارکہ تھی کہ کھانے کے بعد ہاتھ دھو کر رومال سے اتنا پوچھتے کہ ہاتھ میں پانی کی نمی باقی رہے پھر دونوں ہاتھوں کو بِسۡمِ اللہ شریف اور درود پاک پڑھ کر چہرے اور داڑھی پر پھیرتے،

دستر خوان پر جتنے لوگ کھانے میں شریک ہوتے جب لوگ کھانے سے فارغ ہو لیتے تب آپ ہاتھ دھوتے ورنہ کھانا کھا لینے کا انتظار فرماتے، کھانے سے فارغ ہونے کے بعد ہاتھ دھونے سے پہلے آپ یہ دعاء پڑھا کرتے تھے، اَلۡحَمۡدُ لِلّٰهِ الَّذِیۡ أَطۡعَمَنَا وَسَقَانَا وَجَعَلَنَا مِنَ الۡمُسۡلِمِیۡنَ اَللّٰهُمَّ ارۡزُقۡنَا وَارۡزُقۡهُمۡ رِزۡقاً حلاَ لاً طَیِّباً وَاسِعاً مُّبَارَکاً فِیۡهِ کَمَا تُحِبُّ وَتَرۡضٰی بِرَحۡمَتِكَ یَا اَرۡحَمَ الرّٰاحِمِیۡنَ وَصَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَصَحۡبِهٖ أَجۡمَعِیۡنَ،،

پسندیدہ لباس۔ اللہ تعالیٰ کچھ لوگوں کو پیدائشی طور پر ایسا بانکپن عطا فرماتا ہے کہ ان کے بدن پر ہر لباس سجتا اور جچتا نظر آتا ہے، حضور مرشد گرامی سیدی سرکار مفتیٔ اعظم علیہ الرحمہ خوبصورت پر کشش اور باوقار شخصیت کے مالک تھے، آپ خَلق کے اعتبار سے حسین وشکیل اور خُلق کے اعتبار سے کریم وجمیل تھے، لوگ اچھے لباس پہن کر اچھے لگتے ہیں مگر حضور سیدی جس لباس کو زیب تن فرماتے وہ لباس اچھا لگنے لگتا، لباس خواہ قیمتی ہو یا سستا، شاندار ہو یا سادہ، بہرحال وہ اچھا لگتا تھا، سر اقدس پر عمامہ شریف ایسا

بھلا معلوم ہوتا تھا، جیسے عمامہ اسی ہستی کے لئے بنایا گیا ہے۔

سر مبارک پر اکثر بھاگلپوری عمامہ کبھی کبھار دوسرے رنگ اور کپڑے کا عمامہ بھی استعمال فرماتے تھے، عمامہ کے نیچے دوپلیا سفید ٹوپی کبھی سادہ کبھی ایمرائیڈری کی ہوئی ہوتی، سفید چکن کا کرتہ، جسکی لمبائی آدھی پنڈلی تک ہوتی، کرتے کے نیچے بنیان کا استعمال کرتے ہوئے میں نے کبھی نہیں دیکھا، کرتے کے اوپر رنگین پھولدار ساٹن کی خوبصورت صدری، سفید چھالٹی یا لٹھے یا کیٹی کا علیگڑھی پائجامہ جو ٹخنوں سے اوپر ہوتا، زیب تن فرماتے تھے، جب کسی پروگرام میں جانا ہوتا تو جبہ شریف کا استعمال فرماتے تھے، جبہ کی بناوٹ شیروانی کی طرح ہوتی جس کے چاک پورے کھلے ہوتے تھے، اور سات یا آٹھ بٹنیں لگی ہوتیں، سب بٹنوں کو بند فرماتے کبھی چاک کھلے نہ رکھتے، پاؤں میں سلیم شاہی خوبصورت جوتیاں ہاتھ میں عصا مبارک اور بائیں ہاتھ میں بڑا عربی رومال جو عموماً کلائی پر رکھا ہوا ہوتا تھا، سردیوں کے موسم میں اونی کپڑے کا کرتا اور جبہ، اور پاؤں میں موزہ استعمال فرماتے تھے، سردیوں کے علاوہ دوسرے موسم میں موزہ نہیں پہنتے تھے، چپل اور جوتے کا استعمال کرتے ہوئے میں نے نہیں دیکھا، لنگی کا استعمال غسل وغیرہ کے علاوہ نہیں کرتے سوتے وقت پورے کپڑے پہن کر آرام فرماتے تھے ٹوپی اتار کر سرہانے رکھ دیتے تھے، اور کبھی ٹوپی پہنے ہوئے بھی سوجایا کرتے تھے، یہ تھے میرے شیخ کے ملبوسات''

ٹیلیفون پر بات کرنا پسند نہیں فرماتے تھے:۔ حضور سیدی سرکار مفتئ اعظم علیہ الرحمہ ٹیلیفون پر بات چیت کرنا پسند نہیں فرماتے تھے، اکثر ایسا ہوا کہ آپ کسی عقیدت مند کے یہاں تشریف لے گئے اور اس نے عرض کیا کہ حضور! بریلی شریف ٹیلیفون کر کے خیر خیریت معلوم فرمالیں تو آپ انکار فرمادیتے اور فرماتے فون پر بات چیت کرنے پر بھی پیسے لگتے ہیں بلا ضرورت گورنمنٹ کو پیسے کیوں دیئے جائیں، اللہ

اکبر کس خوبی کے ساتھ مسلمانوں کو فضول خرچی سے باز رہنے کا سبق سکھا رہے ہیں، اللہ تعالیٰ اس خیر خواہِ امت کے اقوال واعمال سے سنی مسلمانوں کو دینی عبرت حاصل کر نے کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

حضور والا کو میں نے پوری زندگی میں ایک بار فون پر بات کرتے ہوئے دیکھا ہے، ہوا یہ کہ حضور سرکار مفتئ اعظم علیہ الرحمہ حسب معمول عرس سلامی میں شرکت کیلئے جبل پور تشریف لائے ہوئے تھے، ایک روز بریلی شریف سے خبر آئی کہ چھوٹی بی صاحبہ (یعنی ہم سب کی مخدومہ پیرانی اماں) کی طبیعت ناساز ہوگئی ہے، اس خبر سے حضرت قبلہ کچھ پریشان سے ہوگئے، حضور برہان ملت علیہ الرحمہ نے حضرت قبلہ کے اضطراب کو بھانپ لیا اور عرض کیا کہ حضور! نیچے تشریف لے چلیں مطب (دواخانے) میں فون ہے بریلی شریف خود بات فرمالیں، حضرت قبلہ تشریف لے گئے اور بذریعہ فون مخدومہ پیرانی اماں سے بات چیت فرمائی وہ بھی مشکل سے ۳۰ سکنڈ اور بس۔

دھوکہ شاہ کی کہانی مفتئ اعظم کی زبانی:۔ راقم الحروف فقیر محمد مجیب اشرف رضوی بریلی شریف میں جن دنوں زیر تعلیم تھا تو روزانہ بعد نماز عشاء ساڑھے دس گیارہ بجے محلہ سوداگران حضرت والا کے در دولت پر اکتساب فیض کے لیئے حاضر ہوتا تھا، جب سب لوگ چلے جاتے اور بیٹھک میں حضرت قبلہ تنہا رہ جاتے اس وقت خادم اپنے مخدوم مکرم کے سر میں تیل ڈال کر مالش کرتا اور حضرت کتب بینی میں مصروف ہوجاتے اور کبھی کبھی فقیر سے باتیں بھی فرماتے، ایک روز مالش کرتے کرتے سر میں داہنے طرف ایک باریک لکیر نظر آئی جیسے کبھی کسی دھاردار چیز سے زخم ہوگیا تھا پھر زخم ٹھیک ہونے کے بعد نشان باقی رہ گیا ہے، میں نے حضرت والا سے پوچھا حضور! یہ نشان کیسا ہے؟

حضرت قبلہ نے میرا سوال سن کر فرمایا اس کے ساتھ ایک تاریخ وابستہ ہے،

میں نے عرض کیا وہ کیا؟ آپ نے فرمایا کہ بریلی شریف میں ایک مجذوب صفت بزرگ تھے لوگ ان کو دھوکہ شاہ کہتے تھے، میں نے عرض کیا ان کو دھوکہ شاہ کہنے کی کیا وجہ تھی؟ فرمایا اس لیئے کہ جو بات وہ کہتے تھے اسکا نتیجہ الٹا ہوتا، اگر کسی طالب علم نے پوچھا کہ میں امتحان میں پاس ہونگا یا نہیں، اگر کہتے کہ جا پاس ہوجایگا تو وہ فیل ہوجاتا اگر کہتے فیل ہوجایگا تو پاس ہوجاتا، اس لیئے لوگ ان کو دھوکہ شاہ کہتے تھے، پھر فرمایا کہ جب میری عمر چار پانچ سال کی تھی اس وقت، بعد نماز عصر اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ حسب معمول لوگوں سے ملاقات کے لیئے پھاٹک میں تشریف فرماتے، بہت سے علماء وعمائد کرسیوں پر بیٹھے تھے لوگ سوالات پیش کرتے اعلیٰ حضرت ان کو جوابات مرحمت فرماتے، اسی دوران اس طرف سے دھوکہ شاہ کا گزر ہوا یہ بھی کھڑے ہوگئے اور اعلیٰ حضرت کی طرف متوجہ ہوکر زور سے کہا السلام علیکم مولوی صاحب اعلیٰ حضرت نے سلام کا جواب دیا، دھوکہ شاہ وہیں زمین پر پالتھی مار کر بیٹھ گئے اعلیٰ حضرت نے فرمایا کرسی پر بیٹھیئے، مگر وہ وہیں بیٹھے رہے اور کہا میں بھی تم سے کچھ پوچھنا چاہتا ہوں جواب دوگے؟ اعلیٰ حضرت نے فرمایا ان شاء اللہ۔

دھوکہ شاہ نے کہا کہ اچھا یہ بتاؤ کہ ہمارے حضور کی حکومت زمین وآسمان دونوں جگہوں پر ہے یا صرف زمین یا صرف آسمان پر ہے، اعلیٰ حضرت نے فرمایا بعطاء الٰہی حضور اکرم سید عالم ﷺ کی حکومت زمین وآسمان ہر جگہ ہے، دھوکہ شاہ نے کہا مگر زمین پر معلوم ہوتی ہے آسمان پر نہیں معلوم ہوتی، اعلیٰ حضرت نے قرآن وحدیث کے دلائل سے ثابت کر دیا کہ حضور ﷺ کی سلطنت زمین وآسمان ہر جگہ ہے، پھر دھوکہ شاہ نے کہا کہ ٹھیک ہے مگر ہم کو آسمان میں حضور کی حکومت نہیں معلوم ہوتی، یہ سن کر عاشق صادق کی ایمانی غیرت کو جلال آگیا اور پر جلال آواز میں مزید دلائل پیش فرمائے دھوکہ شاہ کھڑے ہوگئے اور کہا مولوی صاحب تم ناراض ہوگئے اچھا ہم

چلتے ہیں یہ کہہ کر دھوکہ شاہ چلے گئے۔

حضرت قبلہ نے فرمایا کہ اس وقت میں دوسرے بچوں کے ساتھ چھت پر چلا گیا کہ اچانک میرا پیر پھسلا اور میں نیچے گر پڑا جس کی وجہ سے سر میں شدید چوٹ آ گئی، گھر والے دوڑے اور مجھے اٹھا کر چار پائی پر لٹا دیا بے تحاشہ زخم سے خون نکل رہا تھا اعلیٰ حضرت کو اس حادثہ کی خبر دی گئی، آپ بھی اندر تشریف لائے اتنے میں گھر کی خادمہ نے ہماری دادی جان سے کان میں کہا کہ بڑے مولانا (اعلیٰ حضرت) دھوکہ شاہ سے حجت کر رہے تھے وہ ناراض ہو کر چلے گئے، اس لیئے یہ حادثہ پیش آیا، اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ ماجدہ بہت ناراض ہوئیں اور غصے میں کہنے لگیں کہ تم کسی بھی پیر فقیر سے الجھ جاتے ہو دیکھو مصطفیٰ رضا کا کیا حال ہو گیا، یہ دھوکہ شاہ کی ناراضگی کا نتیجہ ہے، اعلیٰ حضرت نے سر جھکائے ہوئے ماں کو جواب دیا کہ مادر مہربان سن لیجئے احمد رضا وہی کہتا ہے جو حق ہے کسی کی ناراضگی کی پرواہ نہیں کرتا، ایک مصطفیٰ رضا نہیں ہزاروں بیٹے عظمت مصطفیٰ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر قربان ہیں، اعلیٰ حضرت نے یہ کہا اور پھر پھاٹک میں جا کر بیٹھ گئے اور حسب سابق لوگوں کے سوالوں کے جوابات اسی انشراح کے ساتھ عنایت فرماتے رہے کسی کو اس حادثہ کی ہوا بھی لگنے نہیں دی، اتنے میں پھر دھوکہ شاہ آ گئے اور کہا السلام علیکم مولوی صاحب جو تم نے کہا وہی حق ہے حضور کی حکومت زمین و آسمان ہر جگہ ہے، جاؤ مصطفیٰ رضا کو کچھ نہیں ہوگا،، اتنا کہہ کر دھوکہ شاہ چلے گئے، دو دن میں میرا زخم بھی ٹھیک ہو گیا یہ اسی زخم کا نشان ہے۔

تبصرۂ فقیر بر قصۂ دلپزیر:۔ مذکورہ بالا واقعہ سے چند باتیں ذہن میں آئیں جن کو ذکر کر دینا مناسب سمجھتا ہوں، سب سے پہلی بات یہ سمجھ میں آئی کہ مجدد وقت اپنے زمانہ میں مرجع خلائق ہونے کے ساتھ اس زمانہ کے تمام علماء کرام و اولیاء عظام کا مقتداء و امام ہوتا ہے، خواہ وہ سالکین میں سے ہوں یا مجذوبین میں سے

ہوں، سب اس کی بارگاہ سے فیض پاتے ہیں، کیونکہ وہ شریعت وطریقت کے علوم ورموز کا ماہر وعارف ہوتا ہے، اس کے علم ونظر کی رسائی وہاں تک ہوتی ہے، جہاں بڑے بڑوں کے ذہن کی پہنچ نہیں ہوتی۔

دیکھیے دھوکہ شاہ کی نظر اوران کا علم جس حقیقت کو نہ پاسکا مجدد زماں امام احمد رضا علیہ الرحمہ نے اپنے خداداد علم وعرفان کے نور سے دھوکہ شاہ کی نگاہوں کے آگے پڑے ہوئے پردے کو ہٹادیا کہ وہ کہنے پر مجبور ہوگئے کہ ''مولوی صاحب تم نے جو کہا وہی حق ہے''

حضور ﷺ کی حکومت زمین وآسمان میں ہر جگہ ہے،، وللہ الحمد،

دوسری بات یہ بھی معلوم ہوئی کہ امام احمد رضا علیہ الرحمہ کے عشق رسول اور تصلب فی الدین کا امتحان تھا جس میں ہمارے امام پورے طور پر کامیاب ہوگئے، اپنے پائے ثبات میں ذرہ برابر لغزش تک نہ آنے دی، ایسے کربناک وقت میں امام احمد رضا نے اپنی مادر مہربان کو جو جواب دیا ہے وہ آپ کے عشق رسول میں سرشاری اور فنائیت کی کھلی دلیل ہے، مادر مہربان ایک مصطفیٰ رضا نہیں ہزاروں مصطفیٰ رضا عظمت مصطفیٰ ﷺ پر قربان کرسکتا ہوں، سچ فرمایا ۔

کروں تیرے نام پہ جاں فدا نہ بس ایک جاں دو جہاں فدا
دو جہاں سے بھی نہیں جی بھرا کروں کیا کروروں جہاں نہیں

گویا سیدنا امام احمد رضا علیہ الرحمہ اپنے اس ایمانی کردار سے لوگوں کو حدیث پاک لَا یُؤمِنُ أَحَدُکُمْ حَتّٰی أَکُوْنَ أَحَبَّ اِلَیْہِ کی عملی تفسیر سمجھا رہے ہیں کہ تم میں سے کوئی اس وقت تک مومن کامل نہیں ہوسکتا جب تک کہ حضور اکرم جان عالم ﷺ اس کے نزدیک اس کے ماں باپ، آل واولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہوں، مسلک اعلیٰ حضرت کے ماننے والو! آؤ اور اپنے امام کے حسن کردار کا جلوہ دیکھو

اور درس عبرت حاصل کرو۔

تیسری بات یہ ہے کہ مجذوب جذب کی کیفیت میں بھی عظمت رسول ﷺ کے تعلق سے جب کچھ بولتا ہے تو بہت محتاط ہو کر بولتا ہے، دھوکہ شاہ نے یہ نہیں کہا کہ حضور کی حکومت آسمان میں نہیں ہے، اگر یہ کہتے تو حقیقت کا انکار لازم آتا، ایسا کہنے کے بجائے انہوں نے یہ کہا کہ حضور کی حکومت ہم کو آسمان میں نہیں معلوم ہوتی،، اس کہنے میں انہوں نے اپنی معلومات کی نفی کا اظہار کیا ہے، اور ظاہر ہے کہ کسی کا کسی چیز کے بارے میں نہ معلوم ہونا اس چیز کے عدم وجود کی دلیل نہیں ہے، اکثر ایسا ہوتا ہے کہ ایک چیز کے بارے میں کسی کو کچھ بھی معلوم نہیں ہوتا ہے مگر وہ چیز حقیقت میں موجود ہوتی ہے، کیونکہ عدم علم عدم شئی کو لازم نہیں،

مارہرہ شریف کے مجذوب کا ارشاد:۔ فقیر راقم الحروف محمد مجیب اشرف رضوی جب بریلی شریف دارالعلوم مظہر اسلام میں زیر تعلیم تھا اس وقت مارہرہ شریف کے رہنے والے ایک مجذوب بزرگ جو نسباً سید تھے اور خانوادۂ مارہرہ کے سادات سے تعلق رکھتے تھے، ان کا کیا نام تھا معلوم نہیں لوگ ان کو سید صاحب کہتے تھے، وہ کبھی کبھی بریلی شریف تشریف لایا کرتے تھے حضور سیدی سرکار مفتئ اعظم علیہ الرحمہ ان کا بہت احترام فرماتے تھے، مکان کے اندر سے خود کھانا لاتے اور اپنے پاس بیٹھا کر ان کو کھانا کھلاتے تھے، گلاس میں پانی بھر کر پیش فرماتے تھے، اور روانگی کے وقت کچھ نذر بھی پیش فرماتے تھے۔

یہی بزرگ ایک روز اچانک بریلی شریف تشریف لائے، اس وقت حضور مفتئ اعظم علیہ الرحمہ کہیں باہر تشریف لے گئے تھے، اس لیئے حضرت قبلہ کی بیٹھک بند تھی، بیٹھک کے باہر چبوترے پر آکر سید صاحب پالتھی مار کر بیٹھ گئے، اتفاق سے اس وقت میں بھی وہاں پہنچ گیا اور اندر سے حضرت والا کے داماد حضرت ساجد میاں صاحب قبلہ

مہتمم دار العلوم مظہر اسلام مسجد بی بی جی باہر تشریف لائے اور سید صاحب کو سلام کیا اور فوراً اندر جاکر آپ نے بیٹھک کا دروازہ کھولا اور سید صاحب سے گذارش کی کہ حضور اندر تشریف لاکر کرسی پر بیٹھیں، یہ سن کر فرمایا میاں اس سے اچھی جگہ کہاں ہوگی، یہاں سے میری گورنمنٹ کا گزر ہوا کرتا ہے، اس سے اونچی کرسی کون سی ہوسکتی ہے؟ ساجد میاں صاحب نے بہت زیادہ اصرار کیا مگر وہ وہیں بیٹھے رہے، اور بار بار کہتے جارہے تھے، یہ میری گورنمنٹ کی گزرگاہ ہے، حضور مفتی اعظم علیہ الرحمہ نمازوں کے لئے جاتے وقت اسی جگہ سے گزرتے تھے، میں نے ساجد میاں صاحب سے پوچھا گورنمنٹ کس کو کہہ رہے ہیں، فرمایا حضور مفتی اعظم کو یہ صاحب گورنمنٹ کہتے ہیں،

ساجد میاں صاحب نے سید صاحب سے کہا آپ میرے ساتھ اندر تشریف لے چلئے کھانا تیار ہے کھالیجئے، فرمایا، گورنمنٹ کھلائے گی تو کھاؤنگا یہ کہا اور وہاں سے فوراً اٹھے اور تیزی سے قدم بڑھاتے ہوئے چلدیئے، ہم لوگ دیکھتے ہی رہ گئے، سبحان اللہ کیا شان ہے سیدی سرکار مفتی اعظم علیہ الرحمہ کی، ایک سیدزادہ مجذوب آپ کو گورنمنٹ کہکر لوگوں کو بتارہاہے، کہ اس وقت کنٹرولنگ پاور حضور مفتی اعظم علیہ الرحمہ کے پاس ہے وللہ الحمد۔

نماز جنازہ کے لئے مجذوب کی وصیت:۔ اسی زمانے کی بات ہے بریلی شریف میں ایک مجذوب تھے، لوگ انہیں ''ذرہ شاہ'' کہتے تھے، شہر سے باہر سنسان علاقوں میں گھومتے پھرتے رہا کرتے تھے، لوگوں سے ملنا پسند نہیں کرتے تھے، اتفاق سے کسی کی ملاقات ہوگئی تو ہوگئی، البتہ کبھی کبھی دو ڈھائی بجے رات میں شہر کی گلی کوچوں میں گھومتے پھرتے نظر آجایا کرتے تھے، اور فجر سے پہلے شہر سے باہر چلے جایا کرتے تھے، شہر میں جب بھی آتے محلہ سوداگران ضرور جاتے، اور اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار پاک کی طرف منہ کر کے سلام پیش کرتے اور فوراً روانہ ہوجاتے

تھے، جب ان کے وصال کا وقت قریب آیا تو اپنے معتقدوں سے وصیت کرتے ہوئے فرمایا کہ ''میرے جنازہ کی نماز مصطفیٰ میاں پڑھائیں گے'' اس وصیت کے دوسرے روز آپ کا انتقال ہوگیا، جب حضور سیدی مفتیٔ اعظم علیہ الرحمہ کو اس کی اطلاع دی گئی تو حضرت تشریف لے گئے اور ذرہ شاہ علیہ الرحمہ کے جنازہ کی نماز پڑھائی، فقیر راقم الحروف دو بار ان کی زیارت سے مشرف ہوا۔

سید صاحب مجذوب:۔ بریلی شریف میں پرانے شہر کے رہنے والے ایک سید صاحب تھے غالباً ان کا نام سید عبد الرحمن تھا، بڑے نیک صوم وصلوۃ کے پابند خاموش طبیعت تھے، سر پر لکھنوی دو پلیا ٹوپی، سفید ململ کا کرتہ، چوڑے پائینچے کا پاجامہ زیب تن کیا کرتے تھے، ذرہ شاہ کے انتقال کے بعد اچانک ان پر جذب کی کیفیت طاری ہوگئی، نتیجہ یہ ہوا کہ گھر بار سب کچھ چھوڑ کر شہر میں ادھر ادھر گھومتے پھرتے رہا کرتے تھے، نہ کسی سے بات کرتے نہ ہی کسی سے کچھ مانگتے، اگر کسی نے کچھ پیش کیا تو قبول کر لیا کرتے تھے، ان کا معمول تھا کہ جب حضور سرکار مفتیٔ اعظم علیہ الرحمہ اپنی بیٹھک میں تشریف فرما ہوتے تو باہر آ کر چپ چاپ کھڑے ہو جاتے حضرت والا اس زمانہ میں ایک روپیہ عطا فرماتے، سید صاحب لیکر چلے جاتے۔

ان کی عادت تھی کہ راستہ چلتے چلتے کسی مسجد میں تشریف لیجاتے، ہینڈ پمپ سے پانی لوٹے یا بالٹی میں بھرتے اور کھڑے کھڑے سر پر ڈال لیا کرتے تھے، سخت سے سخت سردی کے موسم میں بھی ایسا ہی کیا کرتے نہ ٹوپی سر سے اتارتے نہ کرتا پھر انہیں بھیگے کپڑوں میں مسجد کے کسی حصے میں کھڑے ہو جاتے اور بڑی تیزی کے ساتھ نمازیں پڑھنا شروع کرتے دس منٹ میں پندرہ بیس رکعتیں پڑھ لیا کرتے تھے، کبھی کبھی تو آدھا گھنٹہ ایک گھنٹہ تک مسلسل پڑھتے جاتے تھے، یہاں تک کہ بھیگے کپڑے سوکھ جاتے تھے، دن میں کئی بار ایسا کرتے تھے، شام کا کھانا ہمیشہ حضرت والا کے

مکان پر آکر کھاتے اور وہیں سہ دری میں سو جاتے، جب جسمانی طور پر بہت کمزور ہو گئے تو اسی سہ دری میں مستقل قیام فرمالیا اور وہیں وصال ہوا۔

حضور مفتئ اعظم اور منصور بابا:۔ تاج الاولیاء حضرت بابا تاج الدین ناگپوری علیہ الرحمہ کی ذات بابرکات محتاج تعارف نہیں، ہندوستان کے مجذوب اولیاء کرام میں آپکا مرتبہ بہت بلند ہے، حضرت بابا صاحب علیہ الرحمہ جذب کی حالت میں ہونے کے باوجود علماء شریعت اور مشائخ طریقت کا بہت ادب فرماتے تھے، بابا صاحب کے دیکھنے والوں کی زبانی میں نے خود سنا ہے کہ جب کوئی عالم دین حضرت کی ملاقات کے لئے تشریف لیجاتے تو بابا صاحب پہلے ہی سے کہنا شروع کر دیتے کہ ''ارے بھاگو شریعت والا آرہا ہے، اگر ستر کھلا رہتا فوراً ڈھانپ لیتے تھے۔

بابا صاحب کبھی کبھی ناگپور کے راجہ رکھو کی شاہی بگھی میں سوار ہو کر شہر کا چکر لگایا کرتے تھے، بگھی کے ساتھ ہزاروں لوگوں کی بھیڑ ہوتی تھی جب آپ محلہ شطرنجی پورہ بڑی مسجد کے پاس سے گذرتے تو بگھی سے اتر جاتے اور سر جھکائے ادب کے ساتھ پیدل چلنے لگتے جب کچھ دور پہنچتے پھر بگھی میں سوار ہوتے یہ اس لیئے کہ یہاں حضرت سیدنا سید محمود بغدادی قیام پذیر تھے جو زبردست عالم شریعت اور شیخ طریقت تھے، آپ کا مزار مقدس بڑی مسجد شطرنجی پورہ میں آج بھی زیارت گاہ عام وخواص موجود ہے اور بابا صاحب کا مزار پرانوار تاج آباد شریف میں مرجع خلائق ہے۔

حضرت بابا تاج الدین علیہ الرحمہ کے وصال کے بعد ناگپور کی تاریخ میں کوئی نہ کوئی مجذوب صفت شخصیت ظاہر ہوتی رہی ہے اسی سلسلہ مجذوبین کی ایک کڑی منصور بابا بھی ہیں، جو عرصہ تک باحیات رہے اور خلق خدا ان سے فیض حاصل کرتی رہی بات بالکل نہیں کرتے تھے صرف ہوں، ہاں اور اشاروں سے کام لیتے تھے، چائے، پان اور سگریٹ بہت شوق سے استعمال کرتے تھے، گرمی سردی ہر موسم میں اکثر ایک لنگی

پہنے رہتے تھے اوراوپر کا حصہ کھلا رہتا تھا، ہر دوسرے تیسرے روز سر پر استرا پھرواتے تھے بال بالکل بڑھنے نہیں دیتے تھے، منصور بابا کا رنگ ڈھنگ عجیب تھاان کی ہرادا پیاری انکا ہرانداز نرالا تھا، اللہ تعالیٰ ہی ان کے احوال کو خوب جانتا ہے کہ وہ کیا تھے۔

ہمیشہ میں نے یہ دیکھا کہ حضور سرکار مفتئ اعظم علیہ الرحمہ جب بھی ناگپور تشریف لاتے تو منصور بابا اتنا خوش ہو جاتے، جیسے ان کی عید کا دن ہے، اور حضرت والا کی قیام گاہ کے اردگرد ٹہلتے رہتے، اور آنے جانے والے کا ہاتھ پکڑ کر حضرت کی قیام گاہ کی طرف اشارہ کر کے گویا حکم دیتے کہ جا کر انکی زیارت کرو، اگر کوئی نہ جاتا تو اس کو دھکا دیکر بھگاتے اور اپنی ناراضگی کا اظہار فرماتے۔

ایک مرتبہ حضرت العلام مفتی عبدالرشید خاں صاحب بانی جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور علیہ الرحمہ کی دعوت پر جامعہ کے سالانہ دستار بندی کے اجلاس میں شرکت کیلئے حضور مفتئ اعظم علیہ الرحمہ ناگپور تشریف لائے، آپکی تشریف آوری کے روز جہاں ریلوے اسٹیشن پر مریدین معتقدین سینکڑوں کی تعداد میں موجود تھے وہیں منصور بابا بھی تشریف فرما ہو گئے تھے اور پلیٹ فارم پر ادھر ادھر بھاگ دوڑ کر رہے تھے جیسے اپنے آنے والے معزز مہمان کے اعزاز میں کسی خاص تیاری میں مصروف ہیں، جیسے ہی ٹرین آئی اور حضرت قبلہ پلیٹ فارم پر آکر کھڑے ہوئے اس وقت منصور بابا دور کھڑے خوشی میں جھومتے اور ہنستے جا رہے تھے، جب حضرت اسٹیشن سے باہر کار میں بیٹھنے کیلئے گاڑی کے پاس آئے تو منصور بابا کو دیکھ کر حضرت قبلہ مسکرائے اور سلام کیا، منصور بابا نے حضرت کو کار میں بیٹھنے کا اشارہ کیا، حضرت کار میں بیٹھ گئے اور فرمایا ان کو بھی بیٹھا لیجئے مگر بابا نے بیٹھنے سے انکار کر دیا، وہاں سے حضرت والا اپنی قیام گاہ جامعہ عربیہ تشریف لائے تو دیکھا گیا کہ منصور بابا پہلے سے یہاں موجود ہیں اور کار کا

دروازہ خود کھول کر حضرت قبلہ کو نیچے اترنے کا اشارہ کیا، جس دن ناگپور سے حضرت کی روانگی تھی بابا منصور صاحب بہت افسردہ نظر آرہے تھے، اسٹیشن جانے کیلئے جب حضرت کار میں بیٹھے تو منصور بابا کار کے آگے اس طرح آکر کھڑے ہو گئے گویا حضرت قبلہ کو جانے دینا نہیں چاہتے تھے، حضرت نے فرمایا ان سے کہہ دیجئے کہ ہم پھر آئیں گے جیسے ہی حضرت نے یہ فرمایا بابا آگے سے ہٹ کر کنارے کھڑے ہو گئے اور حضرت تشریف لے گئے: ماشاء اللہ مجذوب حضرات بھی سرکار مفتئ اعظم علیہ الرحمہ کی قدر و منزلت خوب جانتے تھے۔

دار العلوم امجدیہ کے سنگ بنیاد کا روحانی منظر:۔ فقیر راقم الحروف محمد مجیب اشرف رضوی نے یکم ذوقعدہ ۱۳۸۵ھ مطابق ۲۳ر فروری ۱۹۶۶ء چہار شنبہ (بدھ) کے روز دار العلوم امجدیہ ناگپور قائم کیا، شروع میں تین ماہ دار العلوم امجدیہ بڑی مسجد شطرنجی پورہ ناگپور آستانہ حضرت سیدنا بغدادی صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ پر چلا پھر ایک سال تک مسجد کھدان نعل صاحب چوک میں درس و تدریس کا سلسلہ جاری رہا اس کے بعد گانجہ کھیت چوک پر کرایہ کا مکان لیکر دار العلوم کو اس میں منتقل کر دیا گیا، پھر اس کرائے کے مکان سے متصل جناب الحاج شیخ عبد السبحان صاحب مرحوم فروٹ مرچنٹ رئیس اعظم ناگپور کا ایک پلاٹ تھا جس کو ان کے صاحبزادگان نے دار العلوم کیلئے بلا معاوضہ دیدیا ۱۹۷۱ء میں اسی پلاٹ پر دار العلوم امجدیہ کی عمارت کا سنگ بنیاد رکھا گیا۔

سنگ بنیاد کی تقریب کو برکت و زینت بخشنے کے لئے حضور سیدی سرکاری مفتئ اعظم علیہ الرحمۃ والرضوان اور حضور برہان ملت مفتی برہان الحق صاحب علیہ الرحمہ کو زحمت دی گئی تھی، دونوں حضرات وقت مقررہ پر تشریف لائے، سنگ بنیاد کی تقریب بڑی شان و شوکت کے ساتھ منائی گئی، مقامی علماء کرام، ائمہ مساجد اور معززین شہر

بڑی تعداد میں شریک ہوئے، دونوں بزرگوں کی شرکت نے جلسہ کو نور ونکہت سے معمور کردیا ہر طرف نور ہی نور نظر آرہا تھا، جلسہ کا وقت صبح دس بجے سے دوپہر ایک بجے تک تھا، دس سے گیارہ بجے تک قرأت، نعت خوانی اور تقریری پروگرام چلا، ٹھیک گیارہ بجے دونوں بزرگوں کے دستہائے مبارک سے رسم سنگ بنیاد ادا کی گئی، اس وقت منصور بابا بھی تشریف لائے اور دونوں بزرگوں کے بعد منصور بابا نے ہاتھ میں کودال لی اور زور سے زمین پر مارا پھر وہاں سے نکل کر سڑک پر آگئے،

سنگ بنیاد کے بعد حضور سیدی سرکار مفتئ اعظم علیہ الرحمہ نے جیب سے پچیس روپے نکال کر حضرت العلام مفتی غلام محمد صاحب قبلہ کو عنایت فرمائے اور ارشاد فرمایا کہ یہ میری طرف سے دار العلوم کی تعمیر کے لئے ہے، اس کے بعد حضور برہان ملت علیہ الرحمہ نے پندرہ روپئے عنایت فرمائے اس کے بعد حاضرین کی طرف سے امدادی رقم آنی شروع ہوئی، اچانک منصور بابا مجمع کو چیرتے ہوئے تشریف لائے اور دو روپے کا نوٹ حضور مفتئ اعظم کے ہاتھ میں دیتے ہوئے اشارہ کیا کہ یہ میری طرف سے ہے، حضرت والا منصور بابا کی اس پیاری ادا کو دیکھ کر مسکرائے اور حضرت مفتی غلام محمد صاحب سے فرمایا لیجئے ان کا چندہ بھی آگیا، اس طرح بیالیس روپے کی گرانقدر رقم تین بزرگوں کی عطا کردہ دار العلوم امجدیہ کے تعمیری فنڈ میں حاصل ہوئی وللہ الحمد علی ذلك، میرا خیال ہے کہ دار العلوم امجدیہ ناگپور ہندوستان کا واحد خوش نصیب ادارہ ہے جس کے تعمیری فنڈ میں دو سالک اور ایک مجذوب بزرگ نے چندہ دیا ہے۔

سنگ بنیاد کی رسم کو ادا کرنے کے بعد فقیر راقم الحروف نے مختصراً دار العلوم امجدیہ ناگپور کے قیام کی ضرورت اور اس کے اغراض ومقاصد کو بیان کیا، اس کے بعد حضرت العلام مفتی غلام محمد خان صاحب قبلہ نے تفصیل کے ساتھ علم دین کی فضیلت و

ضرورت پر روشنی ڈالتے ہوئے دار العلوم امجدیہ کے آئندہ منصوبوں کو بیان فرمایا، پھر حضور سرکار برہان ملت علیہ الرحمہ نے دعائیہ کلمات سے نوازا، اور اراکین ادارہ اور ناگپور کے سنی مسلمانوں کو دار العلوم کے قیام پر مبارکباد پیش فرمائی اور لوگوں کو ادارہ کی امداد کی طرف توجہ دلائی، اس کے بعد ساڑھے بارہ بجے صلاۃ وسلام ہوا، آخر میں حضور سیدی سرکار مفتیٔ اعظم ہند علیہ الرحمہ نے رقت آمیز دعاء فرمائی، حضرت نے دعائیہ کلمات میں خاص طور سے فرمایا ''الٰہی اس دار العلوم امجدیہ کو مسلک حقہ مسلک اہل سنت کا مضبوط قلعہ بنادے، الحمد للہ اس مقبول دعاء کا یہ نتیجہ ہے کہ الجامعۃ الرضویہ دار العلوم امجدیہ ناگپور صوبہ مہاراشٹر کے علاوہ مدھیہ پردیش، چھتیس گڑھ، اڑیسہ، آندھرا، کرناٹک اور گجرات کے لئے مسلک اہلسنت یعنی مسلک اعلیحضرت کا واقعی مضبوط قلعہ ہے، اللہ تعالیٰ اپنے حبیب لبیب سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صدقہ میں اس ادارہ کے فیضان علمی کو ہمیشہ جاری وساری رکھے اور حاسدین کے نگاہ بد سے محفوظ فرمائے آمین۔

مرید کرنے کا طریقہ:۔ حضور سیدی سرکار مفتیٔ اعظم علیہ الرحمۃ والرضوان کے پاس مرید ہونے والے مرد ہوتے تو ان کو سامنے بٹھاتے اور عورت ہوتی تو اسکو پردہ میں بیٹھنے کا حکم فرماتے، کبھی کسی عورت کو بے پردہ مرید نہیں فرماتے، مرید ہونے والوں سے فرماتے دوزانو اس طرح بیٹھو جیسے قعدہ میں بیٹھتے ہو، پھر فاتحہ پڑھ کر مشائخ سلسلہ عالیہ قادریہ برکاتیہ رضویہ کی ارواح طیبات کو ایصال ثواب کرتے، اگر مرید ہونے والا ایک شخص ہے تو اس کے داہنے ہاتھ کو اپنے داہنے ہاتھ میں اور بائیں ہاتھ کو اپنے بائیں ہاتھ میں پکڑتے اور اگر کئی لوگ ہیں تو بڑا رومال یا کوئی کپڑا پھیلا دیتے اور فرماتے کہ بایاں ہاتھ کپڑے کے نیچے رکھ کر اس پر داہنا ہاتھ رکھو اسی طرح عورتوں کے ہاتھوں میں کپڑا پکڑا دیتے پھر کلمات خیر کی تلقین فرماتے

کلمات تلقین:۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ۔لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوۡلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَسَلَّمۡ یَا اَللّٰہُ یَارَحۡمٰنُ یَا رَحِیۡمُ، دِلِ مَارَا کُن مُسۡتَقِیۡمۡ، بِحَقِّ اِیَّاکَ نَعۡبُدُ وَاِیَّاکَ نَسۡتَعِیۡنُ، یَا اَللّٰہُ یَارَحۡمٰنُ یَا رَحِیۡمُ یَا لَطِیۡفُ یَا نُوۡرُ یَا حَقُّ یَا ھَادِیُ یَا مُبِیۡنُ، یَا اَللّٰہُ یَارَحۡمٰنُ یَا رَحِیۡمُ،

میں توبہ کرتا ہوں رمیں توبہ کرتی ہوں (عورت کے لئے)، اپنے گناہوں سے میری توبہ قبول فرما، نیکیوں کی توفیق دے برائیوں سے بچا شریعت پر چلا، اہل سنت کے مذہب پر قائم رہونگا ر رہونگی (عورت کے لئے)، بدمذہبوں سے بچتا رہوں گا ر رہوں گی (عورت کے لئے)، نماز روزے ہر فرض ہر واجب کو اللہ کی توفیق سے ان کے وقتوں پر ادا کرتا رہوں گا رکرتی رہونگی (عورت کے لئے)، گناہوں سے بچتا رہونگا ربچتی رہونگی (عورت کے لئے)، خاص کر جھوٹ، غیبت، بدی، بدمذہب کی صحبت، گانے بجانے سے دور رہونگا ر رہونگی (عورت کے لئے)، عورتوں سے مزید یہ کہلواتے نامحرم کے سامنے بے پردہ آنے سے بچتی رہوں گی، پھر فرماتے، میں نے اپنا ہاتھ پیران پیر، پیر دستگیر بڑے پیر صاحب، سیدنا غوث اعظم، شیخ عبد القادر جیلانی محبوب سبحانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ میں دیا، الٰہی مجھے غوث پاک کے سچے مریدوں میں، غلاموں میں رکنیزوں میں (عورت کے لئے) قبول فرما قیامت کے دن ان کے گروہ میں اٹھا، آمین یا رب العلمین۔

مندرجہ بالا کلمات کی تلقین کے بعد ہاتھ کو چھوڑ دیتے اور فرماتے دعاء کے لئے ہاتھ اٹھاؤ، پھر یوں دعاء فرماتے، اَللّٰھُمَّ ثَبِّتۡنَا وَثَبِّتۡھُمۡ عَلَی الۡاِسۡلَامِ وَعَلَی السُّنَّۃِ وَالۡجَمَاعَۃِ ۔ اَللّٰھُمَّ نَوِّرۡ قُلُوۡبَنَا وَقُلُوۡبَھُمۡ بِنُوۡرِ الۡاِیۡمَانِ وَبِنُوۡرِ الۡعِرۡفَانِ وَبِنُوۡرِ الۡاِیۡقَانِ ۔ اگر ایک مرد ہوتا تو " قُلُوۡبَھُمۡ " کی جگہ " قَلۡبَہٗ " دو

ہوتے تو "قُلُوْبُهُمَا" ایک عورت کے لئے "قَلْبُهَا" اور دو کے لئے "قُلُوْبُهُمَا" اور تین یا تین سے زائد کے لئے "قُلُوْبُهُنَّ" فرماتے تھے اس کے بعد، وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ سَيِّدِنَا وَمَوْلٰينَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ، پڑھ کر دونوں ہاتھوں کو منہ پر پھیر لیا کرتے تھے، اگر شیرینی ہوتی تو اس میں سے کچھ شیرینی لانے والے کو دیکر فرماتے آپ خود ہی کھائیے اگر دوسروں کو دینا ہوتا تو شیرینی لانے والے سے اجازت لیکر دوسروں کو عنایت فرماتے، اس لئے کہ تقویٰ اور احتیاط شرعی کا تقاضہ یہی ہے کہ دوسرے کی ملک میں بلا اجازتِ مالک تصرف نہ کیا جائے، جبکہ تبرک اسی لئے ہوتا ہے کہ لوگوں میں تقسیم کیا جائے، مگر حضرت والا یہاں بھی احتیاط فرماتے تھے۔

کچھ یادیں کچھ باتیں

اللہ رے تیری قدرت:۔ حضرت العلام مفتی غلام محمد خانصاحب قبلہ ہر سال ۱۰ ر شوال المکرم کو ناگپور میں بسلسلہ جشن ولادت اعلیٰ حضرت عظیم البرکت امام احمد رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک عظیم الشان جلسہ کا اہتمام فرمایا کرتے تھے، یہ جلسہ مومن پورہ جامع مسجد کے گراؤنڈ میں ہوا کرتا تھا جس میں ہزاروں کی تعداد میں لوگ دور دراز علاقوں سے شریک ہوا کرتے تھے، اس تاریخی اجلاس میں ملک کے مقتدر علماء کرام و مشائخ عظام کو مدعو کیا جاتا تھا ۱۹۶۲ء میں حضور سیدی سرکار مفتئ اعظم علیہ الرحمہ اور حضور محدث اعظم ہند علیہ الرحمہ ان دو بزرگوں کو شرکت کی زحمت دی گئی دونوں حضرات نے کرم فرماتے ہوئے اپنی منظوری سے نوازا۔

چنانچہ وقت مقررہ پر یہ اجلاس حضور مفتئ اعظم علیہ الرحمہ کی سرپرستی اور حضور محدث اعظم علیہ الرحمہ کی صدارت میں منعقد ہوا، مقررین حضرات نے امام احمد رضا

رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پاکیزہ زندگی کے مختلف پہلوؤں اور آپ کے تجدیدی کارناموں پر بڑی تفصیل سے روشنی ڈالی، اس اجلاس میں مفکر اسلام حضرت مولانا قمرالزماں صاحب اعظمی بھی تشریف لائے تھے، اس میں علامہ نے جو تقریر کی وہ حاصل جلسہ تقریر تھی، اور آخر میں حضور محدث اعظم علیہ الرحمہ کا خطبۂ صدارت اور حضور مفتئ اعظم کے دعائیہ کلمات پر جلسے کا اختتام ہوا۔

دوسرے روز ہاوڑہ ممبئی میل سے دونوں بزرگوں کو ممبئی جانا تھا، دونوں حضرات کے مریدین و معتقدین کی کثیر تعداد اسٹیشن پر جمع ہوگئی، ٹرین آدھا گھنٹہ لیٹ تھی، پلیٹ فارم پر بنی ہوئی ایک بینچ پر دونوں حضرات تشریف فرما تھے، اچانک سامنے سے ساٹھ پینسٹھ سال کا غیر مسلم شخص گزرا جو بہت موٹا تگڑا تھا اس کی توند کافی سے زیادہ باہر نکلی ہوئی تھی، حضور محدث اعظم علیہ الرحمہ کی اس پر نظر پڑی فوراً برجستہ فرمایا ''اللہ رے تیری قدرت روح لاغر پر اتنی بڑی عمارت'' آپ کا خوبصورت بامعنی جملہ سن کر حضور مفتئ اعظم علیہ الرحمہ مسکرادیئے اور فوراً برجستہ فرمایا ''روحِ لاغر کی قید، قید احترازی ہے'' سبحان اللہ مزاح کا کتنا پاکیزہ ذوق ہے۔

اہل علم باذوق حضرات اس سے بہت محظوظ ہوئے ہونگے مگر بہت سے لوگوں کے پلے کچھ نہیں پڑا ہوگا۔ اس لئے اس کی تھوڑی تشریح کردینا مناسب ہوگا، پہلی بات یہ ہے کہ حضور محدث اعظم سید محمد جیلانی اشرفی کچھوچھوی علیہ الرحمہ خود بھی جسمانی اعتبار سے لحیم وشحیم بھاری بھرکم شخصیت کے مالک تھے، اور روحانی اعتبار سے مومن کامل، عالم شریعت اور عظیم شیخ طریقت تھے، ایسے حضرات کی روح لاغر نہیں بلکہ قوی تر ہوتی ہے، اور کافر کی روح لاغر اور کمزور ہوتی ہے، لاغر روح پر جسم کی اتنی بڑی عمارت کا قائم رہنا حیرت کی بات ہے، اس لئے حضور مفتئ اعظم علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ حضرت نے روح لاغر کہکر اپنے کو بچالیا۔ جو لفظ ایک جیسی دو چیزوں میں فرق وامتیاز پیدا کردے

اس لفظ کو قید احترازی کہتے ہیں۔

مفتئ اعظم اور مولانا جھر جھری:۔ حضرت مولانا حسن خاں جھر جھری، پیشاور مقام جھر جھر کے رہنے والے تھے، اس لئے ان کو جھر جھری کہا جاتا تھا، ان کی تعلیم لاہور میں ہوئی تھی، اچھے واعظ تھے، فارسی زبان کے ماہر تھے،، مثنوی شریف، دیوان حافظ وغیرہ کے ہزاروں اشعار زبانی یاد تھے، ماشاء اللہ آواز بہت پیاری اور پرسوز تھی، مثنوی شریف خوب پڑھتے تھے ان کو اقبالیات سے بڑا لگاؤ تھا بانگ درا اور بال جبرئیل کے حافظ تھے، اس کے علاوہ بہت سے خوبیوں کے مالک تھے، غرض کہ آپ کی شخصیت دلدار، مزیدار اور صدا بہار تھی ان کی ہر مجلس گل گلزار ہوتی تھی۔

حضرت مولانا جھر جھری صاحب تقسیم ہند سے پہلے ہی رائپور آ کر آباد ہو گئے تھے، جب ناگپور میں جامعہ عربیہ اسلامیہ قائم ہوا تو آپ اس سے متعلق ہو گئے اور آخر عمر تک جامعہ عربیہ ناگپور سے متعلق رہے، حضور سیدی سرکار مفتئ اعظم علیہ الرحمہ سے بڑی عقیدت رکھتے تھے حضرت والا بھی ان سے محبت فرماتے تھے، جب بھی مولانا حضرت والا کی خدمت میں حاضر ہوتے حضرت قبلہ ان کو دیکھ کر مسکرا دیتے اور اپنے پاس بٹھاتے، اگر وقت مناسب ہوتا تو ان سے نعت سنانے کی فرمائش کرتے، اور مولانا کبھی مثنوی شریف، کبھی مولانا جامی، حافظ شیرازی اور اعلیٰ حضرت کا کلام سناتے، مولانا جب کلام سناتے تو محفل پر کیف طاری ہو جاتا۔

ایک بار عرس سلامی کے موقعہ پر مولانا حسن خاں صاحب جبلپور پہنچے، اس وقت حضور مفتئ اعظم علیہ الرحمہ بھی وہیں تشریف فرما تھے بعد نماز عصر مولانا جھر جھری صاحب حضرت قبلہ کی ملاقات کی غرض سے آپ کی قیام گاہ پر حاضر ہوئے، اس وقت وہاں پر حضرت برہان ملت، شارح بخاری استاذ گرامی مفتی محمد شریف الحق صاحب اور حضرت العلام مفتی محمد رضوان صاحب قبلہ مفتی اندور بھی تشریف فرما تھے، حضرت قبلہ

برہان ملت علیہ الرحمہ نے مولانا سے کچھ سنانے کی فرمائش کی اس وقت مولانا نے حضرت مولانا جامی علیہ الرحمہ کا مندرجہ ذیل کلام سنایا، کلام سن کر حضور مفتئ اعظم علیہ الرحمہ اتنا روئے کہ آپ کی ریش مبارک تر ہوگئی، اس غزل کے تین اشعار مجھے یاد رہ گئے ہیں ملاحظہ فرمائیں ۔

ہر دم آیم بر درت با دیدۂ خونبار خویش
تا طفیل دیگراں بنمایم رخسار خویش

دیدنت دشوار و نہ دیدن ازاں دشوار تر
چہ کنم پیش کہ گویم قصۂ دشوار خویش

بزم وصلت جائے پاکان ست من ایشاں منم
چو سگانم جائے دہ در سائے دیوار خویش

ترجمہ:۔(۱) یارسول اللہ آپ کے در اقدس پر ہر بار اپنی خون برساتی آنکھوں کے ساتھ حاضر آتا ہوں، تاکہ دوسروں کے طفیل اپنا چہرہ آپکو دیکھا سکوں،

(۲) آپکا دیدار بہت مشکل ہے اور نہ دیکھنا اس سے زیادہ دشوار ہے، اب میں کیا کروں اپنی دشواری کا قصہ کس کے سامنے بیان کروں،

(۳) یارسول اللہ آپ سے شرفِ ملاقات حاصل کرنا بڑے بڑے پاکباز لوگوں کا مقام ہے اور میں ان لوگوں جیسا تو ہوں نہیں، بس اِتنا کرم فرما دیجئے کہ مجھ جیسے کتے کو اپنی دیوار مقدس کے سایہ میں تھوڑی جگہ عنایت فرمادیں، (اللہ اکبر)۔ جب مولانا حسن خان صاحب اشعار سنا چکے تو حضرت نے مولانا کو بہت دعائیں دیں اور دس روپے عنایت فرمائے جس کو مولانا نے عقیدت سے چوم کر حفاظت کے ساتھ اپنی شیروانی کے جیب میں رکھ لیا۔

اسی روز بعد نماز عشاء حضور سیدی مفتئ اعظم علیہ الرحمہ اور حضور برہان ملت کے

ہمراہ علماء کرام دستر خوان پر کھانا کھا رہے تھے اس وقت حضرت مفتی محمد رضوان صاحب قبلہ نے مولانا حسن خاں صاحب جھرجھری کی مدھ بھری سریلی آواز کے تعلق سے تبصرہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ اگر مولانا پردے کی آڑ سے پڑھیں تو دوسری صنف کا گمان ہونے لگے گا۔اس پر شارح بخاری مفتی محمد شریف الحق صاحب نے دوسرا جملہ چست کیا اور فرمایا کہ ''اگر یہ سامنے پڑھتے ہیں تو ایسا گمان ہوتا ہے اگر پس پردہ پڑھیں تب تو یقین ہو جائیگا کہ کوئی اور صنف پڑھ رہی ہے یہ سن کر سب لوگ مسکرا دیئے۔

ایک بار حضور سرکار مفتئ اعظم علیہ الرحمہ ناگپور تشریف لائے، آپ کا قیام حاجی عبدالکریم نور محمد فرم میں تھا، رات دس بجے کے قریب حضرت مولانا حسن خاں صاحب حضرت والا کی ملاقات کے لئے حاضر ہوئے، اسوقت حضرت قبلہ تعویذات لکھ رہے تھے، جب گیارہ بج گئے تو مولانا نے جانے کی اجازت چاہی حضرت نے فرمایا تشریف رکھیئے، چونکہ مولانا اس وقت بڑی مسجد شطرنجی پورہ میں امام بھی تھے صبح کو جلد اٹھنا ہوتا تھا اس لیئے تھوڑی دیر بعد پھر جانے کی اجازت طلب کی حضرت نے پھر فرمایا تشریف رکھیئے، مولانا بول پڑے ''آپ تو بڑے ظالم معلوم ہو رہے ہیں'' مولانا کا یہ جملہ سن کر حضرت قبلہ چونک گئے اور حاضرین کو بھی بہت برا لگا، مولانا نے فوراً سر نیاز جھکاتے ہوئے انتہائی ادب سے عرض کیا ''حضور! شاعر اپنے محبوب کو ظالم ستمگر اور جفا شعار ہی تو کہتا ہے'' اور لوگ برا نہیں مانتے، اس توجیہ کو سن کر لوگ مسکرا دیئے اور حضرت نے فرمایا آپ جانا چاہتے ہیں تو تشریف لیجائیے، پھر مولانا نے معذرت پیش کی اور تشریف لے گئے۔

مریضوں کی عیادت:۔ حضور سیدی سرکار مفتئ اعظم علیہ الرحمہ کی عادت کریمہ تھی کہ رشتہ داروں اور متعلقین میں سے کسی کی طبیعت ناساز ہوتی تو آپ اسکی عیادت

کے لیئے تشریف لیجاتے، ایک بار فقیر راقم الحروف طالب علمی کے زمانے میں سیڑھیوں سے پھسل کر گر گیا تھا جس کی وجہ سے سر میں کافی چوٹ آ گئی تھی، اس وقت ملوکپور بزریہ کی مسجد میں امامت کے فرائض انجام دے رہا تھا، جب سرکار مفتئ اعظم علیہ الرحمہ کو میرے گرنے کی خبر ہوئی تو حضور والا نے کرم فرماتے ہوئے فقیر کی عیادت کے لئے تشریف لائے، اسی طرح حضرت والا کے ایک مرید سیول اسپتال بریلی میں ایڈمیٹ تھے جب حضرت کو معلوم ہوا تو آپ ان کی عیادت کے لئے سیول اسپتال تشریف لے گئے۔

ایک مرتبہ حضرت والا سوراسٹ گجرات کے دورے پر تھے حضرت کو معلوم ہوا کہ حاجی عبدالشکور صاحب گونڈل والے کی طبیعت ناساز چل رہی ہے، حضرت اس وقت پوربندر میں تھے فرمایا کل جب راجکوٹ کے لئے جائیں گے تو حاجی عبدالشکور صاحب کو دیکھتے چلیں گے، چنانچہ اس کی خبر حاجی صاحب کو کردی گئی، پروگرام یہ تھا کہ پوربندر سے ایسے وقت روانگی ہو کہ گونڈل جاکر مغرب کی نماز ادا کی جائے، مگر روانگی میں اتنی تاخیر ہوگئی کہ بعد نماز عشاء روانگی ہوئی اور گونڈل ساڑھے بارہ ایک بجے پہنچ سکے حاجی عبدالشکور صاحب کے بنگلے پر جب ہم لوگ پہنچے تو وہاں حاجی صاحب کے علاوہ دو آدمی اور تھے جو حضرت قبلہ کے انتظار میں بیٹھے تھے، حضرت قبلہ اندر تشریف لے گئے اور دیکھتے ہی دیکھتے اتنی رات کو لوگ جمع ہو گئے۔ حضرت قبلہ کے تعلق سے میرا مشاہدہ ہے کہ جہاں بھی تشریف لے گئے اعلان ہوا ہو کہ نہ ہوا ہو آناً فاناً عقیدت مندوں کی بھیڑ جمع ہو جاتی تھی، حضور والا تھوڑی دیر تک وہاں بیٹھے پھر راجکوٹ کے لئے روانہ ہو گئے۔

۹۲ رسال عمر کی بشارت اور اشارۃً تصدیق:۔ حاجی عبدالشکور صاحب مرحوم حضرت والا کے ہم عمر تھے، اس لئے حضرت قبلہ سے فری ہو کر گفتگو کر لیتے تھے،

دوران گفتگو حاجی صاحب نے حضرت قبلہ سے عرض کیا کہ حضور آپ کے بڑے بھائی حضرت حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا صاحب علیہ الرحمہ کی ولادت کس سن میں ہوئی فرمایا سن بارہ سو بیانوے ۱۲۹۲ھ ہجری اور عیسوی سن تھا ۱۸۷۵ء، پھر حاجی صاحب نے عرض کیا حضور کی ولادت کس سن میں ہوئی فرمایا ۲۲/ ذی الحجہ ۱۳۱۰ھ ۱۸/ جولائی ۱۸۹۲ء میں، حضرت کا جواب سن کر حاجی صاحب نے فوراً کہا کہ بڑے بھائی صاحب کی پیدائش ہجری کے اعتبار سے ۹۲ میں ہوئی اور حضور کی پیدائش عیسوی کے اعتبار سے ۹۲/ میں ہوئی، اللہ تعالی حضور کی عمر خوب لمبی فرمائے مگر ہم لوگ بیانوے سال کی عمر تک حضور کی طرف سے مطمئن رہیں؟ یہ سن کر حضرت مسکرا دیئے، اور ہوا یہی کہ حضرت قبلہ کا وصال بیانوے سال کی عمر میں ہوا، یعنی ۱۳۱۰ھ میں ولادت شریف ہوئی اور ۱۴۰۲ھ میں وصال ہوا، اس طرح سن ہجری کے حساب سے کل عمر شریف ۹۲/ سال ہوئی اور حاجی عبدالشکور صاحب مرحوم کی بات جسکی تصدیق حضرت نے مسکرا کر فرمائی وہ سچ ثابت ہوئی اللہ تعالیٰ حاجی عبدالشکور صاحب کی مغفرت فرمائے اور سیدی سرکار حضور مفتئ اعظم علیہ الرحمہ کے روحانی فیوض و برکات سے تمام مسلمانان اہل سنت کو ہمیشہ حصہ وافر عطا فرمائے، اور مسلک اہل سنت پر مضبوطی کے ساتھ قائم رکھے آمین یارب العلمین۔

دعاء پر بے محل آمین کہنے کی اصلاح:۔ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ لوگ ایسے موقعہ پر بھی آمین بول دیتے ہیں جو آمین کہنے کا موقعہ نہیں ہوتا اس کا خیال رکھنا چاہیئے، ایک مرتبہ سیدی سرکار مفتئ اعظم علیہ الرحمہ تمسر ضلع بھنڈارہ (مہاراشٹر) تشریف لائے تھے، اور آپ کا قیام جناب الحاج محمد اسماعیل صاحب رضوی مالک خلیل اینڈ برادرس کے مکان پر تھا، حاجی صاحب کے مکان سے مسجد کافی دور ہے اس لئے نماز کا انتظام مکان پر ہی کیا گیا تھا، مغرب کی نماز کی امامت فقیر راقم الحروف نے

کی، نماز کے بعد دعاء مانگتے ہوئے میں نے پڑھا
"رَبَّنَا ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ "
تو لوگوں نے آمین کہا، دعاء کے بعد حضرت نے فرمایا یہ محل آمین کہنے کا نہیں ہے، اس لئے کہ اس ارشاد کا معنی ہے کہ اے ہمارے رب ہم نے اپنا آپ برا کیا، اور اگر تو ہم کو نہ بخشے اور ہم پر رحم نہ کرے تو ہم ضرور نقصان والوں میں ہوئے، اور آمین کا معنی ہے اے اللہ قبول فرما، تو جب یہ کہا گیا کہ ہم ضرور نقصان والوں میں ہوئے، تو آمین کہکر گویا یہ تمنا کی کہ اللہ اس کو قبول فرمائے۔

اسی طرح آکولہ کی کچھی مسجد میں امام صاحب نے دعاء مانگتے ہوئے پڑھا، "لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحَانَكَ اِنِّي كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ "لوگوں نے حسب عادت آمین کہا" حضرت نے فرمایا، اِنِّي كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ کے بعد آمین کہنا بے موقعہ ہے، اس لئے کہ اِنِّي كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ، کا معنی ہے بے شک میں ظالموں میں سے ہوں۔ حضور سیدی مفتیٔ اعظم علیہ الرحمہ ہمہ وقت لمحہ لمحہ شرعی حزم احتیاط کی طرف متوجہ رہتے تھے۔

حریص پر وقف سے منع: بعض امام حضرات کو سنا گیا ہے کہ سورہ توبہ کی آیت نمبر ۱۲۸ تلاوت کرتے ہوئے عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ، کو جب پڑھتے ہیں تو "حَرِيْصٌ" پر وقف کر کے سانس توڑ دیتے ہیں، حضور سرکار مفتیٔ اعظم علیہ الرحمہ فرماتے تھے "حَرِيْصٌ" پر وقف طبیعت پر گراں گذرتا ہے حَرِيْصٌ کے بجائے عَلَيْكُمْ پر وقف کرنا چاہیئے، کیونکہ حضور اکرم ﷺ کا وصف صرف "حَرِيْصٌ" نہیں ہے بلکہ "حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ ، حَرِيْصٌ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ ، حَرِيْصٌ عَلَى الطَّاعَةِ ہے۔

اللہ اللہ اب ایسا مخلص باریک بین مصلح کہاں، جس کی اصلاحی کرم نوازیوں نے

ہزاروں کج مج روش کو درست کر دیا۔

بے محل قال اللہ فی شان حبیبہ پڑھنے والے کی اصلاح:۔

ایک بار حضور سیدی سرکار مفتیٔ اعظم علیہ الرحمۃ والرضوان فاتحہ خوانی کی مجلس میں شرکت فرمائی۔ ایک صاحب فاتحہ پڑھتے ہوئے اخیر میں آیت درود پڑھنے سے پہلے یوں پڑھا، قال اللہ تعالیٰ فی شان حبیبہ الکریم، اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم ان اللہ و ملئکتہ یصلون علی النبی حضرت والا نے پڑھنے والے کو فوراً ٹوکا اور فرمایا معاذاللہ، معاذاللہ آپ نے قال اللہ فی شان حبیبہ کے فوراً بعد متصلاً اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم پڑھا کیا اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان اقدس میں معاذ اللہ اعوذ باللہ فرمایا ہے۔ آپ نے جو پڑھا اس کا ترجمہ یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کی شان میں فرمایا کہ میں پناہ مانگتا ہوں مردود شیطان سے بیشک اللہ اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر، آپ کی نیت میں خیر ہے پھر بھی توبہ کیجئے اور آئندہ اس طرح پڑھنے سے باز آیئے۔ قال اللہ فی شان حبیبہ پڑھنے کی ضرورت نہیں اعوذ باللہ کے بعد ان اللہ و ملئکتہ پڑھئے جب کہ آیات قرآنیہ اور ان اللہ و ملئکتہ کے درمیان غیر قرآن سے فصل ہو اور اگر فصل نہیں تو اعوذ باللہ بھی پڑھنے کی ضرورت نہیں۔ آیات قرآنیہ کی تلاوت کے بعد متصلاً ان اللہ و ملئکتہ پڑھا کریں۔ سبحان اللہ کیا ایمانی روحانی اصلاح ہے۔

چلتے چلتے:۔ آخر میں چلتے چلتے ناظرین کرام کی خدمات میں یہ عرض کردوں کہ جو کچھ میں نے گذشتہ صفحات میں سپرد قلم کیا ہے وہ اپنی یادداشت اور علم وفہم پر اعتماد کرتے ہوئے کیا ہے، ہوسکتا ہے کہ حضور والا کے ارشادات کا مقصد کچھ اور ہو اور میں نے اس کو کچھ اور سمجھ لیا ہو اس طرح کسی قول وفعل کی تعبیر میں شرعی اور قلمی غلطی ممکن ہے ایسی

اگر کوئی نامناسب بات نظر آئے تو اس سے حضور والا تبار سرکار سیدی مفتئ اعظم علیہ الرحمۃ والرضوان کی ذات والا صفات سے کوئی دور کا بھی واسطہ نہیں بلکہ راقم الحروف فقیر حقیر سراپا تقصیر محمد مجیب اشرف رضوی غفرلہ القوی کی سمجھ کا قصور ہے۔ مولیٰ تعالیٰ اپنے حبیب رؤف رحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صدقہ و طفیل جملہ غلط فہمیوں اور لغزشوں کو معاف فرمائے۔

آمین آمین بجاہ النبی الکریم علیہ التحیۃ و التسلیم،

فقط: طالب دعاء ناظرین کرام

محمد مجیب اشرف رضوی

بانی و مہتمم الجامعۃ الرضویہ دار العلوم امجدیہ ناگپور

مورخہ ۱۴ رشوال المکرم ۱۴۳۵ھ، بمطابق ۱۱ رجولائی ۲۰۱۴ء

روز دوشنبہ مبارکہ بوقت دو بجکر تیس منٹ، دن

منقبت حضور مفتیٔ اعظم ہند قدس سرہ

از: خلیفۂ حضور مفتیٔ اعظم ہند حضرت علامہ مولانا مفتی محمد مجیب اشرف صاحب قبلہ

تری نگاہ سے ملتا ہے نور قلب ونظر
کہ تو ہے نوری اور نوری میاں کا نور نظر

تمہارے کوچۂ نوری کی شان کیا کہئے
جہاں گدائی کو آتے ہیں کتنے شمس وقمر

فقیہ وعالم وزاہد بنا دیئے کتنے
تری نگاہ تقدس مآب نے اکثر

وہی ہے مفتیٔ اعظم وہی ہے ابن رضا
خدا کی یاد میں گزرے ہیں جس کے آٹھوں پہر

جو کم نظر ہیں وہ کیا جانیں مرتبہ اس کا
حریم شرع میں گزری ہیں جس کی شام وسحر

شعور پاس شریعت رموز راہ سلوک
تری جناب سے لے کر چلے سب اہل نظر

کرم کی بھیک سے ہم کو بھی کچھ عطا کردو
بٹے ہیں در سے تمہارے ہمیشہ لعل وگہر

بفیض مفتیٔ اعظم ہوں اشرفؔ رضوی
خدا کا شکر کہ بھٹکا نہ میں اِدھر سے اُدھر
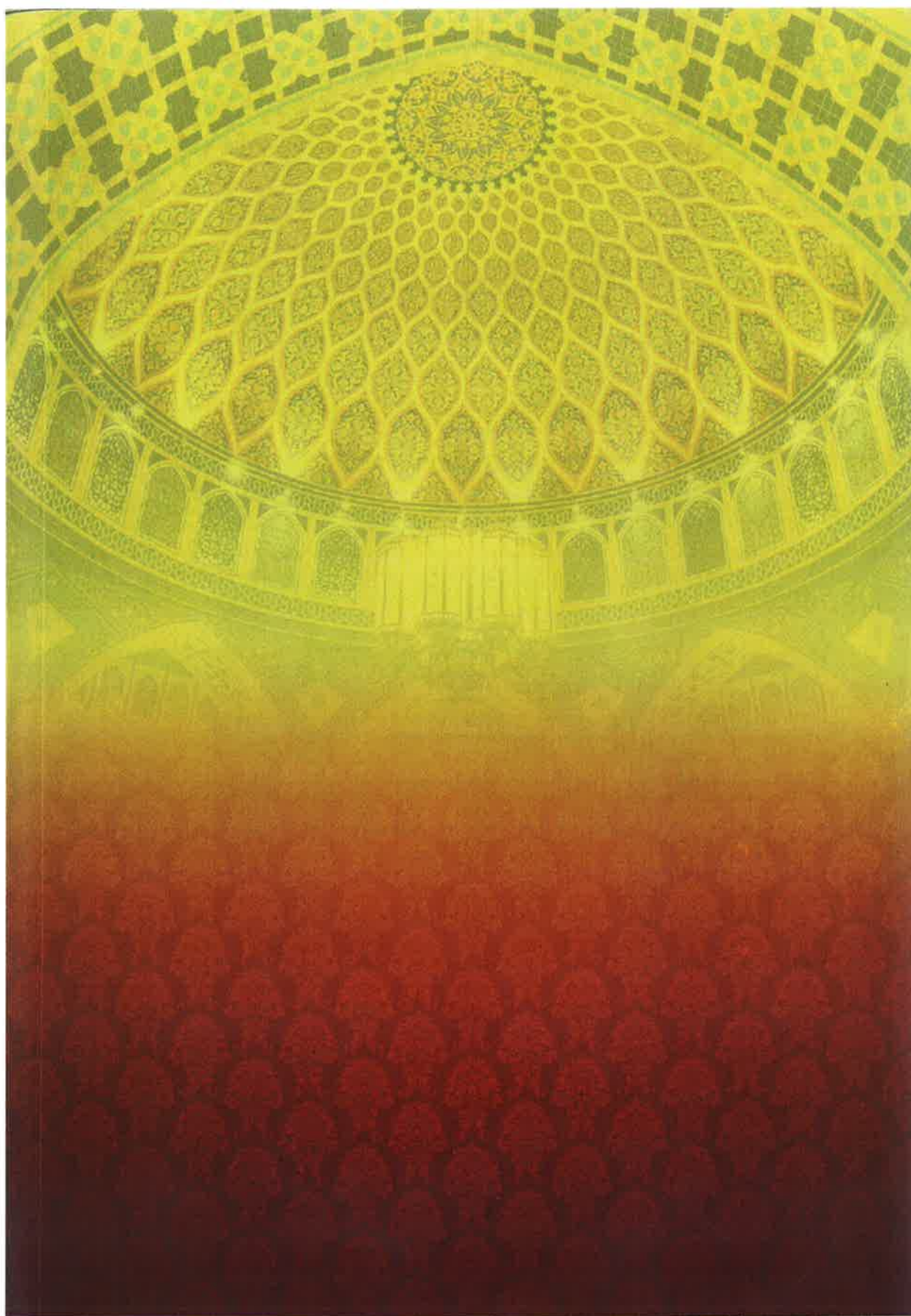
Published by: Hazrat Maulana Tauqeer Ashraf Razvi Sahab
Noori Medical Store, Shanti Nagar, Nagpur

Rs. 150/-